اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

(مسلمانو!) اب ہم تمھارے

دین کو تمھارے لیئے کامل کر چکے

اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمھارے لیئے (اسی) دینِ اسلام کو

پسند فرمایا

خدا کا شکر ہے کہ اُسی کے فضل و توفیق سے نسخۂ لاجواب سعادت انتساب

مفیدِ ہر شیخ و شاب یعنی

حصۂ اوّل

الحقوق والفرائض

مصنّفۂ

فاضلِ اجلّ جناب شمس العلماء ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد صاحب

ایل ایل ڈی، ڈی او ایل

حسب فرمائش مولوی بشیر الدین احمد صاحب خلف مصنف مرحوم و مغفور

بار دوم (دو ہزار) تمام حقوق بذریعہ رجسٹری بنام مولوی بشیر الدین احمد صاحب محفوظ ہیں) قیمت حصہ ہذا (عہ) محصول ۵ر

الحقوق والفرائض

کا

دوسرا حصہ (حقوق العباد)

حقوق العباد کا مضمون نہایت وسیع مضمون ہے اور جیسا مضمون وسیع ہے ویسا ہی دوسرا حصہ ضخیم ہے ضخامت کی وجہ حجم بڑھ جانے سے ہم نے اُس کے دو حصے کر دیئے اور قیمت بھی ہلکی رکھی تاکہ لینے والوں کو اور بھی سہولت ہو جائے۔ ہمیں اس امر کے ظاہر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ بہ نسبت اَور لوگوں کے ہمارے ہاں چھاپے پر زیادہ مصارف پڑتے ہیں کیونکہ جو شوقین حضرات ہمارے ہاں کی چھپی ہوئی کوئی چیز دیکھتے ہیں وہ خود اس کا اندازہ کر لیتے اور کر سکتے ہیں۔ اگر ہم حقوق العباد کی مجمل فہرست بھی دینا چاہیں تو اس کے لیئے کئی جزو درکار ہوں اور پھر بھی ہم کتاب کی پوری خوبی تو پوری دھوکی بلکہ کچھ بھی نہیں دکھا سکتے کتاب کی عمدگی اور خوبی تو اُس کے دیکھنے اور پڑھنے ہی سے معلوم ہوگی پس مختصر یہ ہے کہ فاضل مصنف نے (خدا اُن کو غریق رحمت کرے) اس حصے میں دنیا بھر کے حقوق و فرائض جمع کر دیئے ہیں یعنی دنیا میں جس کو جس سے تعلق ہے اور جس قسم کا تعلق ہے اُس کے تمام حقوق و فرائض الگ الگ نہایت تفصیل کے ساتھ ذکر کیئے ہیں گویا یوں سمجھنا چاہیئے کہ اولاً ہر ہر فرد کے خاص خاص حقوق و فرائض درج کتاب فرمائے ہیں مثلاً پیغمبر کے۔ اُمت کے حاکم کے۔ رعیت کے عالم کے متعلم کے۔ اُستاد کے شاگرد کے۔ ماں باپ کے اولاد کے۔ خاوند کے بی بی کے۔ قرابت داروں کے۔ پڑوسیوں کے۔ فقراء و مساکین کے۔ مانگنے والوں کے یتیموں کے۔ قیدیوں کے۔ لونڈی غلاموں کے مالکوں کے۔ خادم و مخدوم کے ملازموں اور آقاؤں کے مسافروں کے دوست کے۔ دشمن کے۔ اہل معاملہ کے۔ اور اہل معاملہ کے ذیل میں تجارت اور لین دین کے متعلق تمام شاخوں کے۔ جانوروں کے وغیرہ وغیرہ۔ غرضکہ اسی طرح کے پورے پچاس باب ہیں اور ہر باب کے ذیل میں متعدد عنوان اور ہر عنوان کے تحت میں مختلف مضامین اس کے بعد مصنف دامت برکاتہم نے عام حقوق العباد کی طرف توجہ فرمائی ہے اور اُس کے متعلق چالیس سے اوپر ہی اُوپر عنوان قائم کیئے ہیں مثلاً باہمی صلح و سازگاری۔ عدل و انصاف۔ شہادت۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر۔ صدق و راستی۔ امانت۔ کذب و بہتان۔ قتل۔ زنا۔ چوری۔ غصب۔ قصاص۔ دیت۔ حدود۔ رشوت وغیرہ وغیرہ۔ پھر اخلاق اور اخلاق کے بعد آداب ایسی بسط و تفصیل اور ایسی عمدگی و خوبی کے ساتھ بیان کیئے ہیں کہ لا عین رأت ✤ ولا اذن سمعت ✤ ولا خطر علی قلب بشر ✤ تقطیع ۲۲×۲۹ صفحہ ۵۰۰ قیمت عہ/ محصول ڈاک (۸/) ✤

حصہ سوم صفحہ ۳۰۲ - اخلاق و آداب۔ پیدا ہونے سے مرنے تک یعنی آداب العقیقہ سے آداب جنازہ تک۔ قیمت عہ محصول ۸/ ہر سہ حصوں کی یکمشت خریداری میں فائدہ ہے یعنی پورے سٹ کے دام ۵ھ/ اور محصول ڈاک ایک ہی۔ قیمت میں ۲/ اور محصول ڈاک میں ۱/ کا نفع ہے

المشتہر

خاکسار۔ بشیر الدین احمد (کھاری باؤلی) دہلی

فہرست مضامین الحقوق والفرائض

اِس کتاب میں ہم نے ہر ایک حدیث کو صحابی اور کہیں کہیں تابعی کے نام سے شروع کیا ہے اور آخر میں اُن ائمہ حدیث کا نام بتا دیا ہے جنھوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور بعض جگہ صرف اختصار کی وجہ سے بطریق رمز اُن کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے جن کی توضیح اِس نقشے سے ہوتی ہے +

اخرجہ الستۃ	ستہ اور ست کہتے ہیں چھے کو اور اُن سے امام بخاری۔ مسلم۔ مالک۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ مراد ہیں۔
اخرجہ الخمسۃ	خمسہ اور خمس کہتے ہیں پانچ کو اور ان سے مراد ہیں امام مالک کے علاوہ اوپر کے پانچوں امام
صحیحین	اِس سے مراد ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم +
شیخین	اِن سے مراد ہیں امام بخاری اور مسلم +

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰی وَصَامَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الَّذِیْنَ اقْتَدُوْا بِھُدَاہُ

کسی نے کیا اچھی تُلی ہوئی باوزن تولنے پاؤرتی بات کہی ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ (جس نے اپنے آپ کو پہچانا تو اُس نے اپنے پروردگار ہی کو پہچانا) یعنی اپنے نفس کی معرفت خدا کی معرفت کی دلیل ہے۔ بعینہٖ یہی خیال ایک شاعر نے اس طرح پر ظاہر کیا ہے کہ ؎ پونہچا میں آپ کو تو میں پونہچا خدا کے تئیں ✤ معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا ✤ اس بات کا پتہ قرآن سے بھی لگتا ہے جہاں فرماتے ہیں وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (اور (لوگو) یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں (خدا کی قدرت کی) بہتری ہی نشانیاں ہیں اور (خود) تم میں بھی تو کیا تم کو سوجھ نہیں پڑتا) پس سب سے بڑی اور مقدم بات یہ ہے کہ آدمی اپنے تئیں پہچانے کہ میں کون ہوں اور کس لئے دنیا میں آیا ہوں۔ دُنیا میں ہزاروں لاکھوں قسم کی مخلوقات ہے وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ (اور اے پیغمبر) تمہارے پروردگار کے لشکروں کو پورا پورا جاننا) کوئی اس کے سوا نہیں جانتا) اور ان مخلوقات میں سے ایک مخلوق انسان ضعیف البنیان بھی ہے۔ انسان کو ضعیف البنیان اس سے کہا کہ تن و توش اور توانائی میں ہاتھی۔ گھوڑے۔ بیل۔ بھینس۔ شیر چیتے کہیں اس سے بڑھکر ہیں نازک ایسا کہ گرمی سردی کی برداشت نہیں۔ ٹھیس کی سہار نہیں۔ درماندگی کا یہ حال کہ نہ پرند کے سے پر ہیں کہ اُنکے ذریعے سے جہاں چاہے اُڑکر جا بیٹھے۔ نہ درندوں کے سے سینگ یا دانت کہ ہتیاروں کا کام دیں نہ بھیڑ بکری کی سی اون کہ مینہ بوندی اور جاڑے سے بچا سکے۔ مگر سارے ساز و سامان ایک طرف اور اس کی ایک عقل ایک طرف جس کے بل پر آدمی بنا ہوا روئے زمین پر ایک طرح کی خدائی کر رہا ہے قطعہ خاک کے پُتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہے شور ✤ فرش سے لے عرش تک کر رہا ہے اپنا زور ✤ سینے میں قلزم کو نے قطرے کا قطرہ رہا ✤ بل بے سمائی تری اُف رے سمندر کے چور ✤ زمین جو رونق اور چہل پہل دیکھتے ہو سب اِسی آدمی کے دم سے ہے اور اسی آدمی کے دم کیلئے ہے۔ اسی نے شہر بسائے۔ اسی نے باغ لگائے۔ اسی نے سمندر میں جہاز چلائے۔ اسی نے دریاؤں پر پل بنائے ہم تو جمادات۔ نباتات۔ حیوانات میں سے کسی کو نہیں دیکھتے جسے کسی نہ کسی شان سے آدمی نے اپنے بس میں نہ کیا ہو۔ چاند سورج ستاروں کا کچھ نہ کرسکا تو یہیں زمین

بیٹھے بیٹھے دُور بین کے ذریعے سے بہت کچھ حال معلوم کر لیا کہ کتنی دُور ہیں۔ کتنے بڑے ہیں کس مادّے کے بنے ہیں
کیسے ان کے موسم ہیں۔ آبادہیں تو کس قسم اور مزاج کے۔ جاندار ان میں بستے ہیں۔ کتنی تیزی سے دورہ کرتے ہیں اُنکی رفتار
کا حساب ایسا درست لگایا کہ سینکڑوں ہزاروں برس پہلے پیشین گوئی کی جاسکتی ہے کہ فلاں ستارہ اب سے مثلاً سو دو
ہزار برس بعد کس مقام پر ہوگا۔ نجومی سورج گہن چاند گہن کو برسوں پہلے معلوم کر لیتے ہیں کیا مجال کہ ایک لحہ کا پس پیش
ہو جائے وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ "اور آفتاب دیکھو اپنے ایک ٹھکانے کی طرف کو چلا
جا رہا ہے بانداز خدا کا باندھا ہوا ہے جو زبردست (اور ہر چیز سے) آگاہ ہے"۔) اور پھر یہ کہ گہن کتنا ہوگا۔ کتنی دیر رہے گا
کہاں دکھائی دے گا اور کہاں نہیں۔ اور ابھی تک بھی آدمی نے اجرامِ فلکی کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ دیکھئے آخر کو یہ اونٹ کس کروٹ
بیٹھتا ہے۔ غرض یہ ہیں حضرتِ انسان کے نہایت مختصر حالات مشتے نمونہ از خروارے۔ اتنا سوچ سمجھ چکے آدمی کو
ضرور خیال آتا ہے۔ کہ میں سب کچھ تو کرتا ہوں اور کر سکتا ہوں مگر من آنم کہ من دانم۔ دُنیا کا مالک کوئی اور ہے میں ہی نہیں
نیست کہ میں بھی مہمان داخل اس میں آ ترا ہوں۔ دنیا کی چیزوں میں ایک حد تک تصرف کر سکتا ہوں۔ مگر ایک بھنگا پیدا
کرنا چاہوں تو نہیں کر سکتا۔ مینھ کا برسنا پُروا پچھوا کا چلنا۔ رات دن کا گھٹنا بڑھنا۔ چاند سورج ستاروں کا ایک معمول
سے طلوع و غروب ہونا۔ دنیا میں ایسے بے شمار واقعات ہیں جن میں ہمارا کچھ بھی دخل نہیں[1] اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس
قسم کے خیالات آدمی کو خداشناسی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور وہ بے دیکھے بتقاضائے عقل خدا پر ایمان لاتا یعنی اُس کو
مانتا اور اُس کے ہونے کا یقین کرتا ہے اور یوں مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کی تصدیق ہوتی ہے مگر یقین یقین میں
فرق ہے۔ ایک یقین آگ کے جلانے کا ہے۔ ایک یقین ایک نہ ایک دن مرنے کا ہے۔ ایک یقین آج سے کل اور کل سے
پرسوں کے ہونے کا ہے۔ ایک یقین اُن شہروں کا ہے جہاں ہم نہیں گئے۔ ایک یقین واقعاتِ گزشتہ کا ہے۔ چاہیے کہ
خدا کے ہونے کا یقین سب یقینوں سے بڑھ کر ہو کیونکہ یقین دین و مذہب کا اصل الاصول ہے۔ جتنا سوچ جتنا خیال کرو
اتنا ہی یہ یقین پکا ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر وقت ہر جگہ ہر چیز میں گویا خدا دکھائی دینے لگتا ہے۔ مگر یہ مقام ہر ایک کو
نصیب نہیں ہوتا۔ رہی یہ بات کہ آدمی کیوں اور کس غرض سے پیدا کیا گیا ہے یہ تو پیدا کرنے والے ہی سے پوچھا جائے
کیونکہ مصرعہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ سو خدا کے کلام سے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ خدا نے فرشتوں پر
آدم کے پیدا کرنے کا ارادہ اس طرح ظاہر فرمایا تھا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً "میں زمین میں اپنا نائب بنانے کو ہوں"

---

[1] بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کی آمد و شد اور جہازوں میں جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں (یعنی مالِ تجارت)
سمندر میں لے کر چلتے ہیں اور مینھ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا پھر اُس کے ذریعے سے زمین کو اس کے مرے (یعنی اُفتادہ رہے) پیچھے پھر زندہ (یعنی
شاداب) کرتا ہے اور ہر قسم کے جانوروں میں جو خدا نے روئے زمین پر پھیلا رکھے ہیں اور ہواؤں کے ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر پھیرنے میں اور بادلوں میں جو (خدا کے
حکم سے) آسمان و زمین کے درمیان ٹھہرے رہتے ہیں (غرض ان سب چیزوں میں) اُن لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں (قدرتِ خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں۔[12]

اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ خدا نے آدمی کو اور آدمی ہونے میں مرد عورت دونوں برابر ہیں جیسے آدمی مرد ویسے ہی آدمی عورتیں غرض خدا نے آدمی کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ زمین میں خدا کا خلیفہ ہو کر رہے - اب خلیفہ کے معنی معلوم کرنے چاہئیں سو قرآن ہی سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آدمی اس معنی کر خدا کا خلیفہ ہے کہ مثال کے طور پر زمین کو ایک گاؤں سمجھو - اکیلے خدا کو دہ بست سارے گاؤں کا مالک - آدمی کارندہ جس کا فرضِ خدمت یہ ہے کہ زمین کو آباد کرے محاصل کو بڑھائے - گاؤں میں کسی طرح کی بدنظمی نہ ہونے دے - جن کا پیشہ زمینداری ہے وہ تو اس مثال کی یقیناً قدر کریں گے - اور آسانی سے سمجھ لیں گے کہ آدمی کو دنیا میں کیونکر رہنا اور کیا کرنا ہے - مگر دوسرے لوگوں کو ہم اور ہی طرح سمجھانا چاہتے ہیں اور وہ طرح یہ ہے کہ آدمی ایک خاص طرح کا مخلوق ہے - کثیر العلائق اس کی بناوٹ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ آرائش اور آسایش نہ بھی سہی زندگی کی سیدھی سادی ضرورتیں بھی اپنے بہت سے ہم جنسوں کی مدد کے بدون بہم نہیں پہنچا سکتا - ایک ظریف کا مقولہ ہے کہ جینا تو جینا مرنا بھی بے دوسروں کی مدد کے نہیں ہو سکتا - اور اسی لئے آدمی تھوڑے تھوڑے بہت بہت جمع ہو کر قصبوں اور شہروں میں بستے ہیں[۱] تاکہ ایک دوسرے کی مدد کریں اور کرتے ہیں موچی جوتا بناتا - جولاہہ کپڑا بنتا درزی سیتا اور اسی طرح مصرعہ ہر کسے را بہر کارے ساختند - جو جس کام میں لگا ہے اپنے ابنائے جنس کی کوئی نہ کوئی خدمت کر رہا ہے اور اس اعتبار سے ہر فردِ بشر خادم بھی ہے اور مخدوم بھی ہے - مگر چونکہ سب کو جینا ہی مصرع شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن + اور جینا ہے تو جینے کے ساتھ ضرورتیں اور حاجتیں بھی سبھی کے پیچھے لگی ہیں اور چونکہ سارے آدم زاد ایک ہی طرح کے مخلوق ہیں ضرورتیں اور حاجتیں بھی سب کی قریب قریب ایک ہی طرح کی ہیں تو اکثر ضرورتوں اور حاجتوں کی کشمکش میں آدمی آپس میں لڑنے جھگڑنے بھی لگتے ہیں - اور لڑائی جھگڑا بھی تو تو میں میں تک ہو تو خیر باتیں باتوں میں خون خرابے تک نوبت پہنچ جاتی ہے - آخر بزرگوں نے دیکھا کہ یہی حالت رہی تو ایک دن یہ سب کٹ مریں گے اور آدم کی نسل معدوم ہو جائیگی ناچار سلطنت کا دستور نکالا - اور اپنے میں سے ایک کو سب کا سردھر یعنی بادشاہ بنا کر اس کو یہ خدمت سپرد کی کہ اپنی رعایا میں سے کسی کو دوسرے کے حقوق میں دست اندازی نہ کرنے دے اور لوگ امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کریں - اور طوعاً کرہاً سب اُس کا حکم مانیں - کچھ شک نہیں کہ اس انتظام سے زور و ظلم کا بہت کچھ انسداد ہوا - مگر اس انتظام میں کئی نقص بھی تھے اور ہیں جو امن کو جیسا چاہئے قائم نہیں ہونے دیتے - اوّل تو وقت کا بادشاہ جو امن کا قائم رکھنے والا ہے وہ بھی آدمیوں میں کا ایک آدمی ہے اور حرص اور طمع اور خود غرضی اور غصہ کہ اکثر ایسی ہی باتوں سے فساد پیدا ہوتا ہے یہ سب بلائیں اس کو بھی ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خود اسی کی ذات سے امن میں بڑے بڑے رخنے پڑ جاتے ہیں دوسرے وہ جو کہتے ہیں اکیلا سو کا چنا بھاڑ تو نہیں پھوڑ سکتا رعایا میں امن قائم رکھنے کے لئے بادشاہ کو چاہئیں اعوان و انصار یعنی عملے فعلے اور پھر وہ بھی آدمی ہوں گے اور

[۱] اسی کا نام ہے تمدن یا آدمی کو محتاج تمدن دیکھ کر مجرمین کی سزاؤں میں سے ایک سزا نفی عن البلد (دیس نکالا) قرار پائی - مجرم جو سمندر پار کالے پانی بھیج دیئے جاتے ہیں یہ بھی نفی عن البلد کی ایک شان ہے علیٰ ہذا القیاس برادری سے خارج کر کے حقّہ پانی بند کر دینا جو ہندوؤں کی نیچ قوموں میں آج تک بکثرت شائع ہے - ابتدائے اسلام میں کفار قریش نے ایسی ہی سزا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ارادتمندوں کو بھی دی تھی کہ اُن کے ساتھ شادی بیاہ کھانا پینا موقوف کر دیا تھا ۱۲ منہ +

اپنے اغراض کو دخل دے کر نئے نئے فساد کھڑے کریں گے اور یہی کچہریوں اور عدالتوں میں ہو رہا ہے غرض ان ظاہری سلطنت کے انتظام سے تو لوگوں میں کامل امن و امان کے قائم رکھنے کی توقع کرنی فضول ہے مصرع ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند ٭ با اینہمہ منصف مزاج اور خدا ترس بادشاہوں نے بہتیرا اچھا کیا ہے اور اب بھی بہتیرا اچھا کر رہے ہیں اور اس لئے وہ ہماری شکر گزاری کے مستحق ہیں لیکن اصلی شکر تو اللہ تعالیٰ شانہ کا ہے کہ وہ آدمی کے رگ و ریشہ سے بخوبی واقف تھا اور ہے [1] اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ اور خدا تو خدا جب خدا نے خلق آدم کا ارادہ فرشتوں پر ظاہر کیا تو فرشتوں نے آدم کا نام سنتے ہی بنی آدم کو مفسد اور خونریز بتایا [2] اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ غرض خدا تو خوب جانتا تھا کہ آدمی بڑا بدخو جنگجو خودسر بے باک۔ اکھڑ۔ اکھل کھرا۔ غصیلا۔ طامع۔ حریص جانور ہوگا۔ تو اس نے ابتدا ہی سے پیغمبر بھیجنے شروع کئے پیغمبر بھی آدمی ہی ہوتے آئے ہیں۔ مگر فساد کی باتیں جو عام آدمیوں میں ہوتی ہیں پیغمبروں کی طبیعتوں میں نہیں ہوتیں خدا وہ احکام جو امن کے قائم رکھنے کے لئے ضرور اور مناسب ہوتے تھے وقتاً فوقتاً ان پیغمبروں پر نازل کرتا رہتا تھا اصل میں یہ احکام الٰہی امن کی بنیاد ہیں اور احکام وقت کے آئین و قانون ان ہی احکام کی ادھوری نقل ہیں یا ان پر قیاس کر کے بنا لیئے جاتے ہیں یوں تو آدمی کی پور پور میں شرارت بھری ہے مگر جس طرح خاص خاص موسموں خاص خاص فصلوں میں خاص خاص بیماریوں کا زور ہوا کرتا ہے اسی طرح ابتدائے آفرینش سے لوگ مختلف زمانوں میں خاص خاص شرارتیں کرتے رہے ہیں۔ جب جیسی شرارت کا رواج ہوا اس کی روک تھام کے لیئے پیغمبر آیا اور احکام نازل ہوئے پیغمبروں کا ٹھیک شمار ہم کو نہیں بتایا گیا مگر جو زیادہ مشہور ہیں وہ قرآن میں مذکور ہیں۔ اسی طرح ہم کو نہیں معلوم کہ کس پیغمبر پر کیا احکام نازل ہوئے اور نہ وہ احکام تمام و کمال محفوظ ہیں۔ ہاں موسیٰ علیہ السلام کی توریت۔ داؤد علیہ السلام کی زبور۔ عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل ہمارے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا قرآن۔ یہ چار کتابیں زبان زد خلائق ہیں۔ اور محفوظ بھی ہیں۔ محفوظ سے ہماری یہ مراد ہے کہ موجود ہیں اور گم نہیں ہیں۔ ورنہ یہودی جو موسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی انجیل کو نہیں مانتے یہودی اور عیسائی دونوں حضرت پیغمبر صاحب اور قرآن کے قائل نہیں ہم مسلمان توریت۔ زبور۔ انجیل سب کو اس معنے کر مانتے ہیں کہ یہ سب کتابیں خدا کی اُتاری ہوئی ہیں۔ مگر یہودیوں اور عیسائیوں نے براہ نفسانیت توریت و انجیل میں کہیں کہیں کچھ کا کچھ کر دیا جس کو تحریف کہتے ہیں۔ غرض ہم مسلمانوں کے نزدیک حضرت پیغمبر صاحب سب سے آخری پیغمبر ہیں اور قرآن سب سے آخری آسمانی کتاب ہے اور آگے کو خدا کی طرف سے پیغمبروں کا آنا کتابوں کا اترنا ہمیشہ کے لئے بند۔ ہم نے تو یوں سمجھا ہے کہ دنیا مدرسہ ہے۔ بنی آدم طلبہ۔ انبیاء علیہم السلام مدرس۔ خدا بلا تشبیہ ڈائرکٹر۔ ہمارے پیغمبر صاحب سے پہلے جو پیغمبر ہو گزرے ابتدائی جماعتوں کو تعلیم دیتے تھے۔ ہمارے پیغمبر صاحب مدرس اول ہیں اور ان کی امت منتہیوں کی جماعت۔ قرآن فن اخلاق میں انتہائی کتاب ہے۔ اس کے بعد بنی آدم کو فن اخلاق میں کسی کتاب کے پڑھانے سکھلانے کی ضرورت نہیں۔ یہ ہیں پیغمبر صاحب کے خاتم الانبیاء اور قرآن کے آخری آسمانی کتاب ہونے کے معنی

---

[1] بھلا (ہو سکتا ہے کہ خدا) جو پیدا کرے (وہی اپنی مخلوقات کے حال سے) ناواقف ہو حالانکہ وہ (بڑا) باریک بین اور باخبر ہے ۱۲ [2] کیا تو زمین میں ایسے شخص کو (نائب) بناتا ہے جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے ۱۲ ٭

یعنی خدا کو جس رستے بندوں کو چلانا منظور ہے۔ وہ رستہ قرآن میں صاف صاف بتا دیا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ جو کچھ خدا نے قرآن میں فرمایا بے چون و چرا اُس پر کاربند ہو۔ ایسا کرنے سے وہ دنیا میں بھی امن و اطمینان کے ساتھ مَرَنج و مرنجان زندگی بسر کرے گا اور مرے پیچھے خدا بھی اُس کے اچھے عملوں کا اچھا ہی بدلہ دے گا۔[1] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔

بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا کا انتظام حکّام وقت کرتے ہیں۔ اور جرموں کا انسداد جتنا کچھ بھی ہے اُنکے قوانین کی وجہ سے ہے کہ قانون کے ڈر سے کوئی کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہیں کرتا اور کرتا ہے تو اُس کو زیادتی کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے ہم کو بھی اِس سے انکار نہیں۔ مگر ہمارا کہنا یہ ہے کہ ایک چھٹانک انتظام حکّام وقت کا قانون کرتا ہے اُس کے مقابلے میں مَن بھر بلکہ زیادہ قانونِ الٰہی کرتا ہے جس کا دوسرا نام ہے **شریعت** یا دین۔ یا مذہب اِس لیئے کہ **اول** تو حاکم وقت کا قانون نقل ہے قانونِ الٰہی کی۔ اور نقل بھی ہے تو ناقص و ناتمام۔ کجا حاکمِ وقت۔ اور کجا خدائے تعالیٰ **مصرع** چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ حاکمِ وقت کیسا ہی بیدار مغز اور با اقتدار ہو پھر بھی بندہ بشر ہے۔ مُرکَّبٌ مِّنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَان اور اُس کا اختیار بھی محدود ہے۔[2] اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا کیا آدمی کیا اُس کا قانون۔ کیا پدی کیا پدی کا شوربا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جرموں کا وقوع اِس طرح پر ہوتا ہے کہ مجرم پہلے جرم کا ارادہ کرتا ہے۔ پھر جس فعل کا ارادہ کرتا ہے اُس کو کر گزرتا ہے۔ تو ارادے تک حاکمِ دنیا اُس کا کچھ نہیں کر سکتا اس لئے کہ اُس کو لوگوں کے دلی ارادے کا علم نہیں ہو سکتا ہاں وقوعِ جرم کے بعد وہ اختیار رکھتا ہے کہ مجرم کو سزا دے۔ غرض جرم کا ارادہ قانونِ دنیا کی رُو سے جرم نہیں لیکن قانونِ الٰہی میں جرم کا ارادہ کرنا بھی جرم ہے[3] وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ اور ظاہر ہے کہ ارادہ اصل ہے اور فعل اُس کی فرع تو نتیجہ کیا نکلا کہ قانونِ الٰہی جرموں کو جڑ سے اُکھاڑتا ہے۔ اور حاکمِ وقت کا قانون جرموں کی جڑ پر تو دسترس نہیں رکھتا۔ ٹہنیوں اور پتّوں کو کاٹتا چھانٹتا رہتا ہے بدی کی جڑ بدستور قائم ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ قانونِ الٰہی باطن اور ظاہر دونوں کی اصلاح کرتا ہے۔ اور حاکمِ وقت کا قانون فقط ظاہر کی۔ حکّامِ وقت کے قانون میں اِس کے سوا ایک نقص لگا ہے کہ اِس قانون میں ثبوتِ جرم کا مدار شہادت پر ہے۔ اور شہادت نہو یا ہو اور کافی نہ ہو تو مجرم سزا سے بچ جاتا ہے۔ اور ایسی صورتیں ہر حاکم کے اجلاس میں روز پیش آتی رہتی ہیں۔ بخلاف اسکے قانونِ الٰہی کا مجرم سزا سے بچ ہی نہیں سکتا۔ نفس لوامہ کا مجسٹریٹ مجرم کے دل میں بیٹھا ہوا اُس کو ندامت اور ملامت اور حسرت اور افسوس کی سزائیں دے رہا ہے۔ جس کی ایذا قید اور جرمانے اور تازیانے سے بڑھ کر ہے۔

غرض جو شخص شریفانہ زندگی کرنا چاہتا ہے۔ وہ تو بے اِس کے ہو نہیں سکتا کہ قرآن کو مضبوط پکڑے رہے اُس کو اپنا

[1] اللہ اُن سے خوش اور یہ اُس سے خوش ۱۲ [2] تو دنیا کی اِسی زندگی پر حکم چلا سکتا ہے ۱۲ (فرعون دعوی خدائی کرتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تو اُنھوں نے فرعون اور اُس کی قوم کو خدائے واحد کی طرف بُلایا مگر فرعونیوں نے حضرت موسیٰ کو جادوگر بتلایا اور اُنکے مقابلے کے لئے دُور دُور کے مشہور جادوگر جمع کئے ایک وسیع میدان میں مقابلہ ہوا اور انجام کار جادوگر مغلوب ہو کر حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے یہ دیکھکر فرعون نے جادوگروں کو سزا سے ڈرایا دھمکایا اِس پر جادوگروں نے جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے یہ کہا) ✦

[3] اور (لوگو) جو تمھارے دلوں میں ہے اگر اُس کو ظاہر کرو یا اُس کو چھپاؤ اللہ تم سے اُس کا حساب لے گا ۱۲ ✦

دستور العمل قرار دے اور اُس کی ہدایتوں پر نظر رکھے۔ انسان کا کچھ یُوں ہی سا مختصر حال تو ہم اوپر لکھ چکے ہیں اب ہم اُس کے تعلقات پر نظر کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ کثرتِ تعلقات کی وجہ سے وہ بے طرح شکنجے میں کسا ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے خدا نے اپنے کلامِ پاک میں اس کی نسبت فرمایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ سچ کہا ہے مصرع ع جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے ؂ نزدیکاں را بیش بود حیرانی خدا نے آدمی کو اشرف المخلوقات اور اپنا خلیفہ یعنی کارندہ یا نائب بنا کر بڑی ذمہ داری اور جوابدہی اس پر عائد کر دی ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا [1] ؂ آسمان بارِ امانت نتوانست کشید ٭ قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند ٭ وہی گاؤں اور زمیندار اور کارندے کی مثال پیشِ نظر رکھو تو خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے آدمی کو دُنیا بھر کی خبر رکھنی ہے تو کون کھڑا ہو اور کون کہہ سکتا ہے قطعہ بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش ٭ عذر بدرگاہِ خدا آورد ٭ ورنہ سزاوارِ خداوندیش ٭ کس نتواند کہ بجا آورد ٭ لیکن اگر آدمی کے تعلقات کے دائرہ کو اتنا وسیع نہ بھی کریں تاہم اس کے معمولی تعلقات بھی کچھ کم نہیں۔ اور ان میں اکثر ایسے ہیں جو چار و ناچار رکھنے ہی پڑتے ہیں ہر ایک تعلق کے ساتھ چند در چند ذمہ داریاں ہیں۔ ذمہ داری کا نام آیا تو ہم اس کے معنے سمجھانے کے لئے ایک تعلق کی مثال دیتے ہیں۔ کہ مثلاً زید نے ہندہ سے نکاح کیا تو نکاح کے تعلق سے زید کو ہندہ کا مہر دینا آیا۔ مہر ہندہ کا حق ہے اور اس کا ادا کرنا زید کا فرض۔ اور اسی پر دوسرے حقوق اور فرائض کو قیاس کر لو۔ انسان کے تعلقات کی رُو سے حق دار بہت اور سب کے حقوق کا ادا کرنے والا یہ ایک۔ یعنی اوروں کے حقوق بہت اِس کے فرائض بہت۔ اِس کتاب میں جس کو ہم اس تمہید کے ساتھ پیش کرتے ہیں ہم نے یہ کیا ہے کہ انسان کے تعلقات کو قرآن سے چن کر انسانی فرائض کو الگ الگ کر کے دکھایا ہے۔ ہر ایک فرض کا ایک عنوان ہے موٹے حرفوں میں لکھا ہوا۔ عنوان کے تلے قرآن کی آیت ہے ترجمے سمیت۔ آیت کے بعد عموماً حدیث ہے جس کی ضرورت سمجھی گئی اور جہاں آیت نہیں وہاں نری حدیث ہے۔ آیت اور حدیث کے ذیل میں کہیں کہیں ہم نے اپنی طرف سے بھی توضیح کے طور پر کچھ لکھ دیا ہے۔ اس کتاب کا نام تو فرائضِ انسانی ہے مگر فرض سمجھ کر دیکھو تو اور حقوق سمجھ کر دیکھو تو بات ایک ہی ہے۔ غرض زندگی کا دستور العمل ہے جامع۔ کہ جیسے جیسے معاملات آدمی کو دنیا میں پیش آتے ہیں سب کے بارے میں حکم و ہدایت اس دستور العمل میں موجود ہے چاہئے کہ ہر مسلمان جو اسلام کا دم بھرتا ہے۔ اور اردو پڑھ سکتا ہے اِس دستور العمل کا ایک نسخہ اُس کے پاس ہو اور ہر مسلمان کے پاس نہ ہو تو گیا گزرا ہر مسلمان خاندان میں تو ہو ورنہ پھر نہ کہنا کہ ہم کو کسی نے سُنایا سمجھایا نہیں اور کہو گے تو سُنے گا کون ؎ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ [2]

---

[1] ہم نے آدمی کو (بہتیری مخلوق) بنایا ہے (کہ ساری عمر) مصیبت میں رہے ۱۲ [1] ہم نے (فرمانبرداری کی) امانت (کا بوجھ) آسمانوں پر اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا اور یہ بوجھ ان پر لادنا چاہا تو انہوں نے (بزبانِ حال) اُس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے (گویا بلا تامل) اسکو اٹھا لیا (اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے حق میں) بڑا ہی ظالم (تھا) (ظالم ہونے کے علاوہ) بڑا ہی نادان (بھی) تھا ۱۲ [2] اور جب یہودیوں میں سے بعض لوگوں نے (دوسرے لوگوں سے جو حکم خدا کے مطابق ہفتے کے دن شکار سے منع کرتے تھے) کہا کہ جن (نافرمان) لوگوں کو خدا ہلاک کرنا یا ان کو عذاب سخت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے (بھلا انکو تم بے فائدہ) کیوں نصیحت کرتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ (ہم تو) تمہارے پروردگار کی جناب میں (اپنے اوپر سے) الزام اتارنے کی غرض سے نصیحت کرتے ہیں اور یہ بھی خیال ہے کہ شاید لوگ باز آ جائیں ۱۲

حقوق اللہ

(ایمان باللہ)

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۭ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (بقرہ ع ۱۶ - پارہ ۱) ف

(اور یہود اور عیسائی مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی بن جاؤ تو راہ راست پر آ جاؤ۔ (اے پیغمبر۔ تم ان لوگوں سے کہو (نہیں) بلکہ ہم ابراہیم کے طریقے پر ہیں جو ایک (خدا) کے ہو رہے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ڮ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۱۶ پارہ الم)

(مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ کو یہ) جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور (قرآن) جو ہم پر اترا (اس پر) اور (صحیفے) جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب پر اترے (ان پر) اور موسیٰ اور عیسیٰ کو جو (کتاب) ملی (اس پر) اور جو (دوسرے) پیغمبروں کو ان کے پروردگار سے ملا (اس پر) ہم (ان پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی کسی طرح کی جدائی نہیں سمجھتے اور ہم اسی (ایک خدا) کے فرماں بردار ہیں ف

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ (بقرہ ع ۴۰ پارہ ۳)

(ہمارے یہ پیغمبر (محمدؐ) اس کتاب کو مانتے ہیں جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر اتری ہے اور (پیغمبر کے ساتھ دوسرے) مسلمان بھی (یہ سب کے) سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے کہ (سب پیغمبروں کا دین ایک ہے اور) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی (بھی) جدا نہیں سمجھتے (یعنی سب کو مانتے ہیں) اور بول اٹھے کہ اے ہمارے پروردگار (ہم نے تیرا ارشاد) سنا اور تسلیم کیا (ہم) اے ہمارے پروردگار [illegible]

ف یہود مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہم راہِ راست پر ہیں ہمارے دین میں آ داخل ہو اور نصاریٰ بھی کہتے ہم راہِ راست پر ہیں ہمارے دین میں آ جاؤ خدا نے مسلمانوں کی طرف سے ان کو جواب دیا کہ تم دونوں فرقوں نے اصلی دین یعنی توحید کو چھوڑ رکھا ہے اور سچا راہ دین اور اعتقاد وہی تھا جو حضرت ابراہیم کا تھا اور یہی دین ان کی اولاد موسیٰ و عیسیٰ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کا تھا اور ہم سب کتابوں کو مانتے ہیں اور تم کسی کو مانتے ہو اور کسی کو نہیں مانتے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۝ (النساء۔ع۲۰ پارہ ۵)	مسلمانو! اللہ پر ایمان لاؤ[1] اور اُس کے رسول پر اور اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول (محمدؐ) پر اُتاری ہے اور اُن کتابوں پر جو (قرآن سے) پہلے (دوسرے پیغمبروں پر) اُتاریں اور جو شخص اللہ کا منکر ہوا اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کی کتابوں کا اور اُس کے رسولوں کا اور روزِ آخرت کا تو وہ (راہِ راست سے) بڑی دُور بھٹک گیا ✦ ✦ ✦

احادیث

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ	حضرت عمرؓ بن الخطاب سے روایت ہے کہ ہم ایک دن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے

[1] مسلمانوں سے یہ کہنا کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اُس کے رسول پر اور اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول (محمدؐ) پر اُتاری ہے اور اُن کتابوں پر جو (قرآن) سے پہلے (دوسرے پیغمبروں پر) اُتاریں" اس کے یہ معنی ہیں کہ اجمالاً ایمان لاچکے ہو تو اب تفصیلاً ایمان لاؤ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی نومسلم اسلام میں آ جاتا ہے تو اُسکو کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیتے ہیں تو اسکا یہ ایمان اجمالی ہے تفصیلی ایمان نومسلم کو بعد میں حاصل ہوتا ہے جوں جوں احکام الٰہی سنتا جاتا ہے اُنکا یقین کرتا جاتا ہے اس آیت میں اسی طرح کے نومسلم مخاطب ہیں یا شاید یہ مطلب ہے کہ ظاہر میں اسلام لے آئے ہو تو صمیم قلب سے بھی ایمان لاؤ تاکہ سچے مسلمان بنو ۱۲

اس مضمون کی اور آیتیں بھی قرآن مجید میں جستہ جستہ مذکور ہیں ہم نے بنظرِ اختصار اِن ہی چار آیتوں پر بس کی لیکن لگتے ہاتھ جو آیتیں ہمیں دستیاب ہوگئیں مع حوالہ درج ذیل کرتے ہیں ہم نے کاوش کیساتھ قرآن کا استقصا نہیں کیا ممکن ہے کہ اِن کے علاوہ اور بھی چند آیتیں ہوں۔

(۱) قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علےٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط الخ (آل عمران رکوع ۹)

(۲) یاایھا الذین اوتوا الکتاب اٰمنوا (النساء رکوع ۷)

(۳) فاٰمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلمتہ الخ (اعراف رکوع ۲۰)

(۴) اٰمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا الخ (الحدید رکوع ۱)

(۵) ومالکم لا تؤمنون باللہ والرسول الخ (الحدید رکوع ۱)

وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْأَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ الخ (تیسیر الوصول صفحہ ۷)

کہ دفعتہً ایک شخص جس کے کپڑے نہایت اجلے اور سر کے بال سخت سیاہ تھے (یعنی جوان عمر تھا) نمودار ہوا اُس پر نہ تو سفر ہی کا کچھ اثر دیکھا جاتا تھا نہ ہم میں سے اُسے کوئی پہچان ہی سکتا تھا یہاں تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آبیٹھا اور اپنے دونوں زانو حضرت کے زانوئے مبارک سے بھڑا کر اپنے دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ لیئے۔ اور عرض کیا محمد! مجھے بتاؤ اسلام کیا ہے؟ فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو خدا کے ایک معبود ہونے کی شہادت دے اور نیز اس بات کی شہادت دے کہ محمد اُس کا بندہ ہے اور اُس کا رسول اور نماز پڑھا کرے زکوٰۃ دیتا رہے رمضان کے روزے رکھے مقدور ہو تو کعبے کا حج کرے۔ اُس نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں (حضرت عمرؓ فرماتے ہیں) کہ ہمیں اُس کی اس بات سے تعجب تھا کہ آپ ہی تو سوال کرتا ہے اور آپ ہی تصدیق کرتا ہے (ازاں بعد) اُس نے کہا مجھے بتائیے کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ فرمایا تیرا خدا پر اور اُسکے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اُس کے پیغمبروں پر اور روز قیامت پر ایمان لانا اور اس بات پر ایمان لانا کہ خدا تعالیٰ نے تمام چیزوں کی بھلائی بُرائی ازل میں معلوم کرلی ہے۔ اور اُن کا اندازہ کرلیا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ آپنے سچ فرمایا ✦

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِاَرْبَعٍ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ وَیُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَیُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَیُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ

(ترمذی صفحہ ۸)

حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ مومن نہیں ہوسکتا جب تک چار باتوں پر ایمان نہ لائے ایک اس بات کی شہادت دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور مَیں محمدؐ رسولِ خدا ہوں۔ خدا نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔
دوسرے مرنے پر ایمان لائے۔
تیسرے مرے پیچھے اُٹھائے جانے پر ایمان لائے چوتھے تقدیر کا یقین کرے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَۃً وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ

(بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر اور ایک روایت میں ہے کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے

من المترجم ان آیتوںؑ اور حدیثوں میں اللہ اور انبیا و مرسلین اور قرآن اور صحفِ براہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اسباط یعنی اولادِ یعقوب اور توراتِ موسیٰ اور انجیلِ عیسےٰ اور صحفِ دیگر اور ملائکہ اور روزِ آخرت اور تقدیرِ الٰہی اتنی چیزوں پر ایمان لانے کا حکم ہے سو ان میں سے ہر ایک پر ایمان لانے کی شان جُداگانہ ہے۔

(ایمان باللہ) خدا پر ایمان لانے کے یہ معنی کہ وہ ہے اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کو رہے گا۔ وہ کسی سے نہیں پیدا ہوا اور نہ کوئی اُس سے پیدا ہوا یعنی نہ کوئی اُس کا باپ نہ کوئی اُسکا بیٹا بیٹی۔ کارخانۂ عالم کا بنانے والا اور سنبھالنے والا وہی ہے اُس کی ذات میں تمام صفاتِ کمال جو اُس کے اسمارِ صفاتی سے ظاہر ہوتے ہیں موجود ہیں اور جس طرح اُس کی ذات ازلی اَبدی ہے اُس کے صفات بھی ازلی ابدی ہیں کارخانۂ عالم میں جو چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے تغیرات ہوتے ہیں وہ اُسی کے علم اور ارادے اور قدرت سے ہوتے ہیں۔ وہ ظاہر اور پوشیدہ

ع یہ بیان مُصنف کا ایک مبسوط بیان ہے اس کے ہر بیان کے ممتاز اور علیحدہ ہونیکے لیے متن کتاب میں ہندسوں کے نشان اور حاشیہ پر جلی قلم سے اُس کی سرخی لکھہ دی گئی ہے ۱۲ کاتب

سب کچھ جانتا ہے۔ اُس کی کسی صفت میں کسی مخلوق کا ساجھا نہیں۔ وہ اپنی ذات سے اکیلا ہے۔ نیکی سے خوش اور بدی سے ناخوش ہوتا ہے۔ اُس نے انسان کے دل کو بھلے بُرے کی تمیز کا احساس بخشا ہو چنانچہ فرمایا ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا[1] اِس احساس کے علاوہ وہ وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجتا رہا ہے کہ بندوں کو نیک و بد کی تمیز سکھائیں[2]۔ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۚ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ اُس نے قیامت کی ایک میعاد مقرر کر رکھی ہے اور کسی کو اُس کے وقت کا علم نہیں جب کہ دنیا کا تمام کارخانہ نیست و نابود ہو جائے گا اور بندوں کی نیکی بدی کا حساب کتاب ہو کر نیکوں کو جنت میں جگہ دی جائے گی۔ اور بدوں کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ اور یہ فیصلا ابدالآباد کے لیئے ہوگا۔ جو جہاں رہا سو رہا اِس عقیدے سے اُن لوگوں کے عقیدہ فاسد کا بطلان لازم آتا ہے۔ جو تناسخ کے قائل ہیں کہ آدمی دنیا ہی میں بار بار جنم لیتا ہے اور دنیا ہی میں گناہوں کی سزا بھگت لیتا ہے) قیامت کے بعد جو ہستی ہوگی وہ جس طرح کی بھی ہو ابدی ہوگی۔ یہ تو ایمان باللہ ہوا مگر پھر بھی پوری تفصیل کے ساتھ نہیں۔

ایمان بالرسل

پیغمبروں کا حال یہ ہے کہ بعض کا مذکور قرآن مجید اور توراۃ اور انجیل اور دوسرے پیغمبروں کے صحیفوں میں ہے مگر پیغمبروں کا انحصار ہم کو خدا نے نہیں بتایا۔ بلکہ قرآن میں ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے۔ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ[3] کہ پیغمبر دو قسم کے ہیں بعض کا مذکور ہم نے قرآن میں کیا ہی اور بعض کا نہیں بھی کیا بہرکیف پیغمبروں کے ساتھ ایمان لانے کی یہ شکل ہے کہ جو معلوم ہیں وہ اور جو نہیں معلوم وہ سب

---

[1] اور انسان کی اور (اُس ذات کی قسم) جس نے اُس کو ٹھیک درست بنایا پھر اُس کی بدکاری اور پرہیزگاری (دونوں باتیں) اُس کو سمجھا دیں ف[1]۔ [2] (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف (اسی طرح) وحی بھیجی ہے جس طرح ہم نے نوح اور (دوسرے) پیغمبروں کی طرف جو اُن کے بعد ہوئے وحی بھیجی تھی۔ اور (جس طرح) ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسٰے اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی اور (تمہاری طرح ہم) کتنے پیغمبر (بھیج چکے ہیں) جن کا حال (اس سے) پہلے تم سے بیان کر چکے ہیں اور کتنے پیغمبر اور جن کا حال ہم نے تم سے (اب تک) بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے (تو) باتیں (بھی) کیں (یہ سب) پیغمبر نیکوں کو جنت کی خوش خبری دینے والے اور (بدوں کو عذاب خدا سے) ڈرانے والے (تھے) تاکہ پیغمبروں کے (آئے) پیچھے لوگوں کو خدا پر کسی طرح کا چھند[a] درکھنے کا موقع باقی نہ رہے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے ۱۲ [3] اُن میں سے (بعض) ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے تم کو سنائے اور اُن میں سے (بعض) ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے تم کو نہیں سنائے ۱۲ +

ف[1] یعنی انسان ہیکڑی سے نہ ملنے تو نہ مانے ورنہ خدا نے اُس کا دل ہی اس طرح کا منصف بنا دیا ہے کہ وہ از خود نیکی اور بدی میں فرق کرتا ہے ۱۲ [a] ٹھیٹھ ہندی میں چھند الزام کو کہتے ہیں ۱۲ +

خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اور دعوے رسالت میں سچے ہیں اُن کے مدارج خدا ہی کو معلوم ہیں ہم اپنی طرف سے کسی کو فاصل یا مفضول نہیں کہہ سکتے مختصر یہ پیغمبر کا ہونا ہی شرف بشر کے لیئے کافی ہے۔ دوسری بات پیغمبروں پر ایمان لانے کی یہ ہے کہ وہ بھی بندے ہیں مگر مقبول بندے اور بارگاہ الٰہی کے مقرب ہیں اُن کو خدا کے اختیارات میں کچھ بھی دخل نہیں یہاں تک کہ اُن کا اپنا نفع و ضرر بھی اُن کے اختیار میں نہ تھا۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛؕ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ نہ وہ اپنے اختیار سے معجزہ دکھا سکتے تھے اور نہ اپنے اختیار سے وحی اُتار سکتے تھے وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ وحی کے نازل ہونے کے تین طریقے تھے معمولی طریقہ تو یہ تھا کہ جبرئیل آمین خدا کا حکم پیغمبروں کو پہونچا دیتے تھے تو جبرئیل کبھی کسی آدمی کی صورت میں اور کبھی کسی اور شکل میں پیغمبروں پر ظاہر ہوتے تھے دوسرا طریقہ یہ تھا کہ غیب سے آواز آجاتی تھی اور بولنے والا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وحی کی تیسری صورت یہ تھی کہ خدا پیغمبر کے دل میں کسی طرح ایک بات ڈال دیتا تھا بہر کیف وحی اسرار الٰہی میں سے ایک راز ہے ہم لوگوں کے فہم سے بالاتر مگر ہاں حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہمارے پیغمبر صاحب صلوات اللہ علیہ پر جب تیسری قسم کی وحی نازل ہوتی تھی تو حضرت پر بہت گراں گزرتی تھی یعنی غشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی جسم شریف بھاری پڑ جاتا تھا یہاں تک کہ کبھی آپ اُونٹنی پر سوار ہوتے تھے تو نزولِ وحی کے وقت اُونٹنی آپ کا بوجھ نہیں سہار سکتی تھی اور بیٹھ جاتی تھی۔ یا احیاناً آپ کسی کے زانو پر سر رکھے ہوئے ہیں۔ اور وحی نازل ہوئی تو اُس کا زانو حضرت کے سرِ مبارک کے بوجھ سے ٹوٹا پڑتا تھا۔ ثقلِ جسم کے علاوہ کڑاکے کے جاڑوں میں پسینے پسینے ہو جاتے تھے پیغمبروں کے ساتھ ایمان لانے میں ایک بات یہ بھی داخل ہے کہ آدم علیہ السلام سب سے پہلے پیغمبر تھے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری پیغمبر خاتم النبیین۔ اِسی ایمان کے متعلق ایک مسئلہ شفاعت کا ہے کہ سب پیغمبر آخرت میں اپنے اپنے اُمت کے گنہگاروں کی شفارش کریں گے اور خدا سے عرض معروض کر کے اُن کے گناہ بخشوائیں گے۔ شفاعت کے معنی ہیں سفارش اور لوگوں نے اس کو دنیا کی باتوں پر قیاس کر کے بڑا مغالطہ کھایا ہے لیکن اگر شفاعت کو دُعا اور استغفار سمجھا جائے تو شفاعت کا مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ اور ہم کو اس کا پتہ قرآن کی آیۃ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا سے ملتا ہے۔

۱؎ (اے پیغمبر۔ ان لوگوں سے) کہو کہ میرا اپنا ذاتی نفع و نقصان بھی میرے اختیار میں نہیں (میں تمہیں اختیار رکھتا ہوں) مگر (وہی ہو کر رہتا ہے) جو خدا چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا اور مجھکو کسی طرح کا گزند (ہی) نہ پہونچتا میں تو اُن لوگوں کو جو ایمان لانا چاہتے ہیں (دوزخ کا) ڈر اور بہشت کی) خوشخبری سُنانے والا ہوں اور کچھ نہیں ۲؎ اور کسی رسول کی طاقت نہ تھی کہ بے حکم خدا کوئی معجزہ لا دکھائے ہر ایک وقت موعود کے لیئے (ہمارے ہاں ایک قسم کی) تحریر ہوتی ہو (پھر اُس سے) خدا جس کو چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے اور اُس کے پاس اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ موجود) ہے ۳؎ اور (اے پیغمبر) جب اِن لوگوں نے (تمہاری نافرمانی کر کے) اپنے اوپر آپ ظلم کیا تھا اگر اُس وقت یہ لوگ (بقیہ صفحہ آئندہ)

اب ایک بات رسالت کے متعلق اَور ہے کہ منصبِ رسالت متوارث نہیں خدا تعالیٰ جسکو اس امانت کے قابل سمجھتا ہے اُس کو منصبِ رسالت سے سرفراز فرماتا ہے اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ[1] ابراہیم علیہ السلام کے باپ بُت تراش تھے اور ابراہیم علیہ السلام اپنی ذات سے بڑے پکے موحّد اور موحّدوں کے پیشوا۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا۔ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ[2] ہونے کی وجہ سے طوفان میں غرق کر دیا گیا۔ اور نوح علیہ السلام نے بتقاضائے شفقتِ پدری اس کے حق میں دعا کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا سوائے اسکے کہ پیغمبروں پر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ تبلیغ وحی میں کسی طرح کی خطا نہیں کر سکتے باقی تمام خواصِ بشری اُن میں موجود ہوتے ہیں اور اس سے اُن کی شانِ رسالت میں کسی طرح کا ضعف لازم نہیں آتا۔ الغرض رسالت ایک مرتبہ ہے بین العباد و بین اللہ خدا سے فروتر اور تمام بندوں سے برتر یہاں تک کہ فرشتوں سے بھی کیونکہ فرشتوں کو خدا نے نقائصِ بشری سے محفوظ پیدا کیا ہے اور اُن کی طبائع میں تقاضائے بدی فطرتاً نہیں ہوتا۔ خواصِ بشری رکھ کر بدی پر غالب آنا تعریف کی بات ہے فرشتوں کی معصومیت اضطراری ہے نہ پیغمبروں کی طرح اختیاری۔

ایمان بالکتب

تیسری چیز جس پر ایمان لانے کا حکم ہے کتابیں ہیں۔ جو خدا نے پیغمبروں پر نازل کی ہیں بڑی کو کتاب اور چھوٹی کو صحیفہ کہتے ہیں اور کبھی بڑائی اور چھوٹائی کا لحاظ نہیں بھی کیا جاتا جس طرح خدا نے پیغمبروں کا شمار ہم کو نہیں بتایا پیغمبروں کی کتابیں اور اُن کے صحیفے بھی محفوظ نہیں۔ یوں کہنے کو چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور آخر میں قرآن مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ ہم مسلمان تو قرآن مجید کے ہوتے زبور اور توراۃ اور انجیل کی طرف التفات نہیں کرتے اور التفات کرنے کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ قرآن مجید ہمیشہ کے لئے تمام دینی و دنیاوی ضرورتوں کے لئے کفایت کرتا ہے مگر عیسائیوں اور یہودیوں نے توراۃ کو محفوظ رکھا ہے۔ اُس میں توراۃ و زبور کے علاوہ چند پیغمبروں کے صحیفے بھی شامل ہیں مجموعے کو بائبل یعنی عہدِ عتیق کہتے ہیں اور عہدِ عتیق کے مقابلے میں انجیل کو عہدِ جدید۔ عہد کے معنی ہیں وہ معاہدہ جو خدا نے بندوں کے ساتھ کیا۔ ممکن ہے کہ عہدِ عتیق کے علاوہ کچھ صحیفے دوسرے پیغمبروں کے بھی ہوں جو عہدِ عتیق کے مجموعے میں شامل نہیں۔ ہم مسلمان جو عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کی پروا نہیں کرتے اس کے یہی معنی ہیں کہ قرآن کے ہوتے ہم کو اُن کتابوں کے پڑھنے اور اُن کے احکام پر عمل کرنے کی ضرورت باقی نہیں اور قرآن کو جو ہم لوگ پچھلی کتابوں کا ناسخ مانتے ہیں وہ بھی اسی معنے کر ہے علاوہ بریں اُن کتابوں میں تحریف بھی پائی گئی ہے یعنی پیغمبر صاحب آخر الزماں کی پیشین گوئیاں براہ عداوت نکال ڈالی گئی ہیں اور جو باقی رہ گئی ہیں اُن کے معنی ایسے کرتے ہیں جن سے پیشین گوئیوں کا مصداق کسی اَور کو ٹھیراتے ہیں۔ با اینہمہ جو ہم مسلمانوں کو تمام پیغمبروں

(بقیہ صفحہ ۱۲) تمہارے پاس آتے اور خدا سے معافی مانگتے اور رسول (یعنی تم بھی) اُن کی معافی چاہتے تو (یہ لوگ) دیکھ لیتے کہ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۱۲

[1] اے خدا جس جگہ اپنی پیغمبری (کی امانت سپرد) کرتا ہے وہ (اُس جگہ کے محفوظ اور قابلِ اطمینان ہونے کو بھی) خوب جانتا ہے ۱۲

[2] اس کے عمل اچھے نہیں ۱۲

کی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے وہ ایمان بھی اجمالی ایمان ہے یعنی یہ کہ زبور۔ تورات۔ انجیل اجمالی طور پر ویسی ہی الہامی کتابیں ہیں جیسے قرآن نہ یہ کہ اُن میں کہیں تحریف نہیں ہوئی اور نہ یہ کہ اُن کے احکام اب واجب العمل ہیں۔ قرآن میں جہاں کہیں اہل کتاب کا مذکور ہے اُن سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں سب سے پہلا دین الٰہی یہودیوں کا ہے۔ پھر اُن سے جدا ہو کر نصاریٰ ہوئے۔ یہودیوں نے نہ عیسےٰ علیہ السلام کو مانا اور نہ اُن کی کتاب انجیل کو پھر آخر میں ہم مسلمان ہوئے یہود اور نصاریٰ دونوں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے قرآن سے انکار کیا اور ہم مسلمان ہیں کہ یہود اور نصاریٰ دونوں کے بزرگوں اور دونوں کی کتابوں کو بھی مانتے ہیں جیسے نصاریٰ تورات کو اور تمام پیغمبروں کو جو عہد عتیق میں ہیں مگر توراۃ میں داؤد اور سلیمان اور لوط علیہ السلام کو پیغمبر نہیں کہا۔

ایمان بالملائکہ

اب لو فرشتے جن پر ایمان لانے کا حکم ہے یہ ایک جداگانہ مخلوق ہے از قسم جنات جو نیک ہیں وہ فرشتے کہلاتی ہیں اور بدوں کو جن کہتے ہیں۔ لوگوں کا مقولہ تو یہ ہے کہ فرشتے نور سے بنے ہیں اور جنات آگ سے اور دونوں جیسی شکل چاہتے ہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ فرشتوں کی شکل و صورت کے بارے میں قرآن اتنا ہی بتاتا ہے کہ یہ ایک خاص طرح کے مخلوق ہیں اور اُن کے دو دو۔ تین تین۔ چار چار اور زیادہ بھی پر ہوتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ[1] اسلام سے پہلے عرب کے ایک گروہ کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اس عقیدے پر قرآن میں کئی جگہ بڑی سختی کے ساتھ اعتراض کیا گیا ہے فرشتوں کے شمار کا بھی قرآن سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ مگر حدیث میں آیا ہے کہ سارے آسمان میں ایک چپہ بھر زمین نہیں جہاں فرشتہ سجدے میں پڑا ہوا خدا کی تسبیح و تقدیس نہ کرتا ہو یعنی فرشتوں کی یہ کثرت ہے بقیاس دنیا فرشتے بارگاہِ الٰہی کے چوبدار اور حشم و خدم کی طرح کے ہیں اُن میں سے بہتیروں کو انتظام دنیا کی خدمتیں سپرد ہیں کچھ ایسے بھی ہیں جو ہمہ وقت مصروفِ عبادت رہتے ہیں بلکہ نیک بندوں کے لئے طلبِ مغفرت کرتے رہتے ہیں وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ[2] قرآن سے صرف تین فرشتوں کا نام ملتا ہے اول حضرت جبرئیل جن کا خطاب ہے امین یہ حضرت حامل وحی ہیں یعنی پیغمبروں کے پاس حکم الٰہی یہی لاتے رہے ہیں۔ امین اس سے کہلائے کہ پیام الٰہی میں اپنی طرف سے کمی بیشی نہیں کر سکتے۔ پیام الٰہی امانت ہے اور یہ اُس کے امانت دار۔ دوسرے حضرت میکائیل مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکٰٓئِلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ[3] یہ بندوں کے رزق پر مسلط ہیں یعنی جہاں حکم ہوتا ہے وہاں پانی برساتے

---

[1] ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے جس نے (محض عدم سے) آسمان اور زمین بنا نکالے (اور) اُسی نے فرشتوں کو (اپنا) قاصد بنایا جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں (اپنی مخلوقات کی) بناوٹ میں جو چیز چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے ۱۲

[2] اور فرشتے (ہیں کہ) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ (اُس کی) تسبیح (و تقدیس) میں لگے ہیں اور جو لوگ زمین میں (رہتے) ہیں اُن (کے گناہوں) کی معافی مانگا کرتے ہیں ۱۲

[3] جو شخص اللہ کا دشمن ہو اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کے رسولوں کا اور (خاص کر) جبرئیل (فرشتے) کا اور میکائیل (فرشتے) تو اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے ۱۲

ہیں جس سے بندوں کی روزی پیدا ہوتی ہے۔ تیسرے مالک داروغۂ جہنم ہیں[۱] وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ۔ ان کے علاوہ دو اور معزز فرشتے ہیں جن کے نام تو قرآن میں مذکور نہیں ہوئے مگر خدمتوں کا ذکر موجود ہے ایک حضرت عزرائیل یہ حضرت بندوں کی جان قبض کرنے پر مامور ہیں اور ان کی ماتحتی میں فرشتوں کا ایک بڑا گروہ رہتا ہے[۲] وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ دوسرے حضرت اسرافیل جو قیامت کے روز صور پھونکیں گے باقی چند فرشتوں کی خدمتیں معلوم ہیں نام معلوم نہیں۔ اوّل کراماً کاتبین[۳] وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ۔ لفظ کراماً کاتبین کے معنے ہیں معزز لکھنے والے۔ دو فرشتے ہر شخص کے ساتھ تعینات ہیں ایک اعمال صالحہ لکھتا رہتا ہے اور ایک اعمال بد۔ قرآن میں ایک آیت ایسی بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص کے ساتھ چند فرشتے محافظ بھی رہتے ہیں[۴] لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ۔ پھر آٹھ فرشتے قیامت کے دن عرش الٰہی کو اٹھائے ہوں گے ان کے نام بھی نہیں فرمائے خدمت بتادی ہے[۵] وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ۔ پھر انیس[۶] زبانیہ دوزخ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ فرشتوں کا شمار اور اُن کی خدمات یہ سب اسرارِ الٰہی ہیں ان کے بارے میں کاوش کے ساتھ پوچھ پاچھ کرنا بے سود اور بے سود ہونے کے علاوہ حدِ بشریت سے تجاوز کرنا ہے۔ احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کچھ فرشتے دن میں زمین پر رہتے ہیں پھر عصر کے وقت اُن کی بدلی ہو جاتی ہے اور رات کے لئے دوسرے فرشتے آتے ہیں۔ دن کے فرشتے بارگاہِ الٰہی میں بندوں کے حالات عرض کرتے ہیں۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو کئی بار بچشم سر دیکھا[۷] وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِندَ سِدْرَةِ الْمُنتَهَىٰ۔ تو فرشتوں کے ساتھ ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اُن کا ہونا تسلیم کیا جائے اور ہونے کے ساتھ اُن کی خدمات جو بارگاہِ خداوندی سے اُن کے سپرد ہیں اور یہ کہ اُن میں نر و مادہ ہونے کی صلاحیت نہیں نہ اُن میں نافرمانی کا مادہ ہے[۸] لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ وہ بھی خدا کے بندے ہیں اور خود کسی طرح کا اختیار نہیں رکھتے۔

ہم نے تو یہ کتاب صرف اس غرض سے جمع کی ہے کہ لوگ اُن تعلقات کو جو اُنھیں اتفاقی یا لازمی طور پر زندگی میں رکھنے

---

[۱] اور (دوزخی داروغۂ جہنم کو) آوازیں دیں گے کہ اے مالک (تم ہی کوئی ایسی تدبیر کرو کہ ہمیں) تمہارا پروردگار ہمارا کام تمام کر چکے ۱۲۔
[۲] اور فرشتے (ان کی جان نکالنے کیلئے ان پر طرح طرح کی) دست درازیاں کر رہے ہیں (اور کہتے جاتے ہیں) کہ اپنی جانیں نکالو ۱۲ [۳] حالانکہ تم پر (بہت سے) چوکیدار (تعینات) ہیں (یعنی) کراماً کاتبین (فرشتے) جو کچھ بھی تم کرتے ہو اُن کو معلوم رہتا ہے ۱۲ [۴] (انسان کسی حالت میں بھی ہو) اُس کے آگے اور اُس کے پیچھے باری باری سے (خدا کے) مؤکل لگے رہتے ہیں جو بحکم خدا اُس کی حفاظت کرتے ہیں ۱۲ [۵] اور اس دن تمہارے پروردگار کے تخت کو آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اُٹھائے ہوں گے ۱۲ [۶] اُس پر (یعنی دوزخ پر) انیس (پاسبان تعینات) ہیں ۱۲
[۷] اور اُنہوں نے (یعنی پیغمبر نے) تو (معراج کے وقت) سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جبریل کو ایک دفعہ اور بھی (اصلی صورت پر اپنے پاس آیا ہوا) دیکھا تھا ۱۲ [۸] خدا جو اُن کو حکم دے اُس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو اُن کو حکم دیا جاتا ہے (بے کم و کاست) اُس کی تعمیل کرتے ہیں۔ ۱۲ ✤

پڑتے ہیں بجیس اور تعلقات کے ساتھ اُن ذمہ داریوں کو بھی جو تعلقات کی وجہ سے اُن پر عائد ہوتی ہیں ادا ور مدِ نظر
یہ ہے کہ سب لوگ حتےالوسع اپنے فرائضِ زندگی پُورے پورے ادا کریں تاکہ دنیا جب تک خدا کو منظور ہے امن
اور عافیت اور سکون کے ساتھ چلی جائے یہی مذہبی تعلیم کا لُبِ لُباب ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے۔
کہ دین و مذہب وضع تو کیا گیا اس لیئے کہ دُنیا میں امن قائم ہو اور اُسی کو لوگوں نے فساد کا آلہ بنا لیا ہے۔ کہ
اختلافِ مذہب کی وجہ سے آپس میں لڑے مرتے ہیں حالانکہ فرض کرو کہ ایک شخص غلط رستے چلتا ہی تو جب
تک وہ ہماری دل آزاری نہیں کرتا ہم کو اُس سے کچھ سروکار نہیں۔ "ہر کسے مصلحتِ خویش نکو میداند" ٭ ہاں ہم کو
ہاتھ سے زبان سے ستائے تو اپنی حفاظت کی قدر اور صرف حفاظت کی قدر ہم تدبیر کر سکتے ہیں نہ یہ کہ لوگوں سے
ناحق لڑائی مول لیں۔ آپس اختلافِ مذہب نے ہندوستان کے باشندوں میں اس قدر پھوٹ ڈال رکھی ہے
کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا جس کا ضروری نتیجہ ہے عام مُلک کی تباہی اور وہ ہو رہی ہے مگر احمقوں کو سُوجھ
نہیں پڑتا۔ ہندوستان کی لکڑی میں یہ ایسا گھن لگا ہے کہ آخرکار اس کو کھا کر رہے گا۔ ہندو مُسلمانوں میں جو
اختلاف تھا سو تھا مُصیبت یہ ہے کہ خود مسلمانوں میں پُرانے فرقوں کے علاوہ نئے نئے فرقے پیدا ہوتے چلے
جا رہے ہیں اور ان کے آپس میں سخت عداوتیں قائم ہیں سُورۂ آلِ عمران میں ایک آیت ہے۔ وَاعْتَصِمُوا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ؎ اس کی تعمیل ان وقتوں کے مُسلمانوں نے اس طرح پر کی ہے کہ مسجدیں تک تقسیم ہو گئی ہیں ایک
کے پیچھے ایک کا نماز نہ پڑھ سکنا کیسا ایک فریق کی مسجد میں دوسرا فریق نماز نہیں پڑھ سکتا مصرعہ نہ یاں آئے
کوئی واں کا نہ واں جائے کوئی یاں کا ٭ فوجداریاں ہوتی ہیں جُرمانے دیتے ہیں مچلکے لیئے جاتے ہیں۔ میرے
متعارفین میں ایک خاندان ہے جس میں مقلدی اور غیر مقلدی کے اختلاف کی وجہ سے زن و شو میں مُخطم گھتّا
ہو گئی۔ نئے مذہبی فرقوں میں ایک فرقہ ہے جو نیچری کہلاتا ہے۔ یہ لوگ اکثر انگریزی خواں ہیں اور ان کے معتقدات
فلسفیوں کے سے ہیں ہر ایک بات میں رائے کو بہت دخل دیتے ہیں۔ باتیں تو بہت ہیں اور ہم کو کسی کیساتھ
مناظرہ کرنا نہیں اس واسطے کہ مناظرہ سے نہ کبھی کوئی بات فیصل ہوئی ہے نہ آیندہ ہو مگر چونکہ قرآن مجید میں
فرشتوں پر ایمان لانا ایمان باللہ کا جزو قرار دیا گیا ہے ہم کو مناظرہ کے طور پر نہیں بلکہ اپنا خیال ظاہر کرنے کے
لیئے بیان کرنا ضرور ہے کہ فرشتوں کے بارے میں عام اسلامی عقیدہ تو یہ ہے کہ فرشتے نور کے بنے ہوئے

؎ اور سب (ملکر) مضبوطی سے اللہ کے دین کی رسّی کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو
جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کی اور تم اُس کے فضل سے بھائی بھائی (ہو گئے اور
تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ) کے کنارے (آ لگے) تھے پھر اُس نے تم کو اُس سے بچا لیا اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول
کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ ۱۲ ٭

خاص مخلوق ہیں اُن میں نر و مادہ نہیں ہوتے۔ وہ جو جسمانی صورت چاہیں اختیار کر سکتے ہیں جبرئیل حاملِ وحی جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدمی بن کر بھی آتے رہے۔ فرشتوں کی طبیعتوں میں آدمی کی طرح بدی کا تقاضا نہیں وہ نیکی اور خدا کی فرماں برداری پر مجبول ہیں۔ غرض وہ شاہی چوبداروں کی طرح کے ہیں۔ فرشتے اور جن ایک دوسرے سے ملتے جُلتے ہیں اتنا فرق ہے کہ فرشتے نور سے بنے ہیں اور جن آگ سے اور جنّوں میں کا ایک جن شیطان بھی ہے۔ چونکہ اس طرح کی مخلوق دیکھنے میں نہیں آئی فلسفی جنّوں اور فرشتوں اور شیطان کسی کے قائل نہیں۔ فلاسفہ کے تمام اعتراضات اور اشتباہات پیدا ہوئے اس سے کہ اُنھوں نے قَالَ ﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ پر تو نظر کی نہیں "ہر کس را عقلِ خود بکمال و فرزندِ خود بجمال" کے مطابق براہِ خود پسندی اپنی معلومات کو جامع۔ اپنی عقل کو کامل۔ اپنے ذہن کو رسا فرض کر لیا اور جو بات سمجھ میں نہ آئی بجائے اسکے کہ اپنے قصورِ فہم کے معترف ہوں اور

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن

پر عمل کریں۔ لگے اُس کو جھٹلانے تا کہ فرمودہ خدا ﴿بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ﴾ پورا ہوا اور وہ پورا ہونا ہی تھا۔ فلسفی نے جو کچھ اپنی معلومات اپنی عقل اپنے ذہن کی نسبت سمجھا غلط سمجھا۔ "اَیا ز قدرِ خود بشناس"۔ اِس کی معلومات کا تو یہ حال ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے۔ انسانی معلومات کا ذخیرہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ نئی نئی چیزیں دریافت ہوتی جاتی ہیں جو پہلے لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔ کمالِ عقل اور رسائی ذہن کی یہ کیفیت ہے کہ آدمی پاس کے پاس اپنی روح کی حقیقت تو تا حدِ اطمینان دریافت نہیں کر سکا۔ اور دریافت کر بھی نہیں سکے گا اِسلیے کہ خدا نے ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾ فرما کر اُس کو اِس تفتیش سے روک دیا ہے۔ ایسا از خود بے خبر اسرارِ الٰہی میں جن کا شمار نہیں کیا دخل دے سکتا ہے۔ اور دخل دینا چاہے تو یہ اُس کی یاوہ سری ہے

تو کارِ زمیں را نکو ساختی ٭ کہ با آسماں نیز پرداختی ٭

مخلوقاتِ عالم پر نظر کرتے ہیں تو سارا جہان ایک حیرت کدہ دکھائی دیتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ عظیم الشان کارخانہ بایں حُسن و خوبی کیونکر موجود ہو گیا اور اس ربط و ضبط کے ساتھ کیونکر چل رہا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے مثال کے طور پر ایک آدمی کو لیتے ہیں کہ شروع میں مٹّی تھا پھر مٹّی سے نباتات کی شکل میں آیا پھر حیوان کی پھر آدمی کی بھلا مٹّی کو جیتے جاگتے چلتے پھرتے سوچتے سمجھتے آدمی سے کیا مناسبت۔ اِسی طرح کوئی سا پھلا پھولا درخت لو

---

[1] اور (تم لوگوں کو اسرارِ الٰہی میں سے) بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے ۱۲ [2] یہ لوگ لگے اُس چیز کو جھٹلانے جس کے سمجھنے پر اُن کو دسترس نہ ہوا اور ابھی تک اُس کی تصدیق کا موقع ہی اُن کو پیش نہیں آیا۔ اسی طرح اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں تو (اے پیغمبر) دیکھو (اُن) ظالموں کا کیسا (بُرا) انجام ہوا ۱۲ [3] اور (اے پیغمبر لوگ) تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو (ان سے) کہدو کہ روح (بھی) میرے پروردگار کا حکم ہے ۱۲ ٭

عقل نہیں کام کرتی کہ بیج نے یہ رنگ بو یہ ذائقہ یہ نقش و نگار یہ بن و توش کہاں سے پایا۔ ہمہ وقت ہزار ہا واقعات واقع ہوتے رہتے ہیں۔ اور بڑے سے بڑا بوجھ بجھکڑ آدمی بھی اُن کی لِم نہ آپ سمجھتا ہے اور نہ سمجھا سکتا ہے۔ ایک فارسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ہر کس نہ شناسندہ راز ست و گر نہ	اینہا ہمہ راز ست کہ معلوم عوام است

خواجہ حافظ شیراز فرماتے ہیں اور خوب فرماتے ہیں۔

سخن از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمّا را

عربی کا مشہور شاعر متنبی کہہ گیا ہے۔

کُلُّ مَالَمْ یَکُنْ مِنَ الصَّعْبِ فِی الْاَنْفُسِ	سَہْلٌ فِیْمَا اِذَا ھُوَ کَانَا

اسی طرح کے مضامین ہیں جن کی وجہ سے شعر اکو تلامذۃ الرحمن کہا جاتا ہے۔ یہ خیالات دل میں جاگزیں ہوں تو ایک صحیح العقل سلیم الفطرت آدمی اشتباہ و اعتراض کا نام بھی نہیں لے سکتا۔ وہ جدھر آنکھ اُٹھا کر دیکھے گا ایک سے ایک عجیب چیز اُسے دکھائی دے گی۔ اور وہ بے اختیار بول اُٹھے گا رَبَّنَا[۱] مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ پھر فلسفی جو ازل اور ابد کے قلابے ملاتے اور ہر ایک چیز میں رائے زنی کرتے ہیں اور اُن کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ لوگ جہان کے بنانے پیدا کرتے وقت خدا کے صلاح کار تھے مَا[۲] اَشْھَدْتُّھُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِھِمْ وَمَا کُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا غرض فلسفی بڑے لمبے چوڑے دعووں کے ساتھ عجائباتِ دُنیا کے متعلق وثوق کے ساتھ کوئی بات بھی نہیں کہہ سکتے مَا لَھُمْ[۳] بِذٰلِکَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ۔ ہاں اٹکلیں دوڑاتے ہیں کہ مثلاً آدمی کے جدِّ امجد بندر رہے ہوں گے اچھا یوں ہی سہی۔ مگر اس سے زندگی کا معمّا تو حل نہیں ہوتا ؎

ہیچ دارو مرز ساقی دیر	می ببین و مکن حوالہ بر غیر
این نقش کہ دانیش بنو نہ	کنہش زدہ بغل واز گونہ

ہم ایک موٹی سی بات پوچھتے ہیں کہ ایک پہیلی مرغی اور انڈے اور درخت اور بیج کی ہے کہ ان میں سب سے پہلے توالد و تناسل کیوں کر شروع ہوا انڈے اور بیج کو جڑ قرار دو تو مشکل اور مرغی اور درخت کو اصل ٹھیراؤ تو مشکل اسی سے ثابت ہے کہ نیچر کے اصول ضرور ازلی نہیں اور ممکن ہے کہ ابدی بھی نہ ہوں کوئی بدعقل جو خدا ہی کا قائل نہیں اس قسم کے اعتراضات اور اشتباہات کرے تو ایک بات بھی ہے بڑا تعجب اور افسوس تو اس وقت ہوتا ہے۔

---

[۱] اے ہمارے پروردگار تو نے اس (کارخانۂ عالم) کو بے فائدہ (تو) نہیں بنایا تیری ذات (ایسے فعل عبث کے کرنے سے) پاک ہے (اور یہ کارخانہ خبر دے رہا ہے کہ آخرت میں نیکی کی جزا و بدی کی سزا ہونی ہے) تو اے ہمارے پروردگار ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو ۱۲

[۲] ہم نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرتے وقت بلکہ خود شیاطین کے پیدا کرتے وقت بھی شیاطین کو (اپنی مدد کے لئے) نہیں بلایا اور ہم (کچھ گئے گزرے) نہ تھے کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا (قوتِ) بازو بناتے ۱۲

[۳] ان کو معاملۂ تقدیر کی کچھ خبر تو ہو نہیں نری اٹکلیں دوڑا رہے ہیں ۱۲

جب کوئی آدمی خدا کو مان کر کہتا ہے کہ فرشتوں اور جنّوں اور شیطان کا ہونا میری سمجھ میں نہیں آتا اور اسی لیے مجھے ان کا ہونا تسلیم نہیں یا میں کسی معجزے کے وقوع کو باور نہیں کرتا یا میں کسی دعا کا معتقد نہیں کہ وہ حصولِ مدعا کا سبب ہو سکتی ہے یا یہ کہ گناہ نزولِ عذاب کا سبب ہوا ہے یا ہو سکتا ہے۔ یا جنت اور دوزخ اور قیامت کی وہی حقیقت ہے جو مذہبی کتابوں میں بیان کی جاتی ہے یا آفرینش کا سلسلہ اُسی طرح پر شروع ہوا ہی جیسا آسمانی کتابوں میں لکھا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بات اس کی سمجھ سے باہر ہی اور اسی وجہ سے اُس کو انکار رہے۔ تو ہم نہیں سمجھتے کہ خدا کو اس نے کیونکر سمجھ لیا اور خدا کو سمجھ لیا تو پھر اس کو کسی چیز کسی بات پر تعجب اور انکار کا کیا حق باقی رہا۔ گڑ کھاؤں گلگلوں سے پرہیز۔ ہاں اس کو اس بات سے اپنا اطمینان کر لینا ہوگا کہ جو بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی وہ خدا کی اُتاری ہوئی کتاب میں بھی ہے یا نہیں۔ خدا کے رسول نے بھی فرمائی ہے یا نہیں۔ اگر خدا کی اُتاری ہوئی کتاب میں ہے یا خدا کے رسول نے فرمائی ہے تو سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس کو بے چون وچرا ماننی پڑیگی اور توجیہ وتاویل کی اجازت نہیں دی جائے گی نہ یہ کہ سمجھ میں نہ آنے کا عذر کر کے پہلے سے منکر ہو بیٹھے اور فرمودۂ خدا اور رسول ہونے کی طرف سے اطمینان کرنے کے اُوپر بہت سے رستے ہیں ؎

کین راہ کہ تو میروی بترکستانست	ترسم نرسی بکعبہ ای اعرابی

بات یہ ہے کہ دلوں سے دین و مذہب کی وقعت اُٹھ گئی ہے اور دُنیا کی چند روزہ زندگی اور خوشحالی نے آدمی کو خدا کی جناب میں مغرور اور گستاخ کر دیا ہے دین کو ہنسی کھیل بنا رکھا ہے قرآن کو ناولوں اور اساطیر الاولین کی طرح بے پروائی اور بے باکی کے ساتھ پڑھتے ہیں اصل مطلب کی طرف توجہ نہیں بات بات میں لایعنی خدشے واقع ہوتے ہیں خدا تعالیٰ جلّ وعلا شانہ نے قرآن کے حق میں فرمایا ہے[1] لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ مسلمانو! انصاف کرو کہ کون آدمی قرآن کا اتنا ادب ملحوظ رکھ کر قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ خدا کی عظمت اُس کے کلام کی وقعت دل میں ہو تو ایسے لغو اور بیہودہ اعتراض ذہن میں آ ہی نہیں سکتے۔ قرآن خدا نے بندوں پر اُن کے اخلاق کی درستی اُن کے معاملات کی اصلاح کے لیے اُتارا ہے پس تلاوت کرتے وقت اس مطلب کو پیشِ نظر رکھو اور ایمان کو ڈانواں ڈول مت ہونے دو اس محل پر مجھکو ایک حکایت یاد آئی کہ میرے شناساؤں میں ایک شخص کلکٹری کے سررشتہ دار تھے اتفاق سے اُن کو ایک کلکٹر سے پالا پڑا جو غصیلا اور بدزبان تھا جتنی دیر سررشتہ دار پیشی میں رہتے کلکٹر اُن کو سر اجلاس سخت وسُست کہا کرتا اور یہ چُپ آخر کار کسی عملہ نے سررشتہ دار کو غیرت دلائی تو انھوں نے کہا میں تو ہمہ تن گوش ہو کر حکم سُنتا رہتا ہوں میں نے کبھی خیال نہیں کیا کہ صاحب مجھے کن لفظوں سے خطاب کرتے ہیں۔ قرآن کا استماع اس طرح کا استماع تو ہو ؎

[1] (اے پیغمبر) اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اُتارا ہوتا (اور آدم کی طرح اُس کو شعور بھی ہوتا) تو تم اُس کو دیکھ لیتے کہ خدا کے ڈر کے مارے جُھک گیا (ہوتا اور) پھٹ پڑا ہوتا اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ سوچیں (سمجھیں) ۱۲

کر فزوں پر از خدا بہتر سجدے		ہچنان کز ملک ملک بو وے

سجدے ہیں پائے خم سے پہ ہی کس لطف سے مست
یُوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے مزے

ہمارا کہنا یہ ہے کہ جس طرح آنکھیں دیکھنے کے لئے ہیں اسی طرح عقل سوچنے سمجھنے کے لئے تو جس طرح ہم تاریکی میں آنکھوں کو دیکھنے کی تکلیف نہیں دیتے۔ بعینہٖ اسی طرح غوامض اسرار حکمت الٰہی میں عقل کو غور کرنے کی تکلیف دینی نہیں چاہیے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ؁

ایمان بالیوم الآخر

ایمان بالیوم الآخر

اب ایک بات رہ گئی ہے یعنی روز آخرت پر ایمان لانا۔ ایمان کا سلسلہ اس طرح پر ہے کہ پہلے آدمی خدا کا قائل ہو پھر اس کا کہ وہ نیکی سے خوش اور بدی سے ناخوش ہوتا ہو اور نہ صرف یہ کہ خوش اور ناخوش ہو کر رہ جاتا ہے۔ بلکہ نیکوں کو ثواب اور بدوں کو سزا دیتا ہے کبھی تو دنیا ہی میں نیکی اور بدی کا نتیجہ مل جاتا ہے۔ اور کبھی خدا اپنی مرضی سے روز آخرت پر موقوف رکھتا ہے جب کہ دنیا کا سارا کارخانہ اُٹھا دیا جائے گا اور نیکی بدی کا حساب ہو کر آخیر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ نیک بندے جنت میں ہوں گے۔ اور نافرمان گنہگار دوزخ میں ہم مسلمانوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ روز آخرت کے فیصلے کے بعد جو زندگی ہوگی۔ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ دنیا میں پھر آنا نہیں۔ ایک طرف تو قیامت کے ہونے کا یقین ایسا ضروری عقیدہ ہے کہ دین و مذہب کی ساری عمارت اسی ایک ستون پر قائم ہے۔ قیامت کے خیال کو دل سے نکال دو تو گویا ہوا کی طرح انکار کی ایک پھونک دین و مذہب کی تمام بنیادوں کو توڑ تا ڑ زیر و زبر کر دے۔ دوسری طرف قیامت اپنی ذات سے ایسا معاملہ ہے کہ اس کے وقوع کا ثبوت رہتی دنیا تک مل ہی نہیں سکتا جس سے دل کو اطمینان ہو اس لئے کہ ثبوت کسی قسم کا بھی ہو آخر کار معاینے اور مشاہدے پر جا کر منتہی ہوتا ہے اور یہاں معاینے اور مشاہدے کا موقع ہی نہیں۔ لے دے کر دلیل کہو ثبوت کہو دل کی گواہی کہ ایک عالم سمجھ رہا ہے کہ آدمی مرنے سے فنا نہیں ہوتا یہی خیال دنیا میں نیکوکاری اور حسن معاشرت کا بڑا ضامن ہے۔ اسی خیال نے بڑے بڑے شاطر مجرموں سے جن پر تخویف اور تطمیع اور تعذیب کی تدبیریں بے اثر محض ثابت ہوئیں ارتکاب جرم کا اقرار کرا چھوڑا ہے۔ اسی خیال پر لوگ مال اور جان جیسی عزیز چیزیں قربان کر دیتے ہیں یہی خیال دردمند کی تسلی ہے اور یہی خیال دنیا میں امن کا باعث ہے اور اسی کا نام ہے فطرۃ جو تمام دلیلوں سے بڑی دلیل اور تمام ثبوتوں سے بڑا ثبوت ہے۔ ہے شک سمجھ میں نہیں آتا کہ ہزاروں برس کے مردے جن میں سے بعض سمندر میں ڈوبے اور اُن کو مچھلیاں کھا گئیں اور بعض پارسیوں کے دخمے میں رکھ دیئے گئے اور چیلوں اور گدھوں نے اُن کی بوٹیاں نوچ کھائیں اور بعض مدفون قبر ہو کر مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ[1] کے مصداق ہوئے کیسے جلا اُٹھائے جائیں گے اور جلا اُٹھایا جانا ہی کیسا بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ

[1] (لوگو) اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور (مرنے پیچھے) اسی میں تم کو لوٹا کر لائیں گے ۱۲ بلکہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور (ٹھیک اصلی) ٹھکانے

تُسَوِّیَ بَنَانَہٗ۔ یہی وہ استبعاد تھا جس کو منکرین قیامت یہ کہہ کر ظاہر کرتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ جیسا استبعاد تھا ویسا ہی جواب ملا تھا اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ ھُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ جواب کی تشریح اس طرح پر ہے کہ آدمی شروع میں مٹی تھا مٹی سے نباتات کی جون میں آیا۔ نباتات سے حیوانات میں جنم لیا۔ نباتات اور حیوانات آدمی کی غذا ہوئے۔ غذا سے نطفہ بنا نطفے سے بہت سے تبدلات کے بعد آدمی۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تُبْعَثُوْنَ۔ عالم کے ذرے ذرے میں خدا کی قدرت کے ایسے بہت سے کرشمے ہیں مگر ہم کو اُن کرشموں کے دیکھنے کی عادت سی ہو گئی ہے اس وجہ سے ہم اُن کا استبعاد نہیں کرتے حشر بعد الموت بھی اسی طرح کا ایک کرشمہ ہے اور ہم کو اس کے استبعاد کرنے کا کوئی حق نہیں اور یہی تمام ہوا ایمان بالآخرۃ۔ ف۔ مودۂ خدا کے اقتضام سے اور تمام بنی آدم کے تعامل سے اس یقین کو تقویت ہوتی ہے اور غفلت اور بے فکری سے کمزوری قیامت کا انکار متفرع ہے اس پر کہ ہم نے روح کی حقیقت کو نہیں جانا روح اور جسد کے تعلق کو نہیں پہچانا۔ خدا کی قدرت کی وسعت کا ٹھیک اندازہ نہیں کیا ؎

ایمان بالقدر

رہا مسئلہ تقدیر تو یہ ایسا مشکل مسئلہ ہے کہ عوام تو عوام اکثر خواص بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ سارا اشکال خود آدمی کی خاص طرح کی بناوٹ کا ہے کہ آدمی نہ تو کنکر پتھر کی طرح مجبور محض ہے جہاں پڑا پڑا ہے کوئی اس کو جگہ سے ہلائے تو ہلے اور نہ با اختیار مطلق ہے کہ جو چاہے کر گزرے۔ آدمی کی اس حالت کو پیش نظر رکھ کر تقدیر کے معنے سمجھنے کے ہیں۔ تقدیر کی نسبت لوگوں کا عام خیال تو یہ ہے کہ آدمی کو بھلا برا جو کچھ پیش آتا ہے اور جو کچھ پیش آنے والا ہے پہلے سے خدا نے اس کے لئے ٹھیرا دیا ہے یہاں تک کہ اس کا جنتی اور دوزخی ہونا بھی دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنے ہیں کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے اپنے اختیار سے نہیں کرتا اور اسی لئے نیکی کی جزا کا مستحق

لے کیا (واقع میں) جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ گئے کیا ہم (قیامت میں دوبارہ) اُٹھا کھڑے کئے جائیں گے ۱۲ ؎ کیا ہم اول دفعہ پیدا کرنے میں تھک گئے (کہ قیامت میں دوبارہ پیدا نہیں کر سکیں گے نہیں) بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ (خلاف عادت ازسرنو پیدا کرنے کی طرف سے شک میں (پڑے) ہیں ۱۲ ؎ اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا پھر ہم ہی نے اس کو حفاظت کی جگہ (یعنی عورت کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم ہی نے نطفہ کا لوتھڑا بنایا پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بوٹی بنائی پھر ہم ہی نے بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر (آخرکار) ہم ہی نے اس کو (گویا بالکل) دوسری ہی مخلوق (کی صورت میں) بنا کھڑا کیا تو سبحان اللہ خدا بڑا ہی بابرکت ہے جو (سب) بنانے والوں میں بہتر بنانے والا ہے۔ پھر (لوگو!) اس کے بعد تم (سب) کو مرنا ہے پھر قیامت کے دن تم (سب) اُٹھا کھڑے کئے جاؤ گے ۱۲ ؎

اور بدی کی سزا کا مستوجب بھی نہیں۔ بے شک کٹ حجتی کے لئے بڑی گنجائش ہے۔ اور اس خیال کی تائید میں بہت سی باتیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے انسان کی مجبوری ظاہر ہوتی ہے۔ مگر یہ لوگ انسانی زندگی کے دوسرے پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور نہیں دیکھتے کہ انسان کچھ اختیار بھی رکھتا ہے۔ اور اسی اختیار کی بنا پر وہ دنیا میں اپنے افعال کا جواب دہ سمجھا جاتا ہے۔ دُنیا میں یہ قاعدہ جاری ہے تو آخرت میں کیوں نہ ہو۔ دنیا اور آخرۃ میں نقل اور اصل کی نسبت ہے اور ایک کا دوسرے کے مطابق ہونا ضرور ہے۔ اچھا پھر تقدیر کو کیا سمجھنا چاہیئے۔

تو لفظِ تقدیر نکلا قدر سے جس کے معنے اندازے کے ہیں پس تقدیر کے معنے اندازہ ٹھیرانے کے ہوئے جو معنے اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ[1] کے ہیں وہی معنے تقدیر کے ہیں۔ اِس کو ایک مثال سے بآسانی سمجھو گے۔ ہم نے ایک درزی کو کپڑے کا تھان دیا کہ اس میں سے جتنے بن سکیں ہمارے کُرتے بنا دو۔ تو درزی پہلے آگا پیچھا کلیاں چوبغلے آستینیں ہر ایک چیز کا اندازہ کرلیتا ہے تب قطع کرتا ہے لغت کی رُو سے اسی کا نام ہے تقدیر۔ معمار تعمیر سے پہلے مکان کا نقشہ بناتا ہے۔ بڑھئی چوکی کے لئے لکڑی کی تراش کا اندازہ کرتا ہے۔ یہ سب تقدیر ہے۔ اسی طرح خدا نے جو چیز بھی پیدا کی ایک اندازے کے ساتھ پیدا کی یہی اُس چیز کی تقدیر ہوئی۔ دوسری مخلوقات کیساتھ ایک تقدیر انسان کی ہے کہ اُس کی دو آنکھیں ہیں دو کان دو ہاتھ دو پاؤں ایک ناک۔ وہ خاص ایک خاندان میں خاص ملک میں خاص زمانے میں پیدا ہوتا اور ایک خاص وقت تک خاص حالت میں زندہ رہ کر آخر کو دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ انسان پر جو حالتیں گزرتی ہیں اُن میں سے بہت سی باتیں ہیں جن میں انسان کے ارادے انسان کی رائے انسان کی تدبیر کو کچھ دخل نہیں ایسی ہی باتوں میں اس معنے کر تقدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے جو لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں بندگی و بیچارگی۔ فطرت اللہ میں نکتہ چینی کرنا فسادِ عقل اور کم مغزی کی دلیل ہے مثلاً یہ کہ آدمی کو پرندوں کی طرح پرواز کی قدرت کیوں نہیں دی یا جیسا کہ تیز خوردبین میں دیکھا جاتا ہے کہ مکھی کے چھوٹے سے مچھتے میں ہزاروں آنکھیں ہیں آدمی کس لئے اس نعمت سے محروم رکھا گیا۔ پس اس صورت میں تقدیر پر ایمان لانیکے یہ معنے ہیں کہ مخلوقاتِ عالم کو خدا نے جیسا چاہا بنایا اور بہت درست بنایا[2] اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی۔ لیکن اس میں تو کچھ جھگڑا نہیں۔ جھگڑے کی بات تو یہ ہے کہ انسان اپنی ذات سے کچھ بھی نہیں۔ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جس میں پالی مرتا ہے۔ اسی عقیدے نے مسلمانوں کی دُنیا کو تباہ اور برباد کیا۔ ایک وقت تھا کہ مسلمان روئے زمین پر کوس لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ بجاتے تھے اور تہذیب اور شائستگی اور فضائل میں کوئی قوم اِن کو لگا نہیں کھاتی تھی یا اَب یہ وقت ہے کہ دوسروں کے غلام ہیں۔ اور غلام بھی ہیں تو نکمّے نکھٹو اَبْکَمُ[3] لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰہُ اَیْنَمَا یُوَجِّھْہُ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ۔ اے نام معدودے چند سلطنتیں بھی ہیں تو اگر مانند مانند شبے دیگرے نے مانند۔ یہ سب اِس لئے کہ مُسلمان تقدیر پر بھروسہ کرکے حسب اقتضائے وقت اپنے تئیں سنبھالنے

[1] ہم نے تمام چیزوں کو ایک اندازے کیساتھ پیدا کیا ہے ۱۲ [2] ہر مخلوق کو اُس کی (خاص طرح کی) بناوٹ عطا فرمائی پھر اُس کو (اُن اغراض خاص کے پورا کرنے کی) راہ دکھائی ۱۲ [3] گونگا اور گونگا ہونے کے علاوہ وہ پرایا غلام کہ خود) کچھ نہیں کرسکتا اور (گونگے ہونیکی وجہ سے) وہ اپنے آقا کا بار خاطر بھی ہو کہ جہاں کہیں اس کو بھیجے اس سے کچھ بھی ٹھیک نہیں بن آتا ۱۲

کی کوشش نہیں کرتے۔ اور عقیدۂ تقدیر نے اُن کو مایوس اور اپاہج اور از کار رفتہ کر دیا ہے۔ اگلے مسلمان جو معراج الکمال ترقی پر پہونچ گئے تھے وہ بھی تقدیر کے قائل تھے مگر کوشش کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ کامیابی اُن کی تقدیر میں ہے اور تقدیر ہی اُن سے کوشش کرا رہی ہے۔ اس پر بھی احیاناً اگر اُن کی سعی نامشکور ہوتی تھی۔ تو نامشکوری سعی محرک ہوتی تھی سعی مزید کی۔ غرض وہ کسی حالت میں ہمت نہیں ہارتے تھے۔ اِنۡ یَّمۡسَسۡکُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُہٗ ؕ وَ تِلۡکَ الۡاَیَّامُ نُدَاوِلُہَا بَیۡنَ النَّاسِ [۱] اب کے مسلمان پہلے ہی سے آس توڑ بیٹھے اور بے ہاتھ پاؤں ہلائے سمجھے ہوئے ہیں کہ خدا ہی اِن کی بہتری نہیں چاہتا ؎

مزن فال بد کآورد حال بد	مبادا کسے کو زند فال بد

ہم نے مدتوں اِس کو سوچا کہ مسلمانوں نے تقدیر کا محل غلط کہاں سے لیا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ قرآن میں ایسی بھی بہت آیتیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہدایت اور ضلالت دونوں خدا کی طرف سے ہیں آدمی کے اختیار کی بات نہیں جیسے [۲] اِنَّکَ لَا تَہۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اور [۳] یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اور [۴] فَمَنۡ یَّہۡدِیۡ مَنۡ اَضَلَّ اللّٰہُ اور [۵] خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَ عَلٰی سَمۡعِہِمۡ ؕ وَ عَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ اور [۶] اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فَاَصَمَّہُمۡ وَ اَعۡمٰۤی اَبۡصَارَہُمۡ اسی طرح ایسی بھی آیتیں ہیں جن سے آدمی کا بااختیار ہونا پایا جاتا ہے جیسے [۷] اِنۡ تَکۡفُرُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ حَمِیۡدٌ اور [۸] وَ نَفۡسٍ وَّ مَا سَوّٰىہَا فَاَلۡہَمَہَا فُجُوۡرَہَا وَ تَقۡوٰىہَا اور [۹] اِنَّا ہَدَیۡنٰہُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا اور [۱۰] فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّ مَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ اور [۱۱] بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِہٖ بَصِیۡرَۃٌ ۙ وَّ لَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَہٗ دونوں قسم کی آیتوں کے ملانے سے انسان کی اصلی حالت ظاہر ہوتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان فاعل بااختیار ہے مجبوری ہے تو یہ ہے کہ نہ وہ اپنے ارادے سے پیدا ہوا اور نہ اُس نے اختیارات کی جیسے کچھ بھی ہیں درخواست کی۔ دوسرے یہ کہ آدمی ارادے کا اختیار رکھتا ہے ارادے کا نافذ کرنا اُس کے بس کی بات نہیں نتیجہ جو وہ چاہتا ہے ہو بھی اور نہ بھی ہو۔ مثلاً آدمی نے

---

[۱] اگر تم کو (اس لڑائی میں شکست کی) کھرونچ لگی تو بے دل مت ہو کیونکہ جنگ بدر میں) طرف ثانی کو بھی اس طرح کی کھرونچ لگ چکی ہے اور یہ اتفاقات وقت ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں ۱۲ [۲] اے پیغمبر اپنی خواہش کے مطابق تم جس کو چاہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے ۱۲ [۳] جس کو چاہتا گمراہ کرتا اور جس کو چاہتا ہدایت دیتا ہے ۱۲۔ [۴] تو جس کو خدا گمراہ کرے اُس کو کون راہِ راست پر لا سکتا ہے ۱۲ [۵] اُن کے دلوں پر اور اُنکے کانوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور اُنکی آنکھوں پر پردہ (پڑا) ہے ۱۲ [۶] یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی اور اُن کو (حق بات کے سننے سے) بہرا اور (راہ راست کے دیکھنے سے) اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے ۱۲ [۷] اگر تم اور جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں وہ سب کے سب مل کر بھی) خدا کی ناشکری کرو تو خدا کو ذرا بھی پروا نہیں کیونکہ وہ بے نیاز (اور ہر حال میں) سزاوار حمد (و ثنا) ہے ۱۲ [۸] اور انسان کی اور (اُس ذات کی قسم) جس نے اُس کو (ایسا) درست بنایا پھر اُسکی بدکاری اور پرہیزگاری (دونوں) باتیں اُس کو سمجھا دیں ۱۲ [۹] (پھر ہم نے اُس کو (دین کا) راستہ بھی) دکھا دیا پھر اب دو قسم کے آدمی ہیں) یا تو شکرگزار ہیں (یعنی مسلمان) یا ناشکر (یعنی کافر) ۱۲ [۱۰] پس جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے ۱۲ [۱۱] بلکہ (خود) انسان اپنے مقابلے میں حجت ہے گو وہ (اپنے تئیں بے قصور ثابت کرنے کے لیے

چوری کی نیت سے ایک گھر کو تاکا آلات سرقہ لے کر چلا وہاں جاکر دیکھا کہ لوگ جاگ رہے ہیں ناکام واپس آیا۔ حاکم ظاہر اس کو سزا نہیں دے سکتا کیونکہ چوری نہیں ہوئی۔ مگر وہ چوری کا ارادہ کرنے سے عنداللہ چور ٹھیرا۔ یہ ہیں معنے اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ کے۔ ایک مشکل خدا کے عالم الغیب ہونے کی ہے کہ وہ اس سے پہلے کہ آدمی عرصۂ ہستی میں آئے ایک ایک فرد بشر کے جزو و کل حالات سے واقف ہے کہ فلاں آدمی فلاں جگہ فلاں خاندان میں فلاں وقت پیدا ہوگا اتنے دن جئے گا اور اسکو یہ یہ واقعات پیش آئیں گے اور آخر کار قانونِ الٰہی یعنی قرآن کی رو سے جنتی ہوگا۔ یا دوزخی۔ یہ تو ظاہر ہی کہ خدا کا علم غلط نہیں ہو سکتا ضرور ہے کہ ایک ایک بات خدا کے علم کے مطابق واقع ہو اس سے بھی لوگ انسان کی مجبوری استنباط کرتے ہیں ایک بھلے تن ہندو نے ایک دوہا کہا ہے کہ ؎

نپ وہ کیں کیوں بھٹکرائی	بن کینے لکھہ لین پرائی

لیکن یہ استنباط غلط ہے ایک طبیب حاذق بھی ایک مریض کی نسبت جانتا ہے کہ وہ بد پرہیز ہے ضرور بد پرہیزی کرے گا اور مرے گا اور وہ بد پرہیزی کرتا اور مرتا بھی ہے لیکن طبیب نے اس کو بد پرہیزی کرنے اور مرنے کا حکم نہیں دیا۔ غرض تقدیر کی بحث بے طرح دقیق اور اسی وجہ سے شارع نے اس میں کرید کرنے کی مناہی بھی فرمائی ہے۔ ہم نے قرآن کا ترجمہ کرتے وقت تین مقام پر تین فائدے بھی لکھے ہیں اُن تینوں کو اس جگہ نقل کئے دیتے ہیں شاید فہم مطالب میں ان سے کچھ مدد ملے۔

پارۂ تلک الرسل کے آغاز کی آیۃ ولو شاء اللہ ما اقتتلوا ولکن اللہ یفعل ما یرید کے ذیل میں لکھا ہے۔ "مطلب یہ ہے کہ خدا چاہتا تو تمام بنی آدم کی طبائع ایک ہی طرح کی ہوتیں تو اُن میں اختلاف بھی نہ ہوتا لیکن اس نے حق و باطل دو چیزیں بنائیں آدمی کو حق و باطل کی تمیز دی و تمیز کے علاوہ اختیار کہ حق کا رستہ اختیار کرے یا باطل کا آدمی کا با اختیار پیدا کرنا خدا کا فعل ہے اور حق و باطل کی تمیز کرنا اور ایک کو لینا اور دوسرے کو چھوڑنا آدمی کا"۔

دوسرا فائدہ پارۂ والمحصنت کے آیۂ مَا اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک کے متعلق لکھا ہے اور وہ یہ ہے "اس سے پہلی آیت میں فرمایا کہ (نفع ہو یا نقصان) سب اللہ کی طرف سے ہے اور یہاں فرماتے ہیں کہ فائدہ اللہ کی طرف سے اور نقصان بندے کی طرف سے ظاہر ان دونوں باتوں میں مخالفت سی معلوم ہوتی ہے اور کلام الٰہی میں یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ ایک سانس میں کچھ اور دوسرے سانس میں کچھ چنانچہ تھوڑی دور آگے چل کر فرماتے بھی ہیں ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا سو جو لوگ انسان کو فاعل مختار نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ آدمی بُرا یا بھلا جو کچھ بھی کرتا ہے خدا کے کرانے سے کرتا ہے یہ لوگ ان دو مخالف باتوں میں اس طرح وجہ توفیق پیدا کرتے ہیں جیسے حافظ شیراز کہہ گئے ہیں کہ ؎

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ
تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من است

یعنی نفع ہو یا نقصان۔ ہے تو سب کچھ خدا کی طرف سے مگر ادب کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ نقصان۔ اور گناہ کو اپنی طرف منسوب کرے اور باوجود بے اختیاری کے قصور کا معترف ہو لیکن یہ بات ہمارے دل کو تو لگتی نہیں۔ ہم تو آدمی کو فاعل مختار اور نیک و بد کا ذمہ دار مانتے اور اس قاعدے کو دنیا اور دین دونوں کے انتظام کا مدار سمجھتے ہیں ان دو مخالف باتوں میں واقعی وجہ توفیق پوچھو تو یہ ہے کہ خدا نے دنیا کے انتظام کا ایک قاعدہ ٹھیرا دیا ہے ہر چیز اور ہر واقعے کا ایک سبب ہوتا ہے اور ہر سبب کا ایک نتیجہ۔ اور اسی سے یہ جہان عالم اسباب کہلاتا ہے جیسے مثلاً حاکم ظاہر نے ایک قانون بنا دیا۔ اور اس میں چور کی سزا تجویز کر دی۔ آتنے برس قید۔ زید نے چوری کی اور جیلخانے بھیجا گیا۔ کہنے میں تو یوں آتا ہے کہ حاکم نے قید کیا مگر حقیقۃً میں زید نے آپ اپنے کو قید کرایا نہ چوری کرتا نہ جیلخانے جاتا۔ پس حاکم کا زید کو قید کرنا اور زید کا خود اپنے تئیں قید کرانا اپنی اپنی جگہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں"

تیسرا فائدہ سورۂ انعام کے رکوع ۱۸ آیۂ قُل فَلِلّٰہِ الحُجَّۃُ البَالِغَۃُ فَلَو شَآءَ لَھَدٰکُم اَجمَعِینَ کے ذیل میں لکھا ہے کفار مکہ جب دلیل سے عاجز آتے تو مشیتِ الٰہی کی بحث نکال کھڑی کرتے لیکن وہ مرضی اور مشیت میں فرق نہیں کرتے تھے خدا نے اس آیت میں مرضی اور مشیت کا فرق نہایت عمدہ طور پر دکھایا ہے۔ کہ جو خدا کی مرضی تھی وہ پیغمبروں کے ذریعے سے ظاہر کر دی گئی اور لوگوں کو اختیار دیا گیا کہ نیک راہ اختیار کریں یا بُری راہ چلیں۔ جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور دیدہ و دانستہ بُری راہ اختیار کی تو وہ ملزم ٹھیرے اور خدا کی حجت اُن پر تمام ہوئی مشیتِ الٰہی سے اور اس سے کچھ تعلق نہیں مشیتِ الٰہی بالکل دوسری چیز ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خدا چاہتا تو سب راہِ راست پر چلتے۔ مگر اس نے چاہا کہ لوگ اپنے ارادے سے راہِ راست اختیار کریں تو لوگوں کے افعال سے مشیتِ الٰہی متعلق نہیں ہے بلکہ اُن کی اپنی مشیت متعلق ہے یعنی مشیتِ الٰہی تھی کہ لوگ اپنی مشیت سے بُرا یا بھلا کریں "۔

اب ان سب باتوں کے اخیر میں ہم ناظرین کو ایک نہایت ضروری بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ ایمان اور اسلام دو لفظ ہیں بولنے میں مرادف یکدگر بولے جاتے ہیں۔ یعنی ایک ہی معنی میں ان کا استعمال ہوتا ہے مگر جو فرق ایمان و اسلام میں ہے وہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے قَالَتِ الاَعرَابُ اٰمَنَّا قُل لَّم تُؤمِنُوا وَلٰکِن قُولُوٓا اَسلَمنَا وَلَمَّا یَدخُلِ الاِیمَانُ فِی قُلُوبِکُم ۔ عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے (اے پیغمبر) ان سے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے (ہاں) یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دلوں میں گذر تک بھی نہیں ہوا۔ اسلام اعمال ظاہر سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ایمان دل سے پس جو شخص ظاہر میں مسلمانوں کے سے کام کرتا ہے۔ مثلاً ہمارے قبلے کی طرف نماز پڑھتا ہے ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے یعنی اُس کا ظاہر مسلمان ہے چاہیئے کہ ہم اُس کو مسلمان سمجھیں یہی مضمون شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے نہایت عمدگی سے اس قطعے میں ادا کیا ہے قطعہ

ہر کہ را جامہ پارسا بینی	پارسا دان و نیک مرد انگار

وزندانی کہ در نہانش چیست	محتسب را درونِ خانہ چہ کار

اور اسی مضمون کی توضیح ہماری اُس تحریر سے بھی ہو سکتی ہے جو ہم نے آیۂ قالت الاعراب امنا۔ الخ کے فائدے میں کی ہے چنانچہ وہاں لکھا ہے کہ "ایمان دل سے علاقہ رکھتا ہے۔ اور خدا کے سوا دوسروں کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی اور اسلام افعالِ ظاہر سے تعلق رکھتا ہے ایک شخص مسلمانوں کی سی وضع رکھتا اور مسلمانوں کے ساتھ کھاتا پیتا اور اپنے تئیں مسلمان کہتا ہو شرع جو ظاہر پر حکم کرتی ہے اُس کی رُو سے وہ مسلمان سمجھا جائے گا۔ گو ممکن ہے کہ اُس کے دل میں ایمان نہ ہو۔ اس آیت میں اسلام اور ایمان کا فرق جتانا مقصود ہے۔ سخت افسوس ہے کہ آج کل کے مسلمانوں میں یہ فساد کثرت سے شائع ہو گیا ہے۔ کہ بات بات میں مسلمانوں کو کافر بنا دیتے ہیں حالانکہ شریعت کی رُو سے کسی کو حق نہیں کہ مسلمان بھائی کو گروہِ اسلام سے خارج کرے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر مسلمانوں کے گروہ کے بڑھانے کی تدبیروں میں لگے رہے اور مسلمانوں کے گروہ میں داخل کرنے کے لئے حیلے ڈھونڈتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے اُباھی بکم الامم کہ تمام پیغمبروں میں میں ایسا پیغمبر ہوں جس کی اُمت آخرت میں سب اُمتوں سے زیادہ ہوگی۔ اس کے برخلاف اب مسلمانوں کو گروہِ مسلمانوں سے خارج کرنے کے لئے حیلے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا ✦ خدا کے نزدیک مُسلم سے مومن کا درجہ بڑا ہے کیونکہ اعمالِ ظاہر کبھی دکھاوے کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ اور ہمارے اِن وقتوں میں بہت سے لوگ ایسے ملیں گے جو جتھے اور برادری کے خوف سے مسلمانوں کا سا ظاہر رکھتے ہیں مگر جس کو ایمان کہتے ہیں وہ اُن کے دل میں نہیں۔ ان کے برخلاف کچھ لوگ ظاہر خراب باطن بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ شریعت ظاہر پر حکم کرتی ہے۔ ہم تو لوگوں کے ظاہر حال ہی پر فیصلہ کر سکتے ہیں اور باطن کی خبر خدا کو ہے جس طرح ایمان اور اسلام دو چیزیں ہیں اسی طرح کفر بھی دو طرح کا ہے۔ کفرِ ظاہر اور کفرِ باطن۔ غرض کسی کے ظاہر کو شعارِ اسلام کے خلاف دیکھ کر اُس کو کافر سمجھنا یا کافر کہہ دینا بڑی خطرناک بات ہے" ✦

توحید

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرۃ ع ۱۹ پارہ ۲)	(اور لوگو!) تمہارا معبود (تو وہی) خدائے واحد ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے ✦
شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ	خود اللہ اِس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے بھی (گواہی

قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ (آل عمران ع ۲ پارہ ۳) اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ؕ (طٰہٰ ع ۲ - پارہ ۱۶)	دیتے ہیں اور نیز یہ کہ اللہ عدل و انصاف کیساتھ (کارخانہ عالم کو) سنبھالے ہوئے (ہے) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں زبردست (اور) حکمت والا ہے ف ہمارے سوا کوئی معبود نہیں تو ہماری ہی عبادت کیا کرو ؛
وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا (نساء - ع ۶ پارہ ۵)	اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھیراؤ

ف معلوم ہے کہ کارخانۂ عالم کو خدا نے آب و خاک و باد و آتش چار عناصر مختلف الطبائع سے بنایا ہے اور ایک وقتِ خاص تک عناصر میں اختلاط والتیام رہتا ہے اور جو نسبت عناصر میں رکھی گئی ہے ایک وقتِ خاص تک اُس میں کمی بیشی نہیں ہونے پاتی ورنہ وہ مخلوق جو عناصر سے مرکب ہے اپنی حالت پر قائم نہ رہے مثلاً مخلوقات میں سے ہم ایک انسان کو لیتے ہیں جس کی نسبت سعدی نے اس مضمون کو عمدہ طور پر ادا کیا ہے قطعہ چار طبع مخالف و سرکش ؛ چند روزے بُوند باہم خوش ؛ چوں یکے زیں چہار شد غالب ؛ جانِ شیریں برآید از قالب ؛ تو عناصر میں عدل و انصاف کا یہ پیرایہ ہے کہ اُن کی باہمی نسبت کو ایک وقتِ خاص تک نہ بدلنے دیا جائے چنانچہ یہ حالت عالم کے ذرے ذرے میں دیکھی جاتی ہے اور بقائے عالم اسی نسبت کے باقی رہنے پر موقوف ہے۔ اس مضمون کو ہم انسانوں کی دوسری حالت پر منطبق کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ ان میں باہم عداوتیں ہیں جھگڑے ہیں زور و ظلم ہے فساد ہے اور اگر خدا اقوام کو زیر و زبر نہ کرتا رہے تو یہ سب آپس میں کٹ مریں دوسری جگہ فرمایا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو (کرسی حکومت پر سے) نہ ہٹاتا رہے تو ملک (کا انتظام) درہم برہم ہو جائے لیکن اللہ دنیا کے لوگوں پر (بڑا) مہربان ہے اور بقائے عالم کی تدابیر میں سے ایک بڑی تدبیر دین ہے اگرچہ ظاہر میں حکّام دنیا انتظام کرتے ہیں مگر انتظام عالم میں بڑا دخل دین کو ہے دین لوگوں کے ارادوں اور نیتوں پر اثر ڈالتا ہے جو حکّام کی دسترس سے بالکل خارج ہے یعنی قانونِ دنیا تو گویا مرض کے پیدا ہوئے پیچھے اُن کا ازالہ کرتا ہے اور قانونِ دین سرے سے مرض کے پیدا ہونے کو روکتا ہے"۱۲ ؛

؏ اس عنوان کی تفصیل جامع نہیں طوالت کے خوف سے بہت سی آیتیں چھوڑ دی گئیں ہیں منجملہ اُنکے چند آیتیں یہ ہیں:- (۱) انما الھکم اللہ الذی لا الہ الا ھو الخ (طٰہٰ ع ۵) (۲) وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون (الانبیاء ع ۲) (۳) قل انما یوحی الی انما الھکم الہ واحد (الانبیاء ع ۷) (۴) ان الھکم لواحد (صافات ع ۱) (۵) ھو الحی لا الہ الا ھو الخ (المؤمن ع ۷) (۶) فاعلم انہ لا الہ الا اللہ (محمد ع ۲) (۷) قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد (حم السجدہ ع ۱) (۸) قل ھو اللہ احد (اخلاص ع ۱)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○ إِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ إِلَّآ إِنٰثًا ۚ وَإِنْ يَّدْعُوْنَ إِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ○ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ○ وَّلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ○ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُوْرًا ○ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ○

(النساء ع ۱۸ پارہ ۵)

اللہ (یہ گناہ) تو معاف کرتا نہیں کہ اُس کے ساتھ (کسی کو) شریک گردانا جائے اور اِس سے کم جس کو چاہے معاف کرے اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک گردانا وہ (راہِ راست سے بڑی) دُور بھٹک گیا (یہ مشرک) خدا کے سوا تو بس عورتوں ہی کو پکارتے ہیں یعنی بس اُس شیطان سرکش (کے کہنے میں آکر اُن) کو پکارتے ہیں جس کو (روزِ ازل میں) خدا نے دھتکار دیا ف۱ اور وہ لگا کہنے کہ میں تو تیرے بندوں سے (نذر و نیاز کا) ایک معیّن حصہ ضرور (ہی) لیا کروں گا اور اُن کو ضرور ہی بہکاؤں گا اور اُن کو اُمیدیں (بھی) ضرور دلاؤں گا اور اُن کو سمجھاؤں گا تو وہ (میری ہدایت کے مطابق بتوں کی نیاز کے) جانوروں کے کان (بھی) ضرور چیرا کریں گے اور اُن کو سمجھاؤں گا تو وہ (میری ہدایت کے مطابق) خدا کی بنائی ہوئی صورتوں کو (بھی) ضرور بدلا کریں گے اور جو شخص خدا کے سوا شیطان کو دوست بنائے (اور اُس کی پیروی کرے) تو وہ صریح گھاٹے میں آگیا ف۲ (شیطان) اُن کو وعدے دیتا اور اُن کو اُمیدیں دلاتا ہے اور شیطان اُن سے جو (کچھ بھی) وعدہ کرتا ہے نرا دھوکا (ہی دھوکا) ہے یہ ہیں جن کا (آخری) ٹھکانا دوزخ ہے اور وہاں سے کہیں بھاگنے نہ پائیں گے۔

توحید

من المترجم دنیا کے اِس عظیم الشان کارخانہ کا ذرہ ذرہ سمندروں کا قطرہ قطرہ درختوں کا پتّا پتّا خدا کی ہستی کا گواہ ہے وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اس لئے کہ کوئی چیز بڑی ہو یا چھوٹی زمین میں ہو یا آسمان میں

ف۱ عورتوں سے مراد ہیں بُت جس طرح ہمارے ملک کے ہندو دیویوں کو مانتے ہیں اسی طرح عرب کے لوگ لات و عزیٰ وغیرہ کو دیوی اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر اُن کی پرستش کرتے تھے یہ کیسے حمق کی بات ہے کہ عورتوں کو جو مردوں سے بھی گئی گزری ہیں خدا مانا جائے ۱۲ ف۲ سر پر منّت کی چوٹی رکھنا گودنا اور اس قسم کی اور باتیں تغییر خلق اللہ میں داخل ہیں ۱۲ ف۵ اور جتنی چیزیں ہیں سب اسکی حمد و ثنا کیساتھ اُسکی تسبیح (و تقدیس) کر رہی ہیں مگر تم لوگ اُنکی تسبیح (و تقدیس) کو نہیں سمجھتے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو مخلوق بھی ہے وہ اپنے خالق کی ہستی کی گواہ ہے اور مخلوق کا ہونا عقلاً دلالت کرتا ہے کہ وہ آپ سے آپ موجود نہیں ہو گئی بلکہ کسی نے اُسکو پیدا کیا اور جس نے پیدا کیا

خشکی میں ہو یا تری میں جاندار ہو یا بے جان اس خوبی اور عمدگی کے ساتھ کہ اس سے بہتر ہونا ممکن نہیں۔ آپ سے آپ نہیں بن گئی۔ ضرور کسی کے بنائے سے بنی ہے۔ ہم نے اس بنانے والے کی جستجو کی اور زمین سے کر آسمان تک چھان مارا تو کسی کو اس لائق نہ پایا جس کو دیکھا عاجز جس کو ٹٹولا درماندہ روئے زمین پر ہم ہی سب میں پیش پیش تھے کہ عقل رکھتے تھے سو اُیّار قدرِ خود بشناس سن کر اپنا سا مونھ لے کر رہ گئے ناچار آسمان پر نظر دوڑانی چاہی۔ تو ابراہیم[1] علیہ السلام کا قصہ یاد کر کے خاموش بیٹھ گئے اور سمجھے کہ جس کی جستجو ہے وہ چشم سر سے دیکھنے کی چیز نہیں بنی اسرائیل نے شوخ چشمی کی تو فاخذتہم الصاعقۃ[2] کی سزا پائی۔ موسٰے علیہ السلام نے غلبۂ شوق میں اگر حوصلہ کیا تو خر[3] موسٰی صعقا سے شرمندگی اُٹھائی یعنی خدا ہمارے حواس ظاہر کی گرفت سے بالاتر ہے اور یہ ہمارے حواس کا قصور ہے ؎

	گر نہ بیند بروز شپرہ چشم	چشمۂ آفتاب را چہ گناہ	

ہاں چشم دل سے دیکھا جائے تو دنیا آئینہ خانہ ہے اور در و دیوار خدا کے نور سے پڑے جگمگا رہے ہیں۔

	دل کے آئینے میں ہے تصویر یار	جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی	

قطعہ

	دوست نزدیک تر از من بمن ست چہ کنم با کہ تواں گفت کہ او	وین عجب تر کہ من ازوے دورم در کنار من و من مہجورم	

للمترجم

	حبل الورید سے بھی وہ نزدیک ہو تو کیا	آنکھیں ہیں تو کیا نظر آئے قریب ہے	

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قصہ قرآن شریف میں اس طرح مذکور ہے۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام ۹۶ پارہ ۷) اور (اے پیغمبر اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو معبود مانتے ہو میں تو تم کو اور تمہاری قوم کو صریح گمراہی میں (مبتلا) پاتا ہوں اور جس طرح ابراہیم کے دل میں ہم نے یہ خیال پیدا کیا اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کا انتظام دکھانے لگے تاکہ وہ (کامل) یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں تو جب اُن پر رات چھا گئی اُن کو ایک ستارہ نظر آیا (اور اُس کو دیکھ کر) لگے کہنے کہ یہی میرا پروردگار ہے پھر جب غروب ہو گیا تو بولے کہ غروب ہو جانے والی چیزوں کو تو میں پسند نہیں کرتا (کہ خدا مان لوں) پھر جب چاند کو دیکھا کہ بڑا جگمگا رہا ہے تو لگے کہنے یہی میرا پروردگار ہے پھر جب (وہ بھی) غروب ہو گیا تو بولے اگر مجھ کو میرا پروردگار راہِ راست نہیں دکھائیگا تو بے شک میں (بھی) گمراہ لوگوں میں ہو جاؤں گا پھر جب سورج کو دیکھا کہ بڑا جگمگا رہا ہے تو لگے (باقی بر صفحہ آیندہ)

(باقی بر صفحہ آیندہ)

ہمارا خیال تو یہ ہے کہ آدمی کو شروع ہی سے خدا کے بارے میں یہ غلطی واقع ہوئی ہے اور اب تک بھی اکثر خدا کے بندے اسی غلطی میں مبتلا ہیں کہ انھوں نے خدا کو اپنے حواس ظاہر کے ذریعے سے معلوم کرنا چاہا اور جب ان کو اس ارادے میں کامیابی نہ ہوئی تو من مانا خدا فرض کیا اتخذ الٰھہ ھواہ ع اور اس کو اپنے اوہام باطلہ کا تختہ مشق بنایا یعنی ذلیل سے ذلیل اور رذیل سے رذیل مخلوقات کو بھی پورا یا آدھورا خدا بنانے یا ماننے میں تامل نہیں کیا۔ پورا تو پورا ادھورے کے یہ معنی کہ اپنے زعم میں خدائی کے اختیار خدا سے چھین کر نا اہلوں کے حوالے کیے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ خدا کو منصب خدائی سے معزول کر دیا جس جس طرح پر خدا کے بندوں نے خدا کی جناب میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں اور کر رہے ہیں ناگفتہ بہ ہیں۔ کوئی تو اس کی ذات پر حملے کرتا ہے کہ

(ترجمہ متعلقہ صفحہ ۲۹) کہنے لگے یہی میرا پروردگار ہے کہ یہ (سب سے) بڑا (بھی) ہے پھر جب (وہ بھی) غروب ہو گیا تو (اپنی قوم سے مخاطب ہو کر) بولے کہ بھائیو! جن چیزوں کو تم شریک (خدا) مانتے ہو میں تو ان سے بے تعلق (محض) ہوں میں نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اسی (ذات پاک) کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمان تو اور زمین کر بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں ف

ف ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں اور چاند اور سورج کو غروب ہوتے دیکھ کر یہ کہنا کہ ان کا غروب ہونا شانِ خدائی کے خلاف ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ ستارے اور چاند اور سورج مجبور معلوم ہوتے ہیں اور کسی دوسرے کے ارادے کے محکوم اور جب مجبور اور محکوم ہیں تو خدا نہیں ہو سکتے ۱۲

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۹ سطر ۲۵) بنی اسرائیل کی اس شوخ چشمی اور شرارت کا قصہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں مختلف پیرایوں کے ساتھ مذکور ہوا ہے از انجملہ سورہ بقرہ کی ایک یہ آیت ہے وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ یعنی اور (وہ وقت یاد کرو) جب تم نے (یعنی تمہارے بڑوں نے) موسیٰ سے کہا تھا کہ اے موسیٰ جب تک ہم خدا کو ظاہر میں نہ دیکھ لیں ہم تو کسی طرح تمہارا یقین کرنے والے ہیں نہیں (کہ خدا ہی تم سے کلام کر رہا ہے) اس پر تم کو بجلی نے آ دبوچا اور تم دیکھا کیے پھر تمہارے مرے پیچھے ہم نے تم کو جلا اٹھایا کہ شاید تم شکر کرو۔ از انجملہ سورہ اعراف کی ایک یہ آیت ہے وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۖ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۖ إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ ۖ أَنتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَأَنتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ یعنی اور موسیٰ نے ہمارے وعدے (پر حاضر لانے) کے لیے اپنی قوم میں سے ستر آدمی منتخب کیے پھر جب ان کو زلزلے نے آ لیا تو (موسیٰ نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اگر تو چاہتا تو مجھ سمیت ان لوگوں کو پہلے ہی سے ہلاک کر دیتا ہم میں سے جو لوگ احمق ہیں وہ ایک حرکت کر بیٹھے کیا اس کی پاداش میں تو ہم کو ہلاک کیے دیتا ہے یہ سب تیرے کرشمے ہیں ان (کرشموں) سے جس کو تو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت دے تو ہی ہمارا کارساز ہے تو ہمارے قصور معاف کر اور ہم پر رحم فرما اور تو تمام بخشنے والوں سے بہتر بخشنے والا ہے ف۲

ف۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام گوسالہ پرستی کی توبہ کرانے کو اپنی قوم کی طرف سے ستر آدمی منتخب کر کے کوہ طور پر لے گئے وہاں جو ان لوگوں نے کلام الٰہی سنا تو موسیٰ سے درخواست کی کہ جب تک ہم خدا کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لیں تمہارے کہنے کا اعتبار نہیں کریں گے کہ خدا ہی تم سے کلام کر رہا ہے اس گستاخی کی سزا میں ان پر بجلی آ گری اور ہلاک ہو گئے موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ خدایا یہ لوگ کم عقل ہیں ان پر رحم فرما تو خدا نے انکو پھر زندہ کیا۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ لوگ کیوں گئے تھے مگر سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گوسالہ پرستی کی توبہ کرنے گئے تھے ۱۲ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

ع اپنی خواہش (نفسانی) کو اپنا خدا بنا رکھا ہے ۱۲

ایک نہیں بلکہ خدا ہیں ایک پیدا کرتا اور دوسرا مارتا ہے۔ ایک خالق خیر ہے اور دوسرا خالق شر۔ کوئی کہتا ہے کہ تین خدا ہیں۔ اور پھر وہ ایک بھی ہے کوئی مانتا ہے کہ ہر چیز بجائے خود خدا ہی۔ کسی کا خیال ہے کہ خدا تو ہے مگر وہ اسباب کا سلسلہ قائم کر کے آپ انتظام دُنیا سے دست کش ہو بیٹھا ہے ان کے نزدیک دُنیا ایک طرح کی گھڑی ہے اور خدا گھڑی ساز۔ جس نے اس کو بنا کر کوک دیا ہے۔ اور گھڑی پڑی چل رہی ہے۔ ذات تو ذات خدا کی صفات میں اس سے بڑھ کر بیہودگی کی جاتی ہے۔ غرض بندوں نے اتنے خدا بنا ڈالے کہ ایک خدا کے حصے میں پورا ایک بندہ بھی نہیں آتا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ خدائے واحد کے سوائے کوئی اور خدا بھی ہوتا تو دو باسن ایک جگہ رکھے ہوتے کھٹکھٹا اُٹھتے ہیں۔ ایسا تو کیا ہے کہ دو یا زیادہ خداؤں میں اختلاف نہ ہو اور اختلاف ہو تو دنیا ایک لمحہ نہیں ٹھیر سکتی لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا [ل] دو بادشاہ آپس میں لڑتے ہیں تو ملک کے ملک خاک سیاہ ہو جاتے ہیں۔
اور خداؤں کی لڑائی تو خدا کی پناہ۔ پس دنیا کا ایک اسلوب پر چلا جانا صاف اس بات کی دلیل ہے کہ تمام عالم میں ایک خدا کی حکومت ہے اقوام روزگار میں دوسری قومیں خدا کے بارے میں جیسے کچھ خیالات رکھتی ہوں وہ

نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۹ سطر ۵ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ قرآن کی ان آیتوں میں مفصلاً مذکور ہے۔ وَوَاعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ ۚ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۚ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ اعراف پارہ ۹) اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ کیا اور ہم نے دس (راتیں) بڑھا کر (تیس) کو پورا (چالیس) کر دیا اور یوں پروردگار (موسیٰ) کا وعدہ چالیس رات کا پورا (چلہ) ہو گیا [ف] اور موسیٰ (کوہ طور پر جاتے وقت) اپنے بھائی ہارون سے کہنے لگے کہ میری قوم (کے لوگوں) میں میری نیابت کرتے رہنا اور (اُن میں) میل جول (قائم) رکھنا اور مفسدوں کے رستے نہ چلنا اور جب موسیٰ ہمارے وعدے کے مطابق (کوہ طور پر) حاضر ہوئے اور اُن کا پروردگار اُن سے ہمکلام ہوا تو (موسیٰ نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تو (اپنے تئیں) مجھے دکھا کہ میں تیری طرف ایک نظر دیکھوں (خدا نے) فرمایا تم ہم کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے مگر ہاں (اگر ایسا ہی شوق ہے تو سامنے کے اس) پہاڑ پر نظر کرو کہ ہم اُس پر جلوہ فرما ہوں گے) پس اگر (یہ پہاڑ) اپنی جگہ ٹھیرا رہا تو (جاننا کہ ہم کو) بھی) دیکھ سکو گے پھر جب اُن کا پروردگار پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا تو اُس کو چکنا چور کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑے پھر جب ہوش میں آئے تو بول اُٹھے کہ (اے پروردگار) تیری ذات پاک ہے (میں نے جو دیکھنے کی بے جا درخواست کی تھی) تیری جناب میں (اُس سے) توبہ کرتا ہوں اور (تجھ پر) ایمان لانے والوں میں پہلا ایمان لانے والا بندہ میں ہوں ۔۔

ل اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو (زمین و آسمان دونوں کبھی کے) برباد ہو گئے ہوتے ۱۲

ف موسیٰ علیہ السلام سے خدا نے وعدہ کیا تھا کہ تم کوہ طور پر اگر ایک مہینے تک عبادت الٰہی کرو تو ہم تم کو توراۃ عنایت کریں گے یہ شاید اسی طرح کی خلوت تھی جو ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے غار حرا میں کیا کرتے تھے۔ بہر کیف پھر خدا نے ایک مہینے کا چلہ کر دیا تاکہ موسیٰ اپنا پورا تزکیہ کر لیں چنانچہ چلہ پورا ہوئے پیچھے اُن کو توراۃ ملی اور خدا سے رخصت ہوئے ۱۲

جانیں اور اُن کی عقلیں ہم کو توبڑا خیال مسلمانوں کا ہے کہ ان کے ہاں بڑا زور توحید پر ہے مگر عملاً انھوں نے مشرکوں کی کوئی ادا نہ چھوڑی جس کی نقل نہ کی ہو الا ما شاء اللہ وقلیل ما ھم۔ وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون اِس کو ہر شخص اپنی جگہ سمجھ لے معاملہ خدا کے ساتھ ہے ؎ یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور۔

عذرت ار پیش مے رود باما — باخداوند غیب داں نہ رود

خدا کے بارے میں اسلامی عقیدہ ایسا سیدھا اور صاف ہے کہ اس سے زیادہ سیدھا اور صاف عقیدہ ہو نہیں سکتا۔ اسلام مخلوقات سے خدا کی ذات وصفات کا پتہ چلاتا ہے۔ اور یہی وہ رستہ ہے جسے موصل الی المطلوب کہہ سکتے ہیں مخلوقات سے ہم کو اتنی بات کا پتہ چلتا ہے کہ کارخانۂ عالم کا بنانے والا اور سنبھالنے والا کوئی ہے اور وہ کوئی اِن چیزوں میں سے نہیں جن کو ہم معلوم کر سکتے ہیں بس سوائے اس کے ہم خدا کی ذات کے بارے میں اَور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور عقلِ انسان کی رسائی یہیں تک ہے۔

اَب رہیں صفات تو کارخانۂ عالم اور اُس کے انتظام سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس کا بنانے والا اور اسکے انتظام کا چلانے والا اِن صفتوں سے متصف ہو یعنی اُس میں وہ کمالات ہوں جو اُس کے صفاتی ناموں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ خدا کے ننانوے ۹۹ نام جو ننانوے نام کر کے مشہور ہیں ان میں سے ایک نام اللہ اسم ذات مان لیا گیا ہے۔ اگرچہ معبود ہونے کی حیثیت سے اللہ کو بھی اسمِ صفت کہہ سکتے ہیں۔ مگر آخر اتنے سارے صفاتی نام ہوں تو کوئی اسمِ ذات بھی ہونا چاہئے اور وہ اللہ ہے باقی رہے اٹھانوے ۹۸ نام وہ کسی نہ کسی صفت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسمائے صفاتی کے بارے میں بھی ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ صفتیں بھی خدا میں ہونی ضرور ہیں بس اس سے زیادہ ہم اُس کے صفات کی توضیح نہیں کر سکتے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ خدا سمیع ہے سب کی سُنتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ جو علم ہم بنی آدم کو حاسّۂ سمع کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے وہ علم علیٰ وجہ الکمال خدا کو بھی ہے نہ یہ کہ ہماری طرح کے اُس کے کان ہیں ہمارے سُننے کا تو یہ حال ہے کہ بولنے والا آواز کے ذریعے سے ہوا میں تموّج پیدا کرتا ہے اور وہ تموج کان کے پردے سے ٹکراتا ہے۔ اور ہم کو آواز کا علم ہو جاتا ہے خدا اِس طرح کا علم تو رکھتا ہے مگر وہ بے نیاز کان کا اور ہوا کے تموّج کا محتاج نہیں اور اسی پر خدا کی دوسری صفتوں کو قیاس کر لو یہ صفتیں ہم نے اپنے اُوپر قیاس کر کے خدا میں مان لی ہیں مگر ہماری صفات ناقص ہیں خدا کی کامل و اکمل جیسے ذرّے کی چمک اور آفتاب کی جگمگاہٹ + مزید توضیح کے لئے اسماء حسنیٰ کے تین نقشے درج کتاب کئے جاتے ہیں

اِن نقشوں کے ذریعے سے خُدا کے اسماءِ ذاتی وصفاتی معلوم ہوں گے اور یہ بھی کہ خدا کے کون کون اسماء ایسے ہیں جو قرآن میں بعینہٖ تو مذکور نہیں مگر اُنکے مادّے اور مشتقات مذکور ہیں اور نیز اسماء کے تراجم اُردو بھی معلوم ہوں گے،

ؔ۱ اور اکثر لوگ کہ ان کا حال یہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں ۱۲ ؔ۲ خدا آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور اُن بھیدوں کو بھی جو لوگوں کے سینوں میں پوشیدہ ہیں ۱۲

نمبر شمار	اسمائے عربی	ترجمہ اردو	کیفیت
۱	اَللّٰہُ	خدا - معبود	اگرچہ لفظ اللہ میں وصفی معنے موجود ہیں اور اسی اعتبار سے اس کو بھی اسمائے صفاتی میں ہونا چاہیے مگر سب نے اجماع کر کے اس کو اسم ذات قرار دیا ہے۔
۲	اَلرَّحْمٰنُ	نہایت رحم والا	دونوں مبالغے کے وزن ہیں مگر رحمٰن ابلغ ہے کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں کی رحمت کو شامل اور صرف خدا کی مقدس ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔
۳	اَلرَّحِیْمُ	بہت مہربان	
۴	اَلْمَلِکُ	بادشاہ	ملک اخص اور ابلغ ہے مالک سے یعنی دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کو مالک تو کہہ سکتے ہیں مگر ہر مالک کو ملک نہیں کہہ سکتے۔
۵	اَلْقُدُّوْسُ	تمام عیبوں سے پاک	
۶	اَلسَّلَامُ	تمام نقصانات سے محفوظ	یہ اصل میں مصدر ہے یعنی سلامت مگر یہاں سالم کے معنی میں ہے یعنی وہ جس کی ذات ہر طرح کے عیب اور نقصان سے سالم اور محفوظ ہے۔
۷	اَلْمُؤْمِنُ	اپنے وعدے میں سچا پالنے والا عذاب سے امن دینے والا	لفظ مومن کا ماخذ امن و امان ہے یا ایمان۔ اگر امن و امان ہے تو مومن کے معنی ہوئے امن دینے والا یعنی دنیا میں مصائب سے اس کا محفوظ رکھنے والا یا عقبیٰ میں نیکو کاروں کو عذاب سے امان میں رکھنے والا اور اگر ماخذ ایمان ہے تو ...
۸	اَلْمُهَيْمِنُ	نگہبان - یا گواہ	المہیمن کا لفظ وہی ہے جو المومن ہے۔ المومن باب افعال سے ہے اور المہیمن باب مفاعلہ سے ہے۔ المہیمن اصل میں المؤامن تھا دوسرے ہمزے میں قاعدہ تلیین جاری کر کے اسے یے سے بدل لیا اور پہلے ہمزے کو ہے سے ...
۹	اَلْعَزِيْزُ	غالب - قوی قاہر	اصل میں عزیز اسے کہتے ہیں جس کی بارگاہ میں بآسانی پہنچنا ممکن نہ ہو۔
۱۰	اَلْجَبَّارُ	بڑا دباؤ والا	جبار مبالغے کا صیغہ ہے جبر سے مشتق اور جبر کے اصلی معنے ہیں ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا اور کسی حال کی اصلاح کرنا اور کسی کو زور و غصے سے کسی کام پر آمادہ کرنا۔ پہلی صورت میں یہ اسم جمالی ہوگا اور دوسری میں جلالی۔
۱۱	اَلْمُتَكَبِّرُ	عظمت و بزرگی والا	تکبر اور استکبار کہتے ہیں گردن کشی کرنے اور بزرگی ظاہر کرنے کو اور ایک لفظ کبر ہے جس کے معنی ہیں بزرگی یہاں متکبر سے مراد ہے کمال بزرگی والا۔
۱۲	اَلْخَالِقُ	ہر چیز کا پیدا کرنے والا	خالق، باری اور مصور تینوں مترادف الفاظ ہیں یعنی تینوں کے معنی ہیں پیدا کرنے والا۔ اختراع کرنے والا مگر باعتبار استعمال ہر ایک کے ساتھ ایک خصوصیت جداگانہ ہے مثلاً خلق مستعمل ہوتا ہے کسی چیز کے وجود میں لانے سے پیشتر اس کے اندازہ کرنے میں اور برء ایجاد و پیدا کرنے میں اور تصویر صورت بنانے اور ہیئت بخشنے میں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے وہ محتاج ہوتی ہے۔ اولاً اندازہ کرنے کی ثانیاً پیدا کرنے کی ثالثاً صورت بنانے کی۔
۱۳	اَلْبَارِئُ	ہر چیز کا موجد	
۱۴	اَلْمُصَوِّرُ	مخلوقات کی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا	
۱۵	اَلْغَفَّارُ	بہت بخشنے والا	مبالغہ ہے غافر کا اور ایک ہے غفور یہ بھی مبالغے کا صیغہ ہے اسی غفار کی بہ نسبت مبالغہ زیادہ ہے اس وجہ سے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا گیا غفار کیا گیا ہے غفران اور مغفرت سے جس کے معنی ہیں بخشنا مگر کبھی غفر بمعنی ستر بھی آتا ہے ...
۱۶	اَلْقَهَّارُ	زبردست یا غلبہ رکھنے والا	
۱۷	اَلْوَهَّابُ	بخشش عطا کرنے والا	وہب اور ہبہ کہتے ہیں بخشنے اور عطا کرنے کو موہبت بخشش ہے مبالغہ ہے یعنی کثیر الہبہ اتم العطا۔
۱۸	اَلرَّزَّاقُ	مخلوقات کو روزی پہنچانے والا	یہ بھی رازق کا مبالغہ ہے یعنی خدائے تعالیٰ تمام مخلوق کو مناسب حال اور موافق حکمت رزق پہنچاتا ہے رزق کی دو قسمیں ہیں محسوس اور معقول محسوس ابدان کے لئے اور معقول ارواح کے واسطے۔
۱۹	اَلْفَتَّاحُ	مشکل کشا یا بندوں میں حکم کرنے والا	فتح کے معنی کھولنے اور حکم کرنے کے ہیں یعنی خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحمت کے دروازے کھولتا ہے اور وہ خلائق میں حاکم علی الاطلاق ہے۔
۲۰	اَلْعَلِيْمُ	بہت جاننے والا	مبالغہ ہے عالم کا یعنی خدا تعالیٰ ظاہر و پوشیدہ بلکہ خطرات دل تک کا جاننے والا ہے۔
۲۱	اَلْقَابِضُ	بندوں کی روزی محدود یعنی تنگ کرنے والا	قبض و بسط دونوں باہم ضد ہیں قبض کہتے ہیں ... [illegible]

نمبر شمار	اسماء عربی	ترجمہ اردو	کیفیت
۴۳	اَلْکَرِیْمُ	بزرگ	اس کے معنے ہیں بزرگ اور عزیز۔ کہتے ہیں کریم وہ ہے کہ قادر ہو تو معاف کر دے عذر کرے تو دے قاصر ہو اور کوئی اس کی طرف التجا لے جائے تو اسے ضائع نہ ہونے دے کبھی مکرم اور جواد کے معنی میں بھی آتا ہے
۴۴	اَلرَّقِیْبُ	نگہبان	رقیب نگہبان اور حوکش اور نگران کذا فی الصراح۔
۴۵	اَلْمُجِیْبُ	دعا قبول کرنیوالا	اجابت کہتے ہیں جواب دینے اور اس بات کو کہ دعا رکھنے کو یعنی جو شخص خدا کو پکارتا ہے۔ وہ اسے جواب دیتا اور دعا کو قبول کرتا ہے سوال کو رد نہیں کرتا۔
۴۶	اَلْوَاسِعُ	وسیع المعلومات یا وسیع الغنا	بالغ ہے سعۃ سے وسعت کہتے ہیں فراخی اور فراخ کرنے اور گھیر لینے کو جس کی صفات بھی تو علم کی طرف ہو گی ہر اور کہتے ہیں خدا کا علم وسیع محیط ہے معلومات کو اور کبھی احسان کی طرف بولا کرتے ہیں جس کا احسان وسیع ہو۔
۴۷	اَلْحَکِیْمُ	حقایق اشیاء کا عالم	مشتق ہے حکمت سے اور حکمت عبارت ہے کمال علم و حسن کمال و اتقان اور احکام عالم و عمل سے بعضے کہتے ہیں حکیم مبالغہ ہے حاکم کا اور حکیم وہ ہے جو حقایق اشیاء کا عالم ہو اور مصنوعات کے دقایق کو خوب جانتا ہو۔
۴۸	اَلْوَدُوْدُ	نیک بندوں کو دوست رکھنے والا	مبالغے کا صیغہ ہے وزن پر فعول کے ود دو دو مضموم (زائد) اور ود وداد (بکسر واو) اور مودت تینوں کے معنی ہیں دوست رکھنے کے یعنی خدا تعالیٰ نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے۔
۴۹	اَلْمَجِیْدُ	بزرگ شریف	ماجد کا مبالغہ ہے اور ماجد مجد سے لیا گیا ہے۔ مجد بزرگی مجید بزرگی کذا فی الصراح بعضے کہتے ہیں۔ مجید وہ ہے جس کی ذات شریف افعال جمیل عطا جزیل ہو۔ اور جب یہ ہے تو مجید جامع ہے اسم جلیل ودود اور کریم کو
۵۰	اَلْبَاعِثُ	مُردوں کو مرے پیچھے اُٹھا کھڑا کرنیوالا	بعث کہتے ہیں مردوں کو قبروں سے اُٹھا کھڑا کرنے کو اور کبھی سوتے کو جگانے اور کسی کو کسی کام کے لیے بھیجنے کے معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔
۵۱	اَلشَّهِیْدُ	حاضر	شہود سے مشتق ہے یا شہادت سے اگر شہود سے ہے تو اس کے معنی ہیں حاضر و مطلع کے کیونکہ شہود کے لغوی معنی ہیں حاضر ہونے کے اور شہادت سے ہے تو معنی ہیں گواہی دینے والے کے کیونکہ شہادت کہتے ہیں گواہی کو خدا کو شہید
۵۲	اَلْحَقُّ	ثابت	حق کے معنی ہیں ثابت اور ہست کے اس کی ضد ہے باطل یعنی نیست و نا چیز کبھی صدق اور راستی اور درستی کے معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔
۵۳	اَلْوَکِیْلُ	کارساز	وکیل وہ ہے جسے اپنا کام سپرد کریں اور تمام تصرف کی باگ سونپ دیں۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و مہربانی سے بندوں کے تمام مہم یا شان کام رزق وغیرہ اپنے ذمے لے لئے ہیں اس لئے اُسے وکیل کہتے ہیں۔
۵۴	اَلْقَوِیُّ	توانا تام القدرت	قوی توانا۔ متین استوار امام غزالی کہتے ہیں قوت دلالت کرتی ہے قدرت کاملہ بالغہ پر اور متانت شدت قوت پر۔ خدا تعالیٰ قوی ہے اس لئے کہ قدرت کاملہ بالغہ رکھتا ہے متین ہے اس لئے
۵۵	اَلْمَتِیْنُ	اُستوار	کہ شدید القوت ہے۔
۵۶	اَلْوَلِیُّ	محب۔ مددگار	ولی کہتے ہیں محب ناصر کو اور خدا تعالیٰ پرہیزگار ایمان داروں کا محب ہے اور انکیں مدد نصرت دیتا ہے ولی متولی کے معنی میں بھی آیا ہے اور حق تعالیٰ نیکوکاروں کے امور کا متولی ہے اور قریب کے معنے میں بھی یعنی اس
۵۷	اَلْحَمِیْدُ	مستحق حمد	سزاوار حمد و ثنا۔
۵۸	اَلْمُحْصِیْ	ہر چیز کو احاطہ علم میں کرنے والا	احصاء شمار کرنا اور بطریق استقصا کسی چیز کو جاننا۔ خدا محصی مطلق ہے کل اشیاء کے حقایق و دقایق کو جانتا ہے اور ذرات عالم کو اس کا علم محیط ہے۔
۵۹	اَلْمُبْدِئُ	ابتدا پیدا کرنیوالا	المبدی ماخوذ ہے ابداء سے اور ابداء کہتے ہیں ابتدا کرنے اور نیا پیدا کرنے کو المعید لیا گیا ہے۔ اعادت سے جس کے معنی ہیں لوٹانے اور عدم کے بعد ایجاد کرنے کے خدا مبدی ہے اس معنی کر کہ وہ اول بار پیدا کرتا ہے اور معید
۶۰	اَلْمُعِیْدُ	دوبارہ پیدا کرنیوالا	ہے اس معنی کر کہ قیامت میں دوبارہ پیدا کریگا یا معید مثلاً اس لئے ہے کہ روز و شب کا چکر باندھ رکھا ہے۔
۶۱	اَلْمُحْیِیْ	مخلوق کو زندہ رکھنے والا	المحیی احیاء کا اسم فاعل ہے اور احیاء کہتے ہیں جسم میں حیات پیدا کرنے کو اور الممیت لیا گیا ہے اماتت سے
۶۲	اَلْمُمِیْتُ	مارنے والا	جس کے معنی ہیں حیات کا دور کرنا۔
۶۳	اَلْحَیُّ	زندہ	

نمبر شمار	اسماء عربی	ترجمہ اردو	کیفیت
۶۴	اَلْقَیُّوْمُ	کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا	قائم بذات خود۔ اور زندہ قائم رکھنے والا اپنے غیر کو یا یوں کہو کہ قیوم مبالغہ ہے قیّم کا اور قیّم کہتے ہیں مصلح امور کو۔
۶۵	اَلْوَاجِدُ	غنی	مشتق ہے وجود سے اور وجود کہتے ہیں ہستی اور مقصد پر کامیاب ہونے کو یا مشتق ہے وُجد اور جِدَة سے جن کے معنے ہیں تونگر ہونے کے۔
۶۶	اَلْمَاجِدُ	بزرگی والا	معنے ہیں ہے مجید کے جس طرح عالم معنے ہیں علیم کے مگر مجید میں مبالغہ اور تاکید ہے یہ لیا گیا ہے مجد سے اور مجد کہتے ہیں بزرگی کو۔ [illegible]
۶۷	اَلْوَاحِدُ	تنہا۔ یگانہ	وحدت سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ایک اور یگانہ ہونا عرف میں واحد کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک یہ کہ تجزی اور تبعض ہو یعنی اس کے اجزا و حصص ہوں جیسے جوہر فرد دوسرے یہ کہ بے مثل ہے جیسا کہ ہوا احد او واحد
۶۸	اَلصَّمَدُ	بے نیاز	صمد کے اصلی معنی ہیں قصد کے چونکہ آدمی اپنے تمام مطالب میں درگاہ خداوندی کا قصد کرتے ہیں اس لئے اسے صمد کہتے ہیں غرض صمد مرادف ہے مرجع و مآب کا۔
۶۹	اَلْقَادِرُ	قدرت والا	قدر اور قدرت اور اقتدار اور مقدرت سب کے معنے ہیں توانائی کے تو قادر و مقتدر کے معنے ہوئے
۷۰	اَلْمُقْتَدِرُ	صاحب مقدرت	صاحب قدرت مگر مقتدر میں مبالغہ ہے۔
۷۱	اَلْمُقَدِّمُ	اپنے دوستوں کو بارگاہ عزۃ کی طرف بڑھانے والا	مقدّم دال کے کسرے کے ساتھ تقدیم سے مشتق ہے اور تقدیم کہتے ہیں آگے کرنے کو اسی طرح مؤخر خے کے کسرے سے تاخیر سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں پیچھے ہٹانا یعنی خداتعالی فرماں برداروں کو راہ قرب میں آگے بڑھاتا اور نافرمانوں کو درگاہ عزت سے دور کرتا اور پیچھے ہٹاتا ہے۔ یا دنیا کے کاموں میں تو وہ مطلب ہیں تقدیم و تاخیر اللہ کے کرنے سے ہوتی ہے۔
۷۲	اَلْمُؤَخِّرُ	دشمنوں کو اپنے لطف سے پیچھے ہٹانے والا	
۷۳	اَلْاَوَّلُ	سب سے پہلا	اول ہے یعنی ازلی ہے کہ اس کے وجود کی ابتدا اور ہستی کا آغاز نہیں اور آخر ہے یعنی دائمی ابدی ہے کہ اس کی بقا کے لئے نہایت اور دوام کے لئے انقضا نہیں۔
۷۴	اَلْاٰخِرُ	سب سے پچھلا	
۷۵	اَلظَّاهِرُ	آشکارا ہے بلحاظ قدرت	خدا ظاہر ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کا وجود اس کی ہستی ان آیات و دلائل سے ظاہر ہے جو آسمان و زمین میں ہر صاحب بصیرت کو دکھائی دیتے ہیں اور خدا کے باطن ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اسکی کنہ ذات حجاب جلال میں محتجب و پوشیدہ ہے۔
۷۶	اَلْبَاطِنُ	پوشیدہ ہے باعتبار ذات	
۷۷	اَلْوَالِيْ	تمام امور کا متولی	ولایت بکسر واو سے مشتق ہے جس کے معنی تصرف کرنے اور قابو پانے کے ہیں اور ایک ہے ولایت بفتح واو جس کے معنی مدد کرنے اور حکمرانی کرنے کے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ولایت بفتح واو مصدر ہے اور بکسر واو اسم والی وہ جو سب کا مالک اور تمام [illegible]
۷۸	اَلْمُتَعَالِيْ	مخلوقات کی صفات سے منزہ	تمام حکمرانوں اور مولات سے بلند قدر۔ یا تمام نقائص و آفات سے عالیشان۔
۷۹	اَلْبَرُّ	اپنے لطف سے بندوں کے ساتھ نیکی کرنے والا	بَرّ بفتح با اسم فاعل بمعنی نیکی کرنے والا۔ [illegible]
۸۰	اَلتَّوَّابُ	گنہگاروں کی توبہ قبول کرنے والا	تواب مبالغہ ہے تائب کا اور تائب ماخوذ ہے توبہ سے۔ توبہ کے اصلی معنی ہیں رجوع کرنے کے پھر جب اس کی نسبت بندے کی طرف ہوتی ہے تو گناہ سے رجوع کرنا مراد ہوتا ہے اور خدا کی طرف ہوتی ہے تو رحمت کے ساتھ رجوع کرنا یعنی
۸۱	اَلْمُنْتَقِمُ	نافرمانوں سے بدلہ لینے والا	انتقام کہتے ہیں بدلہ لینے کو یعنی خداتعالے کافروں سے اپنی نافرمانی کا بدلہ لینے والا اور انکے تمرد و سرکشی کی سزا دینے والا۔
۸۲	اَلْعَفُوُّ	گناہوں کا مٹانیوالا	
۸۳	اَلرَّؤُفُ	بہت شفقت کرنیوالا	رافت کہتے ہیں شدت رحمت کو اور یہ مبالغے کا صیغہ ہے جیسے ضَرُوبٌ اور شکور۔
۸۴	مَالِكُ الْمُلْكِ	ملک کا مالک	

نمبر شمار	اسمارِ عربی	ترجمہ اُردو	کیفیت
۸۵	ذُوالجَلَالِ وَالاِکْرَامِ	بزرگی و عزت والا	
۸۶	اَلْمُقْسِطُ	عادل و منصف	اسکا مادہ ہے قسط اور قسوط کہتے ہیں جور و ظلم کو لیکن جب یہ باب افعال میں سے گئے تو معنے ہوئے جور و ظلم کے ازالہ کرنے کے اور ازالۂ جور و ظلم کا نام ہے انصاف تو مقسط کے معنی ہوئے منصف عادل۔
۸۷	اَلْجَامِعُ	تمام مخلوقات کو جمع کرنیوالا	قیامت میں خدا لوگوں کو جمع کرے گا یا دنیا میں بچھڑے ہلوؤں کو جمع کرتا ہے۔
۸۸	اَلْغَنِیُّ	بے پروا	غنی مشتق ہے غنی سے اور غنی کہتے ہیں بے نیاز ہونیکو یعنی خدائے تعالیٰ سب سے بے نیاز ہے اور مغنی لیا گیا ہے اغنار سے جسکے معنی ہیں بے نیاز کرنا یعنی وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے بے نیاز کرتا ہے کہ وہ اپنے ہم جنسوں کی طرف
۸۹	اَلْمُغْنِیُ	لوگوں کو بے پروا کرنیوالا	حاجت نہیں لے جاتا۔ غنی جو مال دار کے معنی میں مشہور ہے وہ بھی بے نیازی کی ایک شاخ ہے۔
۹۰	اَلْمُعْطِی	عطا کرنے والا	معطی دینے والا۔ اور مانع روک رکھنے والا۔ یعنی جسے چاہے اور جو چاہے دیتا۔ اور جسے چاہے نہیں دیتا۔
۹۱	اَلْمَانِعُ	اپنے دوستوں سے تکلیف روکنے والا	
۹۲	اَلضَّارُّ	ضرر و شر کا خالق	یعنی خدا خالق خیر و شر اور نفع و ضرر ہے اور درد۔ دوا۔ رنج و شفا۔ گرمی و سردی خشکی وتری سب پیدا کی ہوئی اسی کی ہیں۔
۹۳	اَلنَّافِعُ	نفع و خیر کا پیدا کرنیوالا	
۹۴	اَلنُّوْرُ	روشن کرنیوالا	عرف عام میں نور کہتے ہیں روشنی کو خدا پر نور کا اطلاق اس سے کیا گیا کہ زمین و آسمان میں اسی کا چاندنا اور اسی کا ظہور ہے
۹۵	اَلْبَدِیْعُ	موجد	بدیع بے مثل اور بے مانند۔ کبھی معنے میں مبدع یعنی موجد کے بھی آتا ہے جو بے نمونہ دیکھے از خود اختراع کرے تو اس معنی کر بھی خدا بدیع ہے کہ اُس نے جہان کے بنانے میں کسی کی تقلید نہیں کی۔
۹۶	اَلْبَاقِیُ	باقی رہنے والا	دائم الوجود جو کبھی فنا نہیں ہوتا۔
۹۷	اَلْوَارِثُ	فنائے موجودات کے بعد باقی رہنیوالا	اس سے مراد ہے فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا گویا تمام مرنے والوں کی میراث اُس کو پہنچتی ہے
۹۸	اَلرَّشِیْدُ	صاحب رشد	رُشد ضد ہے غی کی اور غی کے معنے ہیں گمراہی تو رشید کے معنے ہوئے صاحب رشد اور خدا کو رشید اس معنی کر کہا گیا کہ طریق اسلام اُس کو پسند ہے اور وہی صراط مستقیم ہے یا اس اعتبار سے کہ جو صفات کمالیہ خدا میں ہونی۔۔
۹۹	اَلصَّبُوْرُ	بڑا صبر کرنیوالا	اصل میں صبر کے معنی تحمل اور برداشت کرنے کے ہیں اور چونکہ خدا تعالیٰ بندوں کی گستاخیوں اور نافرمانیوں کی برداشت کرتا اور انتقام اور مواخذے میں جلدی نہیں کرتا اس لئے اس کا نام صبور رکھا گیا۔

یہ اسمار صفاتی جنھیں اسمارِ حسنیٰ بھی کہتے ہیں اکثر تو بجنسہ قرآن سے لئے گئے ہیں اور بعض جو بعینہ قرآن میں موجود نہیں ہیں اُن کے مادے اور مشتقات قرآن میں مذکور ہیں چنانچہ دونوں قسم کے اسمار کے دو نقشے دیئے جاتے ہیں جن سے صاف طور پر معلوم ہوسکے گا کہ کون اسمار بعینہ قرآن میں موجود ہیں اور کن کے مشتقات مذکور ہیں۔

اَللّٰہُ اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِیْمُ ۔۔۔۔۔۔۔۔ والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم ۔۔۔ (بقرہ ۲۰۶)

اَلْمَلِكُ اَلْقُدُّوْسُ اَلسَّلَامُ اَلْمُؤْمِنُ اَلْمُهَيْمِنُ اَلْعَزِيْزُ اَلْجَبَّارُ اَلْمُتَكَبِّرُ ۔۔۔ ھو اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الملك القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر ۔۔۔۔۔۔۔ (حشر ۳۶)

اَلْخَالِقُ اَلْبَارِئُ اَلْمُصَوِّرُ ۔۔۔۔۔۔۔ ھو اللّٰہ الخالق البارئ المصور ۔۔۔۔۔۔۔ (حشر ۳۶)

اَلْغَفَّارُ ۔۔۔۔۔۔۔ رب السموات والارض وما بینھما العزیز الغفار ۔۔۔۔۔۔ (صٓ ۵۶)

اَلْقَهَّارُ ۔۔۔۔۔۔۔ قل انما انا منذر وما من الٰہ الا اللّٰہ الواحد القھار ۔۔۔۔۔ (صٓ ۵۶)

اَلوَہَّابُ ...... ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب (آل عمران ع ۱)

اَلرَّزَّاقُ .... ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین .... (ذاریات ع ۳)

اَلفَتَّاحُ اَلعَلِیْمُ .... ثم یفتح بیننا بالحق وھو الفتاح العلیم .... (سبا ع ۳)

اَلسَّمِیْعُ .... ولہ ما سکن فی اللیل والنھار وھو السمیع العلیم ...... (انعام ع ۲)

اَلبَصِیْرُ .... واللہ بصیر بالعباد .... (آل عمران ع ۱)

اَللَّطِیْفُ اَلخَبِیْرُ ...... وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر .... (انعام ع ۱۳)

اَلحَلِیْمُ .... یتبعھا اذی واللہ غنی حلیم .... (بقرہ ع ۳۶)

اَلعَظِیْمُ .... ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم .... (بقرہ ع ۳۴)

اَلغَفُوْرُ اَلشَّکُوْرُ .. لیوفیھم اجورھم ویزیدھم من فضلہ انہ غفور شکور .... (فاطر ع ۴)

اَلعَلِیُّ اَلکَبِیْرُ ...... قالوا الحق وھو العلی الکبیر .... (سبا ع ۳)

اَلحَفِیْظُ .... ان ربی علی کل شیء حفیظ .... (ھود ع ۵)

اَلمُقِیْتُ .... وکان اللہ علی کل شیء مقیتا .... (النساء ع ۱۱)

اَلحَسِیْبُ .... ان اللہ کان علی کل شیء حسیبا .... (النساء ع ۱۱)

اَلکَرِیْمُ .... ومن کفر فان ربی غنی کریم .... (النمل ع ۳)

اَلرَّقِیْبُ .... ان اللہ کان علیکم رقیبا .... (النساء ع ۱)

اَلمُجِیْبُ .... ان ربی قریب مجیب .... (ھود ع ۶)

اَلوَاسِعُ .... ان ربک واسع المغفرۃ .... (نجم ع ۲)

اَلوَدُوْدُ .... وھو الغفور الودود .... (بروج ع ۱)

اَلمَجِیْدُ .... رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید ...... (ھود ع ۷)

اَلشَّھِیْدُ .... وانت علی کل شیء شھید ...... (مائدہ ع ۱۶)

اَلحَقُّ .... ثم ردوا الی اللہ مولٰھم الحق .... (انعام ع ۸)

اَلوَکِیْلُ .... وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل .... (آل عمران ع ۱۸)

اَلقَوِیُّ .... اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز .... (الشوریٰ ع ۲)

اَلمَتِیْنُ .... ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین ...... (ذاریات ع ۳)

اَلوَلِیُّ اَلحَمِیْدُ ...... وینشر رحمتہ وھو الولی الحمید .... (شوری ع ۳)

اَلمُحْیِی .... ان ذلک لمحی الموتی وھو علی کل شیء قدیر .... (روم ع ۵)

اَلحَیُّ اَلقَیُّوْمُ ...... الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم .... (آل عمران ع ۱)

اَلْوَاحِدُ .... وما من الٰه الا اللّٰه الواحد القهار .... (ص ع ۵)

اَلصَّمَدُ .... قل هو اللّٰه احد اللّٰه الصمد .... (اخلاص ع ۱)

اَلْقَادِرُ .... قل هو القادر على ان يبعث عليكم عذابا من فوقكم ... (انعام ع ۸)

اَلْمُقْتَدِرُ .... فى مقعد صدق عند مليك مقتدر .... (قمر ع ۳)

اَلْاَوَّلُ اَلْاٰخِرُ اَلظَّاهِرُ اَلْبَاطِنُ ...... هو الاول والاٰخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم (حديد ع ۱)

اَلْمُتَعَالِىْ .... عالم الغيب والشهادة الكبير المتعال .... (رعد ع ۱۵)

اَلْبَرُّ .... انه هو البر الرحيم .... (طور ع ۱)

اَلتَّوَّابُ .... انك انت التواب الرحيم .... (بقره ع ۱۵)

اَلْعَفُوُّ .... ان اللّٰه كان عفوا غفورا .... (النساء ع ۷)

اَلرَّؤُفُ .... ان اللّٰه بالناس لرؤف رحيم ... (البقره ع ۰)

مَالِكُ الْمُلْكِ ...... قل اللهم مالك الملك تؤتى الملك من تشاء الخ (ال عمران ع ۳)

ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ .... تبارك اسم ربك ذى الجلال والاكرام .... (الرحمن ع ۳)

اَلْجَامِعُ .... ربنا انك جامع الناس ليوم لا ريب فيه .... (ال عمران ع ۱)

اَلْغَنِىُّ .... واللّٰه غنى حليم .... (بقره ع ۳۶)

اَلنُّوْرُ .... اللّٰه نور السموت والارض .... (النور ع ۵)

اَلْحَكِيْمُ .... يموسى انه انا اللّٰه العزيز الحكيم .... (النمل ع ۱)

ذیل کے اسماء بعینہ قرآن میں موجود نہیں مگر ان کے مشتقات مذکور ہیں

اَلْقَابِضُ اَلْبَاسِطُ .... واللّٰه يقبض ويبسط واليه ترجعون .... (بقره ع ۳۲)

اَلرَّافِعُ .... يرفع اللّٰه الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات (المجادله ع ۳)

اَلْمُعِزُّ اَلْمُذِلُّ .... وتعز من تشاء وتذل من تشاء .... (ال عمران ع ۳)

اَلْحَكَمُ .... واللّٰه يحكم لا معقب لحكمه .... (رعد ع ۲)

اَلْبَاعِثُ .... وان اللّٰه يبعث من فى القبور .... (حج ع ۱)

اَلْمُحْصِىْ .... واحصى كل شئ عددا .... (جن ع ۲)

اَلْمُبْدِئُ اَلْمُعِيْدُ .... انه هو يبدئ ويعيد .... (بروج ع ۱)

اَلْمُمِيْتُ .... واللّٰه يحيى ويميت .... (ال عمران ع ۱۷)

اَلْمُنْتَقِمُ .... فانا منهم منتقمون .... (زخرف ع ۴)

اَلْمُقْسِطُ .... قائما بالقسط .... (ال عمران ع ۱)

اَلْمُغْنِىْ .... ان تكونوا فقراء يغنهم اللّٰه من فضله .... (النور ع ۴)

اَلْبَاقِیُ .... ویبقی وجہ ربک ذی الجلال والاکرام .... (الرحمٰن ع ۱)

اَلْھَادِیُ .... واللہ یھدی من یشاءُ الی صراط مستقیم ... (انعام ع ۵)

اَلصَّبُوْرُ .... ان فی ذلک لآیٰت لکل صبار شکور .... (سبا ع ۲)

اَلْوَارِثُ .... وانا لنحن نحی ونمیت ونحن الوارثون .... (حجر ع ۲)

ذیل میں جو اسمار مذکور ہوتے ہیں اُنکے مشتقات بھی بعینہٖ قرآن میں نہیں ملتے ہاں ماؔدے پائے جاتے ہیں

اَلْخَافِضُ اَلْعَدْلُ اَلْجَلِیْلُ اَلْوَاجِدُ اَلْمَجِیْدُ اَلْمُقَدِّمُ اَلْمُؤَخِّرُ اَلْمُعْطِیُ اَلْمَانِعُ اَلضَّارُ اَلنَّافِعُ اَلرَّشِیْدُ ؀

مِنَ الْمُتَرجِم جس طرح کارخانۂ عالم خدا تعالیٰ کی ہستی پر دلالت کرتا ہے اور ہر بڑی چھوٹی چیز سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی نے اُس کو بنایا اور پیدا کیا ہے اور اُسی کا نام ہے خدا اسی طرح انتظام دنیا اُن صفتوں پر دلالت کرتا ہے جن کے اعتبار سے اسمار صفاتی وضع کئے گئے ہیں یعنی یہ تمام صفتیں نہ ہوں تو کارخانۂ عالم کے انتظام کا چلنا ناممکن ہو جائے غرض یہ دنیا اور اس کا انتظام ہم کو خدا کی ذات وصفات کی طرف رہبری کرتا ہے ہمارے پاس عقلی شہادت خدا کی ہستی کی دلیل ہے اور وہی عقلی شہادت اِن صفات کیساتھ خدا کے متصف ہونے کی تصدیق کرتی ہے غرض کائنات عالم پر نظر کرنے سے خدا کے صفاتی نام اور بھی بنالیئے جاسکتے ہیں مگر نودونہ ۹۹ نام حدیث سے ثابت ہوئے ہیں اور ان میں اتنی جامعیت ہے کہ دوسرے نام بنانے کی ضرورت نہیں بعض اسمار صفاتی ایسے ہیں کہ آدمی اپنے اوپر قیاس کرکے خدا کو اُن ناموں سے پکارتا ہے مگر خدا کے صفات انسانی صفات سے اعلیٰ اور اکمل ہیں مثلاً خدا کو سمیع و بصیر کہتے ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا کے کان ہیں اور وہ سنتا ہے یا اُس کی آنکھیں ہیں اور وہ دیکھتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو علم ہم بنی نوع بشر کو سمع وبصر کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اُس سے کامل تر خدا کو ہے ایک بات یہ بھی ہے کہ خدا کے اسمار صفاتی اکثر صفت مشبہہ کے صیغوں میں ہیں اس واسطے کہ صفت مشبہہ کا صیغہ ثبات و استمرار پر دلالت کرتا ہے اور اسم فاعل کا حدوث پر سامع اور سمیع قادر اور قدیر میں تجدد اور استمرار حدوث اور ثبات کا تفاوت ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

آدمی مطلق خدا کا منکر تو ہو نہیں سکتا۔ اس لئے کہ خدا نے آدمی کو عقل دی ہے اور وہ زبردستی اس سے منواتی ہے کہ ضرور کوئی زبردست آور ہے جس نے اس مشین کو بنایا اور وہی اس مشین کو چلا رہا ہے یہانتک تو تمام بنی آدم کا اجماع ہے اور اجماع ہے تو ایک امر صحیح واقعی یقینی پر کاش لوگ مسلمانوں کی طرح اتنے ہی پر قناعت کرتے لیکن وہ لگے بال کی کھال نکالنے اور راہ راست سے بھٹک گئے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
که جاہا سپر باید انداختن

آدمی کو چاہیئے کہ اپنی عقل پر نازاں نہ ہو اور اُسے اُسی کی حد میں رکھے اتنی بات تو ہر ایک کو سوجھ پڑتی ہے کہ آدمی سراپا احتیاج پیدا ہوا ہے اس کا پیدا ہونا۔ جینا۔ مرنا۔ سب پرائے ہاتھ میں ہے اس کو سراپا احتیاج پیدا کیا ہے تو اس کی حاجت روائی کے سامان بھی مہیا ہیں خدا نے زمین کا ایسا بھرپور توشے خانہ مخلوقات کے لیئے بنادیا ہے کہ جو چیز جس کو درکار ہوتی ہے وہ اسی توشے خانے سے نکلی چلی آتی ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ[1] مخلوقات میں سے آدمی ہی کو لیتے ہیں تو پاتے ہیں کہ جب سے اس میں جان پڑتی ہے اس کو غذا درکار ہوتی ہے اور وہیں ماں کے پیٹ میں اس کو اس کی

[1] اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے ہاں سب کے خزنے (کے خزانے بھرے پڑے ہیں) مگر ہم ایک اندازۂ معلوم (و مقرر) کے ساتھ اُن کو (مخلوقات کے لئے بھیجتے رہتے ہیں)

حالت کے مناسب غذا پونہچتی رہتی ہے۔ پھر وہ عرصۂ ہستی میں آتا ہے۔ تو [1] لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشّٰرِبِیْنَ سے پرورش
پاتا ہے۔ اور آخر کو غذائے نباتی اور حیوانی سے یعنی جب تک آدمی ضعیف و ناتوان ہوتا ہے بے سعی اُس کو
روزی ملتی ہے اور قادر ہوئے پیچھے اُس کو پیٹ کے لئے کتنے جتن کرنے پڑتے ہیں۔ اور پھر بھی وہ
کتنے ہی جتن کیوں نہ کرے۔ خدا کا ہاتھ شروع سے آخر تک اُس کو سہارا لگاتا رہتا ہے۔ [2] فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ
اِلٰی طَعَامِهٖۤ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَیْتُوْنًا وَّنَخْلًا
وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ۔ **قطعہ**

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند | تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار | شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

غذا کے میسّر آئے بعد بھی آدمی کی آخری کوشش یہ ہوتی ہے۔ کہ غذا کو حلق سے اُتار لے۔ مگر اتنے سے تو مقصود
غذا حاصل نہیں ہوتا اس کا ہضم کرنا اس کا خون بنانا۔ خون کو گوشت پوست ہڈی پٹھے بال ناخن وغیرہ
میں تبدیل کرنا اور ہر ایک عضو کو تائید پونہچانا ان میں سے کوئی سا کام بھی آدمی کے ارادے سے نہیں ہوتا
اور ان کاموں کے بدون جسم کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ ارادہ تو ارادہ آدمی کو تو خبر تک بھی نہیں ہوتی اور
اندرونی قوتیں خدا کے حکم سے اپنی اپنی خدمتوں کی بجاآوری کرتی رہتی ہیں۔ یہ تو ایک غذا کا حال ہے کہ قدرتی
خدمتگاروں کا مذکور نہیں۔ بونے سے لے کر پیسنے پکانے تک کتنے آدمی کتنے جانور اُس کا سرانجام کرتے
ہیں تب کہیں جا کر لقمہ آدمی کے نیگ لگتا ہے۔ پھر غذا کے علاوہ اور کتنی ضرورتیں ہیں جو آدمی کے پیچھے لگی
ہیں یا اُس نے خود تکلف آرایش آسایش کے لئے اپنے پیچھے لگا لی ہیں سو فضول اور لا یعنی چیزوں کے
لئے تو آدمی کو تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں ہلانے بھی پڑتے ہیں۔ نہایت ضروری چیزیں خدا نے اپنی قدرت سے
مہیا کر دی ہیں مثلاً زندگانی کی ضرورتوں میں سب سے زیادہ ضروری چیز ہوا ہے۔ کہ کوئی متنفس دو منٹ
بھی سانس لئے بغیر زندہ نہیں رہتا۔ سو آدمی گھر میں ہو یا بازار میں یا کھلے میدان میں تہ خانہ میں ہو یا پہاڑ پر
سانس لینے کے لئے ہوا ہر جگہ موجود۔ ہوا سے دوسرے درجہ میں پانی ہے۔ وہ بھی برس میں دو بار خدا برساتا
رہتا ہے۔ جابجا دریا پڑے بہ رہے ہیں کہیں بھی زمین کو کھودو پانی نکل آتا ہے۔ کھانے کے لئے جنگل میں خود رَو
پھل پھلاری کی افراط ہے۔ ہاں پانی کی جگہ شربت کیوڑہ پیو۔ اور پلاؤ زردے کھانا چاہو تو خدا سے یہ توقع نہ رکھو
کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بنی اسرائیل پر من و سلوےٰ اُترا کرتا تھا بنا بنایا شربت اور پکا پکایا پلاؤ
آسمان سے برسے گا خدا نے [3] وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا سے تمھاری زندگی کا ذمہ لیا ہے۔ نہ

---

[1] ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جس کو پینے والے آسانی سے (غٹ غٹ) پی جاتے ہیں ۱۲ [2] تو آدمی کو چاہیئے کہ (اور نہیں تو) اپنے کھانے (ہی) کی طرف نظر کرے کہ ہم (ہی) نے اوپر سے پانی برسایا پھر ہم (ہی) نے (ایک) زمین میں (یہ سب کچھ) اُگایا (یعنی) غلہ اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے گھنے باغ اور میوے اور چارا (یہ سب) اس لئے کہ تم لوگوں کو اور تمھارے چارپایوں کو فائدہ پونہچے ۱۲ [3] اور جتنے (جاندار) زمین میں چلتے پھرتے ہیں ان سب کی روزی اللہ کے ذمہ ہے [illegible]

اِن تکلفات کا یعنی ضرورت کے لئے نہیں۔ مگر تکلف کے لئے کچھ نہ کچھ تکلیف کرنی ہی پڑے گی ؎

ای ذوقِ تکلف میں ہے تکلیف سراسر — آرام سے وہ ہی جو تکلف نہیں کرتا

غرض کہ خدا تعالیٰ نے آدمی کو ایک خاص طرح کا مخلوق حاجتمند پیدا کیا ہے تو اُس کی ضرورتوں کا سامان بھی مہیّا کر دیا ہے بہت کچھ اپنی قدرت سے اور کچھ یوں ہی سا برائے نام آدمی کے ابنائے جنس کے ذریعے سے اور اسی لئے تو آدمی اپنی طرح کے آدمیوں میں مل کر رہتا ہے کہ لوگ ضرورتوں کے بہم پہنچانے میں اس کی مدد کریں اور یہ لوگوں کی بڑے بڑے شہروں میں ہزاروں لاکھوں آدمی بستے ہیں۔ اور اُن میں سے بہتیرے ایسے ہیں کہ ظاہر میں ایک کو دوسرے سے کچھ تعلق نہیں۔ مگر حقیقتہً وہ سب ایک دوسرے کا کام کر رہے ہیں۔ غرض آدمی کیلئے جو کام ظاہر میں دوسرے آدمی کرتے ہیں وہ بھی خدا ہی اِن سے کراتا ہے کہ اُن کو اس کی توفیق دی ہے انکو اس قابل کیا ہے۔ اُن کے دل میں یہ بات ڈالی ہے۔ آدمی اِن باتوں کو سوچ سمجھے تو وہ ضرور تسلیم کرے گا کہ آدمی کے تعلقات تو بہت ہیں مگر کوئی تعلق اُس تعلق کو نہیں پاتا۔ جو آدمی کو خدا کے ساتھ ہے۔ آدمی کے دوسرے تعلقات عارضی اور چند روزہ ہیں۔ مگر اس کا تعلق خدا کے ساتھ ہر وقت کا تعلق ہے اور ابدی ہے۔ اور یہ بات تو دیباچے میں ثابت کر دی جا چکی ہے۔ کہ ہر ایک تعلق کے دو پہلو ہوتے ہیں حق کا اور ذمہ داری کا۔ سو بندوں کا تو کوئی دعویٰ اور کوئی حق خدا پر نہیں۔ ہاں اُس نے از خود بندوں کی روزی کا ذمہ لیا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا [51] اور مہربانی کا کَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ [52] سو خدا اپنی ذمہ داریوں کو جو اُس نے اپنے اُوپر لازم کر لی ہیں بے طلب بے تقاضا باحسن الوجوہ پورا کر رہا ہے۔ رزق کے اعتبار سے وہ خیر الرازقین ہے اور مہربانی کے لحاظ سے ارحم الراحمین۔

رہے اُس کے احسان بندوں پر سو بندوں کا تو مقدور نہیں کہ اُن کو گن سکیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا [53] تو جیسے اُس کے بے شمار احسان ویسے ہی اُس کے بے شمار حقوق اور ویسے ہی اُس کی نعمتوں کے مقابلے میں بندوں کے فرائض هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ [54]۔ دُنیا میں اگر کوئی ہم پر احسان کرتا ہے۔ تو ہم ٹہل سے خدمت سے کسی نہ کسی طرح اُس کا بدلہ اُتار بھی سکتے ہیں مگر خدا کی نہ تو ہم سے خدمت ہی ہو سکتی ہے اور نہ وہ ہماری خدمت کی پروا کرتا ہے فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ [55] ہاں اُسکے بندوں کی خدمت بھی اُس کی خدمت ہے اور یہی خدا ہم سے چاہتا بھی ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر ست — از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست

---

۵۱ اور جتنے (جاندار) زمین میں چلتے پھرتے ہیں اُن (سب) کی روزی اللہ ہی کے ذمے ہے ۱۲

۵۲ اُس نے از خود لوگوں پر مہربانی کرنے کو اپنے اُوپر لازم کر لیا ہے ۱۲

۵۳ اور اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو اُن کو پورا پورا گن نہ سکو ۱۲

۵۴ بھلا نیکی کے سوا نیکی کا بدلہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے ۱۲ ۵۵ بے شک اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے ۱۲

اور یہی وجہ ہے کہ جس کو خدا نے اپنی عبادت قرار دیا ہے اس میں بھی مقصودِ اصلی خلائق کا نفع ہے۔ مگر کتنے آدمی ہیں جو اس نکتے کو سمجھتے ہیں شاید سو میں ایک دو۔ عبادتیں تین قسم کی ہیں۔ قلبی۔ بدنی۔ مالی۔ قلبی عبادت سے مراد ہے۔ دلی عقیدہ۔ دلی یقین۔ کہ خدا واقع میں ہے۔ اور عالم سارا اسی کا بنایا اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اسی کی مخلوقات میں ایک مخلوق ہم بنی آدم بھی ہیں مگر عقل سے سرفراز فرما کر خدا نے ہم کو ایک خاص طرح کی برتری دی ہے[51] وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۔ کہ ہم عقل ہی کے برتے پر دنیا میں چین سے زندگی بسر کرتے ہیں سچ ہے کہ آدمی کو دنیا میں تکلیفیں بھی پہنچتی ہیں۔ بلکہ لوگ اکثر تکلیفوں کے شاکی پائے جاتے ہیں چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔ ؎

در عالم بے وفا کسے محرم نیست — شادی ونشاط در بنی آدم نیست
آنکس کہ دریں زمانہ او را غم نیست — یا آدم نیست یا دریں عالم نیست

تو کیا خدا نے ہم لوگوں کو بے خطا بے قصور گوناگوں تکلیفوں میں مبتلا رہنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ ایسا خیال کرنا معاذ اللہ خدا کو ظالم ٹھیرانا ہے۔ حالانکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی بناوٹ دنیا کے واقعات سے بے شائبہ اشتباہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دنیا کے پیدا کرنے کی مصلحتوں کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ مگر ان میں سب سے بڑی مصلحت اظہارِ رحمت ہے۔ سرے سے پیدا کرنا ہی رحمت ہے اور پھر ہر مخلوق کی تمام ضرورتوں کو مہیا کرنا مزید رحمت

للمؤلف

جسے جس غرض سے بنایا ہے اس نے — اسے اس کا رستہ دکھایا ہوا اس نے

[52] الَّذِيْ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى اچھا پھر یہ تکلیفیں کیسی جن کا ہر فرد بشر شاکی ہے؟ ہاں تو یہ تکلیفیں ای باد صبا این ہمہ آوردہ تست ۔ خود آدمی اپنی نادانی ناعاقبت اندیشی نافرمانی سے مول لیتا ہے۔[53] مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ یعنی خدا نے جو زندگی کا دستور العمل ہم لوگوں کے لئے بنا دیا ہے اور وہ کیا ہے قرآنِ پاک [54] لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ[55] شامتِ نفس سے ہم اس کی ہدایتوں پر عمل نہیں کرتے اس سے تکلیفیں اٹھاتے اور مصیبتیں جھیلتے ہیں پس جب تم کو کوئی امر ناملائم پیش آئے یقین کر لو کہ تم سے خدائی دستور العمل کی تعمیل میں ضرور کوئی فروگذاشت ہوئی ہے اور یہ تکلیف اسی فروگذاشت کا نتیجہ ہے خدائی دستور العمل تم کو نہ صرف تمہاری فروگذاشت بتائے گا بلکہ اس کی تلافی بھی۔ غرض کہ خدا تو ہماری نورا

---

[51] اور جتنی مخلوقات ہم نے پیدا کی ہے ان میں بہتیروں پر ان کو برتری دی ۱۲ [52] جس نے ہر مخلوق کو اس کی (خاص طرح کی) بناوٹ عطا فرمائی پھر اس کو ان اغراض خاص کے پورا کرنے کی راہ دکھائی (جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔) ۱۲

[53] (اے بندے حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ) تجھ کو کوئی فائدہ پہنچے تو سمجھ کہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھ کو کوئی نقصان پہنچے تو سمجھ کہ تیرے نفس کی طرف سے ہے ۱۲ [54] جھوٹ نہ تو اس کے آگے (ہی کی طرف) سے اس کے پاس پھٹکنے پاتا ہے اور نہ اس کے پیچھے (کی طرف) سے [55] (کیونکہ) حکمت والے سزاوارِ حمد (وثنا یعنی خدا) کی اتاری ہوئی (کتاب) ہے ۔

سی تکلیف کا رَوادار نہیں۔ خواہ وہ تکلیف روحانی ہو یا جسمانی۔ داخلی ہو یا خارجی۔ یعنی ہماری اپنی وجہ سے ہو یا دوسروں کی وجہ سے مگر ہم ہی اُس کا کہنا نہ مانیں تو اس کا کیا علاج۔ تم کو جو خدا سے واقع ہوں بے تامل بیان کرو خدشات کا واقع ہونا عیب نہیں ہے عیب ہے خدشات کا چھپانا کہ اس سے بزدلاپن ثابت ہوتا ہے ہمارا دعویٰ تو یہ ہے مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ اس دعوے کے دو جزو ہیں۔ پہلے جزو کے صحیح ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ دنیا میں جو کچھ سامان عیش و عشرت آدمی کے لئے ہے وہ سب خدا کا بنایا خدا کا دیا ہوا ہے۔ آدمی ماں کے پیٹ سے تو لے کر نہیں آیا جو کچھ اس نے کمایا وہ بھی خدا ہی کی دین ہے کہ خدا نے آدمی کو اس قابل کیا اور کمایا بھی تو کیا کمایا۔ خدا کی بنائی ہوئی خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں تصرف کیا اور بس۔ پس مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ یا مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ کے بوجھ سے تو آدمی کسی طرح سبکدوش ہو ہی نہیں سکتا۔ اب رہا مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ تو مصیبتیں جو آدمی کو زندگی میں پہونچتی رہتی ہیں بہت تو اسی کی بے احتیاطی کے نتیجے ہیں مثلاً وہ حفظِ صحت کے قاعدوں کی تعمیل نہیں کرتا اور طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہوتا رہتا ہے۔ قاعدوں کے تعمیل نہ کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اُن قاعدوں سے واقف نہیں دوسرے یہ کہ واقف تو ہے مگر اُن پر عمل نہیں کرتا تو جیسے واقف ہو کر عمل نہ کرنا اس کا قصور ہے ویسے ہی ناواقف رہنا بھی اسی کا قصور ہے۔ کیوں نہیں جانا اور کیوں نہیں واقفیت پیدا کی۔ دریا میں رہنا ہے تو تیرنا سیکھنا ہی پڑیگا۔ اور نہیں سیکھے گا تو ڈوبے گا بھی ضرور اور لوگ اسی کو اُلاہنا بھی دیں گے ضرور۔ یہ جو کچھ ہم نے کہا امراضِ جسمانی کے متعلق تھا۔ اب اُن تکلیفوں پر نظر کرو جو آدمی کو ابنائے جنس کے ہاتھوں پہونچ جاتی ہیں۔ یہ بھی تھوڑی نہیں اور بسا اوقات بیماری سے بڑھ کر تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں۔ اُن میں بھی اگر آدمی انصاف کے ساتھ دیکھے بہت سی ایسی نکلیں گی۔ جو اس کی اپنی بے تدبیری سے اس کو پہونچی ہیں اُن سب کو حساب سے خارج کر کے دیکھا جائے تو عجب نہیں گنتی کی چند تکلیفیں اضطراری بھی ہوں جن میں اس شخص تکلیف رسیدہ کو کچھ بھی دخل نہیں یا شاید نہ بھی ہوں۔ لیکن فرض کرو کہ ہیں تو بھی خدا کی بے شمار نعمتوں کے مقابلے میں اِن کا وزن پاسنگ سے زیادہ نہ ہوگا۔ اور اِن کا الزام بھی اس پر نہ ہوگا تو اس کے ابنائے جنس پر ہوگا۔ بس تو یہ بات آ کر ٹھیری کہ آدمی پر خدا کے بے شمار احسان ہیں۔ اور چونکہ آدمی کی طبیعت احسان شناس واقع ہوئی ہے۔ اس کو ہمہ وقت اور ہر حال میں خدا کا احسان ماننا اور اُس کا شکر کرنا چاہیئے۔ بڑی بات تو خدا کا جاننا پہچاننا۔ اور اُس کی ہستی کا یقین کرنا ہے اور اسی پر انسان کی زندگی کی کامیابی کا انحصار ہے۔ کیونکہ آدمی خدا کا یقین کرے گا تو ضرور اُس کے حقوق اور اپنے فرائض کو بھی سمجھے گا اور سمجھے گا تو ضرور تھوڑا بہت عمل بھی کرے گا۔ اور عمل کرے گا تو آپ بھی راضی رہے گا۔ اور اوروں کو بھی راضی رکھے گا اور خدا بھی اُس کی فرماں برداری سے خوش ہوگا اس لئے کہ خدا نے جو حکم دیئے ہیں خود آدمی اور اُسی کے ابنائے جنس کے فائدے کے لئے دیئے ہیں خدا کی کوئی ذاتی غرض ان سے متعلق نہیں

اور نہ وہ ﷻ بے نیاز کسی طرح کی غرض رکھتا ہے۔[ف۵] اِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنۡكُمۡ وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا يَرۡضَهُ لَكُمۡ لیکن یقین یقین میں فرق ہے۔ عام طرح کا یقین تو یہ ہے اور یہ یقین کا اَدنیٰ درجہ ہے کہ آپ تو غور و فکر کرنے کی عادت نہیں۔ کسی کو مرتے دیکھا یا آپ مُبتلائے مُصیبت ہوئے خدا یاد آگیا۔ بات رفت و گزشت ہوئی۔ یادِ خدا بھی بھولی بسری ہو گئی۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں کسی نے کہا ہے مصرع چکنے گھڑے پہ بوند پڑی اور پھسل پڑی ٭ یقین کا اعلےٰ درجہ جو خاصانِ خدا کا حصّہ ہے یہ ہے شعر

کسانے کہ یزداں پرستی کنند۔ بآوازِ دولاب مستی کنند

یہ لوگ ذرے میں آفتاب کو مخلوق میں خالق کو۔ یعنی ہر چیز میں خدا کو گویا بچشم سر مشاہدہ کرتے ہیں۔

ہر چہ آید در نظر غیر تو نیست ٭ یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

اِن اعلےٰ اور اَدنےٰ دو درجوں کے درمیان میں یقین کے بے شمار مدارج ہیں۔ [ف۶] مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعَاجِلَةَ عَجَّلۡنَا لَهٗ فِيۡهَا مَا نَشَآءُ لِمَنۡ نُّرِيۡدُ ثُمَّ جَعَلۡنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصۡلٰٮهَا مَذۡمُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ۞ وَمَنۡ اَرَادَ الۡاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعۡيَهَا وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعۡيُهُمۡ مَّشۡكُوۡرًا ۞ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنۡ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحۡظُوۡرًا ۞ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ وَلَلۡاٰخِرَةُ اَكۡبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكۡبَرُ تَفۡضِيۡلًا ۞ خدا نے جو عبادت کو اپنا حق اور ہم بندوں کا فرض قرار دیا ہے۔ تو اس کا اصل مطلب اس بات کا ظاہر کرنا ہے کہ ہم اُس کے بندے ہیں۔ پھر بندگی کے ظاہر کرنے کے اُس نے طریقے بتا دیے ہیں۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ اِن تمام طریقوں سے خلق اللہ کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے۔

ع راحت بدل رساں کہ ہمیں مذہب سب و بس ٭

اور جس طریقے سے صاف طور پر یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔ تو کم سے کم اِتنا تو ہے کہ خدا کا خیال تازہ ہوتا ہے۔ اور عبادت گزاری کی بلکہ سارے مُسلمانوں کی بلکہ کل عالم کی فلاحِ دارین اِسی خیال پر متفرع ہے ٭

ف۵ اگر تم (خدا کی) ناشکری کرو تو اللہ تم سے بے نیاز (مطلق) ہے اور اپنے بندوں کے لئے ناشکری کو پسند نہیں کرتا (یعنی یہ نہیں چاہتا کہ اُس کی ناشکری کریں) اور اگر تم (اُس کا) شکر کرو تو وہ تمہاری اِس ادا کو پسند کرتا ہے ۱۲ ف۶ جو شخص دنیا کا طالب ہو تو ہم جسے چاہتے ہیں (اور) جتنا چاہتے ہیں اسی (دُنیا) میں سر دست اُس کو دے دیتے ہیں (مگر) پھر (آخرکار) ہم نے اُس کے لئے دوزخ ٹھہرا رکھی ہے جس میں وہ بُرے حالوں راندہ (درگاہِ خدا) ہو کر داخل ہو گا اور جو شخص طالبِ آخرت ہو اور آخرت کے لئے جیسی کوشش کرنی چاہئے ویسی اُس کے لئے کوشش بھی کرے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی محنت (خدا کے ہاں) مقبول ہو گی (اے پیغمبر) وہ (دنیا کے طالب) اور یہ (آخرت کے طالب) سب ہی کو ہم تمہارے پروردگار کی (یعنی اپنی) بخشش سے امداد دیتے ہیں اور تمہارے پروردگار کی بخشش (عام ہے کسی پر) بند نہیں (اے پیغمبر) دیکھو (تو سہی کہ) ہم نے (دنیا میں) بعض لوگوں کو بعض پر کیسی برتری دی ہے اور البتہ آخرت کے درجے کہیں بڑھ کر ہیں اور (ویسے ہی اُن کی) برتری (بھی) کہیں بڑھ کر ہے ۱۲ ٭

مُمانعتِ شرک

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؕ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (یوسف ع ۵ پارہ ۱۲ پ)

(یوسفؑ نے اُن دو قیدیوں سے جنھوں نے اپنے خوابوں کی تعبیر پُوچھی تھی یہ بھی کہا) اور ہیں اپنے باپ دادوں (یعنی) ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین پر چلتا رہا ہوں ہم کو شایاں نہیں کہ خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائیں یہ (عقیدہ) خدا کا ایک فضل ہی (جو اس نے) ہم پر اور لوگوں پر (کیا ہے) مگر اکثر آدمی اُس کی اس نعمت کا) شکر نہیں کرتے **ف** اے یاران مجلس بھلا (دیکھو تو یہی کہ) جُدا جُدا معبود اچھے یا خدائے یگانہ (و) زبردست تم لوگ خدا کے سوا نِرے ناموں ہی کی پرستش کرتے ہو جو تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے (اپنے دل سے) گھڑ رکھے ہیں خدا نے تو ان (کے معبود ہونے) کی کوئی سند اُتاری نہیں (تمام جہان میں) حکومت تو بس ایک اللہ ہی کی ہے (اور) اُسنے حکم دیا ہے کہ صرف اُسی کی پرستش کرو یہی دین (کا) سیدھا رستہ ہے مگر (افسوس) اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (انعام ع ۱۰ پارہ ۷)

یہ ہے اسکی رہنمائی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس طرح کی ہدایت دے اور اگر یہ (پیغمبر) شرک کیئے ہوتے تو انکا (سارا) کیا دھرا ان سے ضائع ہو جاتا

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (الزمر ع ۷ پارہ ۲۴)

(اے پیغمبر) تمھاری طرف اور اُن (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں (ایک ایک کی طرف) وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمھارے (سارے) عمل ضبط ہو جائیں گے اور ضرور تم گھاٹے میں آ جاؤ گے

ف عقیدہ توحید کا پیغمبروں کے حق میں فضل خدا ہونا تو ظاہر ہی کہ وہ اُنکی نجات کا ذریعہ ہے اور لوگوں کے حق میں اس سے پیغمبروں کا آنا ہی فضل خدا ہے ۲؎ کیونکہ وہ اُمت کو عقیدہ توحید کی تعلیم کرتے اور نجات کے رستے پر لے چلتے ہیں ۱۲۔

ممانعتِ شرک میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں سے چند آیتوں کا ذیل میں حوالہ دیا جاتا ہے۔

(۱) قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئًا (انعام ع ۱۹)

(۲) لا تجعل مع اللہ الٰہا اٰخر فتقعد مذموما مخذولا (بنی اسرائیل ع ۲)

(۳) ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت (النحل ع ۵)

(۴) قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحٰن اللہ وما انا من المشرکین (یوسف ع ۱۲)

(۵) قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر الخ (اعراف ع ۱۹)

(۶) وان اقم وجھک للدین حنیفا ولا تکونن من المشرکین ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک فان فعلت الخ (یونس ع ۱۱)

(۷) فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ الخ (الروم ع ۴)

(۸) واذ قال لقمان لابنہ وھو یعظہ یبنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم (لقمان ع ۲)

(۹) قل انی نھیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ الخ (انعام ع ۷)

(۱۰) قل انی نھیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ لما جاءنی البینٰت الخ (الزمر ع ۷)

من المترجم

توحید اور ممانعتِ شرک دونوں کا مطلب ایک ہے۔ توحید کے بارے میں جو آیتیں ہیں وہ حکم کے پیرائے میں ہیں کہ خدا کو اس کی ذات و صفات میں یگانہ مانو اس سے ممانعتِ شرک مستنبط ہوتی ہے لیکن چونکہ توحید کا معاملہ بڑا اہتمام بالشان ہے اس لئے نہی کے پیرائے میں بھی ممانعتِ شرک کی بہت سی آیتیں قرآن میں پائی جاتی ہیں۔ دینِ الٰہی آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر بلا تغیر و تبدیل چلا آتا ہے اور اس کا اصل الاصول توحید ہے کہ خدا کو ایک مانا جائے مگر دین کے اسی ایک رکن توحید میں ایسا ضعف آگیا تھا کہ جو لوگ بت پرست تھے سو تھے اہل کتاب بھی توحید میں رخنہ اندازیاں کرنے لگے تھے یعنی یہود عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعض خدا کا بیٹا اور بعض مستقل خدا ماننے لگے تھے نصاریٰ میں جو لوگ حضرت عیسیٰ کو مستقل خدا مانتے ہیں وہ عجب طرح پر خدا کے بارے میں تثلیث اور توحید دو متناقض باتوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں نہ اس معمے کو خود سمجھتے ہیں اور نہ دوسرے کو سمجھا سکتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ انسان کو صرف وجودِ عاقل ہونے کی وجہ سے دین و مذہب کی تکلیف دی گئی ہے پھر بھی عقلِ انسانی محدود عقل ہے بہت سی باتیں ہیں جن کو انسان نہیں سمجھتا مثلاً دور کیوں جاؤ خود اسی کی روح ہے کہ آج تک کسی نے روح کی حقیقت کو نہیں سمجھا مگر پھر بھی روح ہے لیکن سمجھ میں نہ آنا اور بات ہے اور انکارِ عقلی بالکل دوسری بات ہے خدا کی ذات اور اس کی صفات عقلِ انسانی میں آنے کی باتیں نہیں مگر شرک کہ اس میں بت پرستی اور عقیدۂ تثلیث سب داخل ہیں ایسی باتیں ہیں کہ عقل ان کو قبول نہیں کرتی نہ یہ کہ سمجھتی نہیں۔ اس ضعفِ توحید کو دور کرنے کے لیے جنابِ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اسلام اور

یہودیت اور نصرانیت میں اور بھی چند در چند اختلافات ہیں مگر وہ اختلاف فروعی ہیں۔ مثلاً عبادتوں کے طریقے اور اوقات یا بعض جانوروں کی حلت و حرمت یا مثلاً جہتہ قبلہ یا اسی طرح کے اور بعض مسائل بڑا اختلاف جو اسلام اور اہلِ کتاب کے عقائد میں ہے وہ توحید ہے۔ قرآن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ توحید اصلِ دین ہے اور اسلام اس بارے میں کسی طرح کی توجیہ اور تاویل کو بھی جائز نہیں رکھتا ہم نے جو کچھ اس کتاب کے دیباچے اور عنوانِ توحید کے ذیل میں لکھا ہے۔ وہ ممانعتِ شرک کے لئے بھی بس کرتا ہے۔ خداشناسی کا سیدھا رستہ جو اسلام نے تعلیم کیا ہے یہ ہے کہ کارخانۂ عالم پر نظر کرکے اور تھوڑے تامل سے ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ اس کارخانے کا بنانے والا اور سنبھالنے والا کوئی ہے اور وہ کوئی ان چیزوں میں سے نہیں ہے جن کو ہم دیکھتے اور دیکھ سکتے ہیں۔ ہم اپنے تئیں عقل و دانش کے اعتبار سے اشرف المخلوقات پاتے ہیں لیکن ہم خود اپنی جگہ درماندہ ہیں۔ مجبور ہوکر ہم کو ایسی ہستی کا قائل ہونا پڑتا ہے جو ہماری اور مخلوقات کی جنس میں سے نہیں ہے۔ بس خدا کے ہونے کی ہمارے پاس ایک ہی دلیل ہے ہمارے دل کی گواہی۔ ہم نے اپنے دل کی گواہی کو جب جب آزمایا صحیح ثابت ہوئی مثلاً ہم صبح کے وقت مشرق کی طرف روشنی ہوتی دیکھتے ہیں اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ آفتاب نکلنے والا ہے اور اس گواہی کے صحیح ثابت کرنے کے لئے واقع میں بھی آفتاب نکلتا ہے۔ یا مثلاً ہم کو دور سے دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ دھواں کسی آگ سے پیدا ہوا ہے۔ ہم موقع پر جاکر دیکھتے ہیں تو واقع میں آگ پاتے ہیں۔ ہم نے لوگوں کو مرتے دیکھا ہے۔ اور ایک شخص خاص کی نسبت ہم حکم لگاتے ہیں کہ یہ بھی مرے گا اور وہ واقع میں آور سویر مرتا ہے۔ اسی طرح جب ہم ایک بنا ہوا مکان یا ایک چلتی گھڑی دیکھتے ہیں تو ہمارا ذہن فوراً اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ اس مکان کا بنانے والا کوئی معمار اور گھڑی کا بنانے والا کوئی گھڑی ساز ضرور ہے اور تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ واقع میں مکان کا تعمیر کرنے والا معمار اور گھڑی کا بنانے والا گھڑی ساز ہے بھی۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے دل کی گواہی یا ہماری عقل کا حکم کسی جگہ غلطی نہ کرے اور کرے تو خدا کے بارے میں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مخلوقاتِ عالم کو دیکھ کر جو ہم نے سمجھا ہے کہ ان کا بنانے والا مرئیات اور مشاہدات میں سے نہیں بلکہ ایک ہستی ہے جس کو ہم بچشم سر نہیں دیکھ سکتے۔ اور اسی کو ہم لوگ خدا کہتے ہیں ٹھیک ہے جس طرح ہم نے خدا کی ذات کو پہچانا اسی طرح اس کی صفات کو پہچانا۔ اور جس دلیل سے ہم نے خدا کو مانا اسی دلیل سے ہم نے اس کو ایک بھی مانا۔ ایک ہونا خدا کے لئے شرطِ ضروری ہے اگر اس کی ذات یا صفات میں کوئی اور شریک ہو تو ایسا خدا خدا ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ شرکت اگر ہوگی تو خود خدا میں کسی طرح کا ضعف ہوگا۔ جس کی تلافی شرک سے کی جاتی ہے اور ضعف کا نام آیا اور خدائی گئی گذری ہوئی جس کے سر میں عقل ہے یعنی جس نے انسانیت کا جامہ پہنا ہے وہ خدا کا منکر تو ہو نہیں سکتا خدا کے خیال کو دل میں جگہ نہ دینا انکار ہی نہیں ہے۔ بلکہ غفلت ہے اور اس سے کوئی فردِ بشر خالی نہیں الا ماشاء اللہ یہاں تک

کہ خود جناب رسالت مآب فرماتے ہیں لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَّا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ؀ شرک ایک اعتبار سے انکار نہیں ہے۔ مگر دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو وہ بھی داخل انکار ہے۔ شرک ایسی بدبلا ہے کہ اس سے محفوظ رہنا بہت دشوار ہے اس لئے کہ شرک کی دو قسمیں ہیں شرکِ جلی اور شرکِ خفی۔ بتوں کو پوجنا فرشتوں اور پیغمبروں اور بزرگانِ دین یا سوائے خدا کے کسی چیز میں خدا کی صفتوں میں سے کسی صفت کا ہونا تسلیم کرنا شرکِ جلی ہے۔ اور شرکِ خفی کے بہت سے اقسام ہیں از انجملہ لوگوں کے نام ایسے رکھنا جن سے بُوئے شرک پیدا ہوتی ہو۔

اصل میں شرک کی تین قسمیں ہیں۔ **شرک فی الذات۔ شرک فی الصفات۔ شرک فی الاسمار**
شرک فی الذات تو یہ ہے کہ کئی خدا مانے جائیں اور منکرِ خدا بھی مشرک فی الذات کے ذیل میں ہے۔ شرک فی الصفات یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی دوسرے کو اُن صفات سے متصف مانا جائے جو خدا کے ساتھ خاص ہیں۔
شرک فی الاسمار کو ہم نے شرک کی ثالث قسم قرار دیا ہے مگر از بسکہ اسمار صفاتی ہیں۔ شرک فی الاسمار حقیقت میں شرک فی الصفات ہے۔ شرک فی الاسمار کو قسم مستقل قرار دینا ایک آیت کی وجہ سے ہوا ہے۔ جو معہ ترجمہ و فائدہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِہَا وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۔ یعنی اور اللہ کے (سب ہی) نام اچھے ہیں تو اُس کے نام لے کر اُس کو (جس نام سے چاہو) پکارو اور جو لوگ اُس کے ناموں میں کفر کرتے ہیں اُن کو (اُن ہی کے حال پر) چھوڑ دو کوئی دن جاتا ہے کہ وہ اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے“ ف

ف ناموں میں کفر کرنے کے بہت پیرائے ہیں از انجملہ جو بدنصیبی سے مسلمانوں میں بھی بہ کثرت شائع ہے یہ کہ خدا کے سوا کسی اَور کو اُن صفتوں سے پکارا جائے جو خدا کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے مشکل کشا دستگیر اَن داتا شہنشاہ وغیرہ ۱۲ ✣

رجاء[ل]

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ	(یعقوب نے اپنے بیٹوں سے یہ بھی کہا کہ) لڑکو!...

ل عنوانِ رجاء میں ذیل کی چند آئیں بھی داخل ہو سکتی ہیں۔
(۱) ان الذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا والذین ہم عن اٰیتنا غٰفلون اولٰئک ماوٰہم النار بما کانوا یکسبون (یونس ۲) (۲) اولٰئک الذین یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلۃ ایہم اقرب و یرجون رحمتہ و یخافون عذابہ ان عذاب ربک کان محذورا (بنی اسرائیل ع ۶)
(۳) امن ھو قانت اٰناء الیل ساجدا وقائما یحذر الاخرۃ و یرجوا رحمۃ ربہ الخ (الزمر ع ۱)

؀ یعنی میرے لئے خدا کے ساتھ ایک وقتِ خاص ہے جس میں نہ تو مقرب فرشتے کو گنجائش ہوتی ہے نہ نبی مرسل کو ۱۲ ✣

وَاَخِیْہِ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ ○ (یوسف ع ۱۰ پارہ ۱۳)

اور اُس کے بھائی کی ٹوہ لگاؤ اور خدا کی رحمت سے نااُمید نہ ہو کیونکہ خدا کی رحمت سے وہی لوگ نااُمید ہوا کرتے ہیں جو کافر ہیں۔

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ○ (حجر ع ۴)

(اے پیغمبر) ہمارے بندوں کو آگاہ کر دو کہ (ایک طرف) ہم بخشنے والے مہربان ہیں اور (دوسری طرف) ہمارا عذاب (بھی بڑا) موذی عذاب ہے۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ (زمر ع ۶)

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اے ہمارے بندو! جنھوں نے (گناہ کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ رہو کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے (اور) وہ بے شک (بڑا) بخشنے والا مہربان ہے۔

خشیۃ وہیبت وتقویٰ

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِیَآءً وَّذِکْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ ○ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ○ (انبیاء ع ۴ پارہ ۱۷)

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (حق و باطل میں) فرق کرنے والی (کتاب یعنی توراۃ) دی اور (راہِ راست دکھانے کے لئے) روشنی اور (سمجھانے کیلئے ایک) نصیحت (نامہ۔ مگر) اُن ہی پرہیزگاروں کے لئے جو بے دیکھے اپنے پروردگار کا خوف مانتے اور وہ (روزِ) قیامت سے بھی ڈرتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ○ (النحل ع ۷ پارہ ۱۴)

اور لوگو! خدا نے حکم دیا ہے کہ دو دو معبود نہ ٹھیراؤ بس وُہی (خدا) ایک معبود ہے تو صرف ہمارا ہی خوف رکھو۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ

اور (اے پیغمبر اُس بات کو یاد کرو کہ) جب تم اس شخص کو سمجھاتے تھے (یعنی زید بن حارثہ کو) جس پر اللہ نے (اپنا) احسان کیا (کہ اُس کو اسلام کی توفیق دی) اور تم بھی اُس پر احسان کرتے

أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ۝ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ

رہے ف۱ کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر (اور اُس کو چھوڑ نہیں) اور تم اُس (بات) کو اپنے دل میں چھپاتے تھے ف۲ جس کو (آخر کار) اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم (اِس معاملے میں) لوگوں سے ڈرتے تھے اور خدا اِس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو پھر جب زید اُس (عورت) سے بے تعلق کر چکا (یعنی طلاق دیدی۔ اور عدت کی مُدت پُوری ہوگئی) تو ہم نے تمہارے ساتھ اُس (عورت) کا نکاح کر دیا تاکہ (عام) مسلمانوں کے لے پالک جب اپنی بیبیوں سے بے تعلق ہو جائیں تو مسلمانوں کے لئے اُن (عورتوں سے نکاح کر لینے) میں (کسی طرح کی) تنگی نہ رہے اور خُدا کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے اللہ نے پیغمبر کے لئے جو بات ٹھیرا دی ہو اُس (کے کرنے) میں پیغمبر کے لئے کچھ مضائقے (کی بات) نہیں جو (پیغمبر) پہلے ہو چکے ہیں اُن میں (بھی یہی) عادتِ الٰہی (رہی) ہے (کہ اُن پر خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی) اور خدا کے (بتلنے) کام (نہیں ایک امرِ تقدیری (رہیں جو روزِ ازل سے) ٹھیرے ہوئے ہیں وہ اگلے پیغمبر (اِس صفت کے تھے کہ) خدا کے پیغام (لوگوں کو) پہنچاتے اور خوفِ خدا رکھتے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے (تو اے پیغمبر تم کیوں ڈرو) اور حسابِ (اعمال) کے لئے اللہ بس ہے (وہ سب سمجھ لیگا۔ لوگو!) محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (تو زید کے کیوں ہوں) وہ تو اللہ کے رسول ہیں۔ اور (خطوں کی مُہر کی طرح سب) پیغمبروں کے آخر میں ہیں

ف۱ یعنی پالا پوسا پھر غلامی سے آزاد کیا اور اپنی پھوپی زاد بہن زینب اُس سے بیاہ دی ۱۲ ف۲ ۔ یعنی زید چھوڑ دے گا تو میں زینب سے نکاح پڑھا لونگا ۱۲

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ (احزاب ع پارہ ۲۲)

اور اللہ تمام چیزوں (کے حال) سے واقف ہے ف۱

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ (النازعات ع ۲ پارہ ۳۰)

اور جو اپنے پروردگار کے حضور میں (جواب دہی کے لئے) کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا تو (اس کا) ٹھکانا بس بہشت ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۱ پارہ ۴)

مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور اسلام ہی پر مرنا ف۲

ف۱ یہ واقعہ پیغمبر صاحب کی زندگی کے بڑے واقعات میں سے ہے۔ بات یہ ہے کہ زینب بنت جحش پیغمبر صاحب صلعم کی پھوپھی زاد بہن تھیں ان کی والدہ کا نام اُمیمہ اور وہ بیٹی تھیں پیغمبر صاحب صلعم کے جد بزرگوار عبدالمطلب کی یہ تو زینب کا حال ہوا دوسری طرف زید بن حارثہ تھے شریف زادے مگر بچپن میں اُن کو لوگ پکڑ لے گئے تھے اور اس وقت دستور تھا اور اب تک بھی ہے کہ بچوں کو زبردستی پکڑ لے جاتے اور غلام بنا لیتے ابھی جوان نہیں ہوئے تھے کہ زید غلامی کی حالت میں مکے آکر فروخت ہوئے پیغمبر صاحب نے اِن کو خرید لیا اور آزاد کر کے اپنے پاس رکھا اُنس بڑھتے بڑھتے پیغمبر صاحب نے ان کو اپنا مُتبنّیٰ کر لیا اس وقت تک متبنّیٰ کے بارے میں کوئی حکم خدا کی طرف سے صادر نہیں ہوا تھا اور متبنّیٰ بیٹوں کے ساتھ ہر طرح پر صلبی بیٹوں کی سی مدارات کی جاتی تھی اور اب تک بھی ہندوستان کے مسلمانوں کا قریب قریب یہی حال ہے زید پیغمبر صاحب کو بھی یہاں تک عزیز تھے کہ آپ نے زینب کے ساتھ اُن کا نکاح کر دیا اور زینب اُس وقت بھی اس نکاح سے ناخوش سی تھیں کیونکہ زید اگرچہ پیغمبر صاحب کے متبنّیٰ کہلاتے تھے مگر تھے تو غلام آزاد اور اس کے علاوہ شاید صورت کے اعتبار سے بھی زینب کی جوڑ نہ تھے۔ بہرکیف میاں بی بی میں موافقت نہ آئی یہاں تک کہ زید زینب کے چھوڑنے پر آمادہ ہوئے پیغمبر صاحب نے اُن کو بہتیرا سمجھایا لیکن جب طبیعتوں میں ناموافقت ہوتی ہے تو میاں بی بی کے تعلق میں لطف باقی نہیں رہتا آخر زید نے زینب کو طلاق دے ہی دی اب پیغمبر صاحب کو کئی مشکلیں پیش آئیں سب سے پہلے زینب کی دلجوئی کہ ان کو پیغمبر صاحب نے زید سے بیاہ دیا تھا اور وہ نکاح اُن کو ناگوار تھا اب اُس پر طلاق کا دیا جانا یہ دوسری ناگواری اور اسی کے مقارن خدا کو منظور ہوا کہ متبنّیٰ کی رسم بد بھی موقوف کی جائے نہ یہ کہ لوگ لے پالک نہ بنائیں بلکہ لے پالک کو صلبی بیٹے کی طرح نہ سمجھیں اور نہ صلبی بیٹے کے سے اُن کے حقوق تسلیم کئے جائیں اور جب ایک شخص دنیا میں کوئی اصلاح کرنی چاہتا ہے تو سب سے عمدہ تدبیر اُس اصلاح کے جاری کرنے کی یہ ہے کہ خود اُس پر عمل کر کے اپنا نمونہ دوسروں کو دکھائے اب یہ موقع تھا کہ پیغمبر صاحب زینب سے خود نکاح کر لیں مگر معلوم تھا کہ متبنّیٰ کی بی بی سے نکاح کرنا صلبی بیٹے کی بی بی سے نکاح کرنے کے برابر سمجھا جاتا ہے اگر پیغمبر صاحب زینب سے نکاح نہ کرتے تو زینب کی دلجوئی نہیں ہو سکتی تھی اور نہ متبنّیٰ کی رسم کی اصلاح ہو سکتی تھی لوگ یہ حجت کرتے کہ خود پیغمبر صاحب کو ایسا موقع ملا اور جو دوسروں سے کرانا چاہتے تھے آپ نہ کیا اور نکاح کرنے میں یہ قباحت تھی کہ رسم مروّجہ کے مطابق نہایت مکروہ الزام پیغمبر صاحب کے ذمے عائد ہوتا تھا (بقیہ فائدہ ف۲ بر صفحہ آئندہ)

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا (النساء ع ۱۹ پارہ ۵)

اور (مسلمانو) جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی اُن سے اور تم سے ہم نے بتاکید یہی کہہ رکھا ہے کہ اللہ کی (ناراضمندی) سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کرو گے (تو وہ تمھاری کچھ پروا نہیں رکھتا کیونکہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ بے نیاز (بہمہ صفت) موصوف ہے

خشیۃ و رہبت اور تقوے کا مضمون اگر غور سے دیکھا جائے تو قرآن مجید کی ہر ہر آیت سے ٹپک رہا ہے لیکن جن مقامات میں یہ الفاظ بالتصریح مذکور ہیں اُن کا ذیل میں ذکر ہوتا ہے۔

(۱) ان الذین هم من خشیة ربهم مشفقون (المؤمنون ع ۴)

(۲) فلا تخشوا الناس واخشون (المائدہ ع ۷)

(۳) ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها وادعوہ خوفا وطمعا (اعراف ع ۷)

(۴) انما المؤمنون الذین اذا ذکر الله وجلت قلوبهم (انفال ع ۱)

(۵) ویخشون ربهم ویخافون سوء الحساب (رعد ع ۳)

(۶) اتخشونهم فالله احق ان تخشوہ (التوبہ ع ۲)

(۷) تتجافی جنوبهم عن المضاجع (السجدہ ع ۲)

(۸) من خشی الرحمن بالغیب (ق ع ۳)

(۹) ولمن خاف مقام ربه جنتان (رحمن ع ۳)

(۱۰) ومن یطع الله ورسوله ویخش الله ویتقه (النور ع ۷)

(۱۱) یا ایها الذین امنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة (مائدہ ع ۶)

(۱۲) یا ایها الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا الله لعلکم تفلحون (آل عمران ع ۲۰)

(۱۳) فاتقوا الله واطیعون (آل عمران ع ۵)

(۱۴) یا ایها الذین امنوا اتقوا الله وکونوا مع الصادقین (توبہ ع ۱۴)

(۱۵) منیبین الیه واتقوہ (الروم ع ۴)

(۱۶) یا ایها الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة (حج ع ۱)

(۱۷) یا ایها النبی اتق الله ولا تطع الکفرین (احزاب ع ۱)

(۱۸) یا ایها الذین امنوا اتقوا الله وامنوا برسوله (حدید ع ۴)

(۱۹) یا ایها الذین امنوا اتقوا الله ولتنظر (حشر ع ۳)

(۲۰) فاتقوا الله ما استطعتم (تغابن ع ۲)

(۲۱) ومن یتق الله یجعل له مخرجا (طلاق ع ۱)

اطاعت

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی

(بقیہ فائدہ صفحہ ۵۲) بے شک پیغمبر صاحب بتقاضائے بشری اس وقت بہت ہی متردد ہوئے ہوں گے مگر آخر کار اصلاح کا پہلو غالب رہا اور آپ نے خود زینب سے نکاح کر لیا اور کرنا چاہیئے تھا اور اصلاح کے واسطے پیغمبر صاحب نے خود اپنا نمونہ دکھایا تاکہ جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے متبنّٰی کے بارے میں ذرا نہ ہچکچائے اور متبنّٰی کو صلبی بیٹا نہ سمجھے ۱۲ ف ۲ یعنی مرتے دم تک اسی دینِ اسلام پر ثابت قدم رہنا ۱۲

تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ○

(آل عمران ع ۴ پارہ ۳)

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ○ (النساء ع ۸ پارہ ۵)

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ○ وَ لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ ھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ○

(الانفال ع ۲ پارہ ۹)

وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَا یَلِتْکُمْ مِّنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (الحجرات ع ۲ پارہ ۲۶)

(یہ لوگ) نہ مانیں تو (سمجھے رہیں کہ) اللہ نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا۔

مسلمانو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں (اُن کا بھی) پھر اگر کسی امر میں تم (اور حاکمِ وقت) آپس میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اُس امر میں اللہ اور رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو (کہ) یہ (تمھارے حق میں) بہتر (اور انجام کے اعتبار سے بھی (یہی طریقہ) بہت اچھا ہے۔

مسلمانو اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو اور اُس (کے حکم) سے سرتابی نہ کرو اور (ہمارا ارشاد) تو تم سُن ہی رہے ہو اور اُن لوگوں جیسے نہ بنو جنھوں نے (مُنہ سے تو) کہہ دیا کہ ہم نے سُنا حالانکہ وہ سنتے (سناتے خاک) نہیں

اور اگر تم لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے حکم پر چلو تو اللہ تمھارے (عملوں کے اجر) میں سے کسی طرح کی کانٹ چھانٹ نہیں کریگا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اطاعت کے عنوان میں ذیل کی آیتیں بھی داخل ہیں۔

(۱) وَمن یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیین الخ (نساء ع ۹)

(۲) ویطیعون اللّٰہ ورسولہ اولٰئک سیرحمہم اللّٰہ الخ (توبہ ع ۹) (۳) یاایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ ورسولہ (نور ع)

(۴) ومن یطع اللّٰہ ورسولہ الخ (فتح ع ۲) (۵) واطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول (التغابن ع ۲)

ایفائے عہد

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ (الانعام ع ۱۹ پارہ ۸)

۱ اور (مسلمانو! گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا پڑے) جب بات کہو تو گو (فریق مقدمہ اپنا) قرابت مند ہی (کیوں نہ) ہو انصاف (کا پاس) کرو اور اللہ کے (ساتھ جو) عہد (کر چکے ہو اُس) کو پورا کرو یہ ہیں وہ باتیں جنکا تم کو خدا نے حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۙ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ○ (الرعد ع ۳ پارہ ۱۳)

۲ (اے پیغمبر) بھلا جو شخص اس بات کو سمجھتا ہو کہ (قرآن میں) جو (دین) تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر اُترا ہے برحق ہے (کیا یہ شخص) اُس شخص کی طرح (بے نصیب رہ سکتا) ہے جو (مطلق) اندھا ہے (اور اُس کو ایسی صریح بات بھی نہیں سوجھ پڑتی۔ قرآن سے تو) بس وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو سمجھ دار ہیں (یہ) وہ لوگ (ہیں) کہ اللہ کے (ساتھ جو انھوں نے بندے ہونے کا) عہد کر لیا ہے (اُس) کو پورا کرتے ہیں اور اپنے اقرار کو نہیں توڑتے۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ (النحل ع ۱۳ پارہ ۱۴)

۳ اور جب تم لوگ آپس میں قول و قرار کر لو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو ف اور قسموں کو پکا کیے پیچھے نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھیرا چکے ہو کچھ شک نہیں کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُس سے بخوبی واقف ہے

ایفائے عہد کے عنوان میں ذیل کی آیتیں بھی ملاحظہ ہوں۔ (۱) ولا تشتروا بعہد اللہ ثمنا قلیلا الخ (النحل ع ۱۳) (۲) من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ (احزاب ع ۳)

ف لوگوں میں باہمی قول و قرار اکثر قسا قسمی سے ہوا کرتا ہے اس لئے فرمایا کہ قول و قرار کرو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو مطلب یہ ہے کہ قول و قرار کو پورا کرو ۱۲

انابت ورجوع

قَالَ یٰقَوۡمِ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ کُنۡتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ وَ رَزَقَنِیۡ مِنۡہُ رِزۡقًا حَسَنًا ؕ وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُخَالِفَکُمۡ اِلٰی مَاۤ اَنۡہٰکُمۡ عَنۡہُ ؕ اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَ مَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ اِلَیۡہِ اُنِیۡبُ ۝

(ہود ع ۸ پارہ ۱۲)

(شعیب نے اپنی ہٹ دھرم قوم کے جواب میں) کہا بھائیو! بھلا دیکھو تو سہی اگر میں اپنے پروردگار کے کھلے رستے پر ہوں اور وہ مجکو اپنے (فضل) سے عمدہ (یعنی حق حلال) روزی دیتا ہے تو کیا اس طریقے کو چھوڑ کر تمھاری طرح حرام کی کمائی کھانے لگوں) اور میں (ہرگز) نہیں چاہتا کہ جس (کام کے کرنے) سے تم کو منع کرتا ہوں تمھارے برعکس آپ اُس کو کرنے لگوں میں تو اپنے حتی المقدور (لوگوں میں معاملے کی) اصلاح چاہتا ہوں اور بس اور (اس ارادے میں) میرا کامیاب ہونا تو بس خدا ہی (کی تائید) سے ہو سکتا ہے میں تو اُسی پر بھروسا رکھتا اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

وَ اَنِیۡبُوۡۤا اِلٰی رَبِّکُمۡ وَ اَسۡلِمُوۡا لَہٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ ۝ (الزمر ع ۶ پارہ ۲۴)

اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اُس کی فرماں برداری کرو (مگر) اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آنازل ہو اور اُس وقت تم کو (کسی طرف سے) مدد بھی نہ پونہچ سکے۔

اس عنوان کے متعلق قرآن مجید میں اور بھی آیتیں ہیں منجملہ اُن کے چند یہ ہیں۔

(۱) قل ان اللہ یضل من یشاء و یھدی الیہ من اناب (رعد ع ۳)
(۲) اللہ یجتبی الیہ من یشاء و یھدی الیہ من ینیب (الروم ع ۴)
(۳) منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین (الروم ع ۴)
(۴) فاستغفر ربہ وخر راکعا واناب (ص ع ۲)
(۵) وانابوا الی اللہ لھم البشری فبشر عبادی الذین یستمعون القول (زمر ع ۲)
(۶) ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ (زمر ع ۳)
(۷) واتبع سبیل من اناب الی ثم الی مرجعکم (الخ لقمان ع ۲)

تسلیم و رضا

وَقَالُوۡا لَنۡ یَّدۡخُلَ الۡجَنَّۃَ اِلَّا مَنۡ کَانَ ہُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰی ؕ تِلۡکَ اَمَانِیُّہُمۡ ؕ

اور (یہود) کہتے ہیں کہ یہود (کے سوا) اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ نصاریٰ (کے سوا جنت میں کوئی نہیں جانے پائے گا یہ اُن کے (اپنے) خیالی پلاؤ ہیں۔

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (بقرہ ع ۱۳ پارہ ۱)	(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو بلکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ف اور وہ نیکوکار بھی ہے تو اُس کے لئے اُس کا اجر اُس کے پروردگار کے ہاں (موجود) ہے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا) غم (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے۔
أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝ (آل عمران ع ۹ پارہ ۳)	کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں حالانکہ جو فرشتے آسمانوں (میں ہیں) اور (جو لوگ) زمین میں ہیں چار و ناچار اُسی کے حکم بردار ہیں اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

اِس عنوان کے متعلق ذیل کی آیتیں بھی ہیں۔

(۱) فان حاجوك فقل اسلمت وجهي لله ومن اتبعن الخ (آل عمران ع ۲)

(۲) ومن احسن دينا ممن اسلم وجهه لله وهو محسن واتبع الخ (النساء ع ۲۱)

(۳) ومن يسلم وجهه الى الله وهو محسن فقد استمسك بالعروة الوثقى الخ (لقمان ع ۳)

(۴) قل اني نهيت ان اعبد الذين تدعون من دون الله لما جاءني البينت من ربي وامرت ان اسلم لرب العلمين (مومن ع ۷)

ف اَسْلَمَ وَجْهَهُ کے لفظی معنی تو ہیں اپنا منہ جھکا دیا لیکن محاورہ اردو میں منہ جھکانے سے اصلی مراد حاصل نہیں ہوتی اسلئے ہم نے محاورے کا ترجمہ اختیار کیا ہے ۱۲

توکل

كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لِتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ۝ (رعد ع ۴ پارہ ۱۳)	(اے پیغمبر جس طرح ہم نے اور پیغمبر بھیجے تھے) اسی طرح ہم نے تم کو بھی (اس زمانے کے) لوگوں کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے جن سے پہلے اور لوگ بھی ہو گزرے ہیں (اور تمھارے بھیجنے سے غرض یہ ہے) کہ جو (قرآن) تم پر وحی کے ذریعے سے ہم نے اُتارا ہے وہ ان کو پڑھ کر سنا دو اور یہ لوگ (نہ صرف تمھاری پیغمبری کے منکر ہیں بلکہ سرے سے خدائے) رحمٰن (ہی) کے منکر ہیں (تم ان سے) کہو کہ وہی میرا پروردگار ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں میں اُسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور (مہمات میں) اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۞ (رکوع ۱۰ پارہ ۱۲)

اور آسمانوں اور زمین میں جو غیب کی باتیں ہیں اُن کا علم اللہ ہی کو ہی اور ہر ایک کام (کا دارومدار) آخر کار اُسی پر جا کر ٹھیرتا ہے تو (اے پیغمبر) اسیکی عبادت کرو اور اُسی پر بھروسا رکھو اور جو کچھ تم کرتے ہو (اے پیغمبر) تمھارا پروردگار اُس سے غافل نہیں۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۞ (الطلاق ع ۱ پارہ ۲۸)

اور جو شخص اللہ پر بھروسا رکھے گا تو خدا اُس (کی مشکلات کے حل کرنے) کو کافی ہی بے شک جو خدا کو منظور ہوتا ہی وہ اُس کو پورا کر کے رہتا ہی (اور) اللہ نے تو ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھیرا ہی رکھا ہے ف

ف ازانجملہ عدت کا اور اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں ۱۲

لہ توکل کے بارے میں قرآن کے مختلف مقامات میں بہت کچھ مذکور ہوا ہے منجملہ اُن کے چند آیتیں یہ ہیں۔

(۱) انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم الخ (انفال ع ۱)
(۲) وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت الخ (ھود ع ۸)
(۳) قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم الخ (ابراھیم ع ۲)
(۴) وتوکل علی الحی الذی لا یموت وسبح بحمدہ الخ (فرقان ع ۵)
(۵) وتوکل علی العزیز الرحیم (شعراء ع ۱۱)
(۶) فتوکل علی اللہ الخ (نمل ع ۶)
(۷) الذین صبروا وعلی ربھم یتوکلون (عنکبوت ع ۶)
(۸) وتوکل علی اللہ الخ (احزاب ع ۲)
(۹) ذٰلکم اللہ ربی علیہ توکلت الخ (الشوری ع ۲)
(۱۰) فما اوتیتم من شیء فمتاع الحیٰوۃ الدنیا الخ (الشوری ع ۴)
(۱۱) وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون الخ (التغابن ع ۲)
(۱۲) قل ھو الرحمٰن اٰمنا بہٖ وعلیہ توکلنا (الملک ع ۲)
(۱۳) فاذا عزمت فتوکل علی اللہ (اٰل عمران ع ۱۷)

استقامت ۲ے

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ

(اے پیغمبر تم ان لوگوں سے) کہو کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر وحی آتی ہی

ے استقامت کے باب میں یہ آیتیں بھی شامل ہیں۔

(۱) فاستقم کما امرت ومن تاب معک الخ (ھود ع ۱۰)
(۲) فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی الخ (الروم ع ۴)
(۳) فاقم وجھک للدین القیم من قبل ان یاتی الخ (الروم ع ۵)
(۴) وان اقم وجھک للدین حنیفا الخ (یونس ع ۱۱)
(۵) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الخ (احقاف ع ۲)

۲ے بعض عنوان صرف اشتراک کی وجہ سے دانستہ کرر قائم کئے گئے ہیں مثلاً استقامت اور توکل کہ یہ دونوں اعمال قلبی اور اعمال لسانی ہر دو میں مشترک ہیں کیونکہ استقامت عام ہے استقامت قولی اور استقامت قلبی

أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كٰفِرُونَ ○ (حم السجدہ ع ۱ پارہ ۲۴)

کہ تمھارا معبود (بس وُہی) ایک معبود ہے پس سیدھے اُسی کی طرف (مُونہ کئے) چلے جاؤ اور اُس سے (اپنے گناہوں کی) معافی مانگو اور شرک کرنے والوں پر افسوس جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ○ (شوریٰ ع ۲ پارہ ۲۵)

تو (اے پیغمبر) تم (لوگوں کو) اسی (اصل دین) کی طرف بلاتے رہو اور (خود بھی) جیسا تم سے فرمادیا گیا ہے (اُس پر) قائم رہو اور اُن (یہود و نصاریٰ) کی خواہشوں پر نہ چلو اور (اُن سے صاف) کہہ دو کہ کتاب (کی قسم میں) سے جو کچھ خدا نے اُتارا ہے میرا تو سب پر ایمان ہے اور مجھکو (خدا کے ہاں سے) حکم ملا ہے کہ تمھارے درمیان (تمھارے اختلافات کا فیصلہ) انصاف (کے ساتھ) کروں (وُہی) اللہ تو ہمارا پروردگار ہے اور (وہی) تمھارا پروردگار (ہے) ہمارا کیا ہمکو اور تمھارا کیا تم کو ہم میں اور تم میں کچھ جھگڑا نہیں اللہ ہی (قیامت کے دن) ہمکو اور تم کو ایک جگہ جمع کریگا اور اُسیکی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

منَ المترجم ہم نے اس کتاب کے دو حصے قرار دیئے ہیں پہلا حصہ حقوق اللہ اور دوسرا حصہ حقوق العباد۔ پھر حقوق اللہ میں چار باب باندھے ہیں ۱اعمالِ قلبی ایک۔ ۲اعمالِ لسانی دو۔ ۳اعمالِ بدنی تین ۴اعمالِ مالی چار۔ پھر پہلے باب میں گیارہ فصلیں ہیں۔ ایک ایمان باللہ۔ دوسرے توحید۔ تیسرے ممانعتِ شرک۔ چوتھے رجا۔ پانچویں خشیۃ اللہ چھٹے اطاعت۔ ساتویں ایفائے عہد۔ آٹھویں انابت و رجوع۔ نویں تسلیم و رضا۔ دسویں توکل گیارہویں استقامت ان گیارہ فصلوں میں سے پہلی تین کی بابت تو جو کچھ ہمکو لکھنا تھا لکھ چکے باقی ماندہ آٹھ فصلوں کو ہم ایک جگہ کئے دیتے ہیں کیونکہ ہم کو اِن فصلوں میں کچھ زیادہ لکھنا نہیں ہے ہر فصل کے متعلق چند آیتیں اُس فصل کے عنوان کے ذیل میں قرآن سے نقل کردی گئی ہیں۔ اور وہ بس کرتی ہیں جب آدمی نے خدا کو خدا کر کے مانا تو وہ اُس کی نافرمانی سے ڈرے گا بھی اور اسی کا نام ہے خشیۃ اللہ اور وہ اُس کے احکام اوامر و نواہی پر عمل آور بھی ہوگا۔ جو چھٹی فصل طاعت ہے اور وہ بندہ خداشناس ایفاءِ عہد بھی کریگا۔ اس عنوان کے متعلق ہم کو اتنا کہنا ہے کہ ایفائے عہد کے ذیل میں جو آیتیں نقل کی گئی ہیں اُن میں سے کسی میں تو مطلق عہد ہے اور کسی میں عہد اللہ۔ سو جہاں مطلق عہد ہے وہاں بھی مفسّروں نے اسے عہد اللہ ہی سمجھا ہے۔ اور عہد اللہ سے مُراد ہے عہدِ فطرت جو قرآن کی ان دو

آیتوں سے لیا گیا ہے۔ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ اور فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ۔ مطلب یہ ہے کہ خدا نے انسان کے دل کو اسی طرح کا بنایا ہے کہ از خود اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہے اور کیا ایک ہے اسکے لئے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہو اور نہ کسی کے سمجھانے کی حاجت۔ انسان کا دل آپ سے آپ گواہی دیتا ہے اور یہ خیال خود بخود دل سے پیدا ہوتا ہے الغرض اگر انسان ذرا متوجہ ہو تو اُس کو چار و نا چار خدا کا اقرار کرنا پڑے مگر غفلت آدمی کو سوچنے سمجھنے نہیں دیتی۔ اور بعض مفسرین نے لوگوں کے معاہدات باہمی کو بھی عہد اللہ میں شامل کر لیا ہے۔ چنانچہ آیہ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا کے حاشیہ میں ہم نے اس کو اچھی طرح لکھ دیا ہے غرض اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے جو بندوں پر ہیں ایک حق عہد بھی ہے خواہ عہدِ فطرت ہو یا لوگوں کے باہمی معاہدات۔ اگر لوگوں کے باہمی معاہدات کو خدا نے اپنا عہد فرما دیا ہے تو اس سے حقوق العباد کا مہتم بالشان ہونا ظاہر ہوتا ہے افسوس ہو کہ لوگ حقوق العباد کے ادا کرنے میں بڑی غفلت اور بے پروائی اور کوتاہی کرتے ہیں۔ اور حقوق العباد کے معاملے کو ایک سہل و سرسری معاملہ سمجھ لیا ہے حالانکہ ہر ایک حق دار اپنے حق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اگر بندہ حقوق اللہ کے ادا کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی کرے تو خدا کی ذات غفور رحیم ہے اُمید ہے کہ قیامت میں حقوق اللہ کا سختی کے ساتھ مطالبہ نہو یا حسنات سئیات کا کفارہ ٹھیریں إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ لیکن اگر کسی نے کسی بندے کا حق تلف کیا ہو تو وہی حق دار بندہ معاف کرے تو ہو سکتا ہے لوگ اس نکتے کو نہیں سمجھتے اور ابنائے جنس کو اتلافِ حقوق سے ایذائیں دیتے رہتے ہیں۔

پھر جب آدمی نے خدا کو خدا کر کے مانا تو ضرور ہے کہ وہ جب کبھی مشکل آپڑے خدا ہی کی طرف رجوع کرے اور باوجود سعی و طلب اگر خدا نے اُس کو بدحالی میں رکھا ہے اُس کے فیصلے پر خوش دلی اور رضا مندی کے ساتھ انگیز کرے۔ جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے کیا تھا۔ حضرت ایوب کی رضا و تسلیم کا واقعہ قرآن مجید کے کئی موقعوں پر مذکور ہوا

لے اور اے پیغمبر ان لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پیٹھوں سے اُن کی نسلوں کو باہر نکالا اور اُن کے مقابلے میں خود اُن ہی کو گواہ بنایا (اس طرح پر کہ اُن سے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں سب نے کہا ہاں ہم اس بات کے گواہ ہیں (اور) یہ اس غرض سے کیا کہ ایسا نہ ہو کہیں قیامت کے دن تم کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر ہی رہے (یعنی کسی نے ہم کو جتایا بتایا نہیں) یا کہنے لگو کہ شرک ابتدا میں تو ہمارے بڑوں ہی نے کیا اور ہم اُن ہی کی اولاد تھے (کہ) اُن کے بعد (دنیا میں) آئے جیسا بڑوں کو دیکھا ہم بھی ویسا ہی کرنے لگے) تو (اے خدا کیا تو ہم کو اُن لوگوں کے جرم کی پاداش میں ہلاک کئے دیتا ہے جنہوں نے (پہلے) غلطی کی ۱۲ ؎ (یہ) خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے خدا کی (بنائی ہوئی) بناوٹ میں رد و بدل نہیں ہو سکتا ۱۲ ؎ بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں ۱۲

ہے منجملہ ایک سورۂ انبیاء کی اس آیت ہیں - وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ
یعنی اور (اے پیغمبر) ایوب (کی وہ حالت یاد کرو) جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجکو (یہ) بیماری لگ گئی ہے
اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو میرے حال پر رحم فرما ف ایّوب علیہ السلام بڑے خوش
حال پیغمبر تھے سب ہی طرح کی برکتیں مال اور اولاد اور تندرستی وغیرہ خدا نے اُن کو دے رکھی تھیں اور وہ حالتِ خوش
حالی میں خدا کے شکر گزار بندے تھے - پھر خدا نے اُن کو مصیبت سے آزمانا چاہا مال اور اولاد سب فنا ہو گئے
اپنے تئیں کوڑھ کا مرض لگ گیا اور شہور یہ ہے کہ بدن میں کیڑے بھی پڑ گئے تھے. مگر اس حال میں بھی وہ
خدا کا شکر کرتے رہے اور امتحان میں پورے اُترے تو خدا نے اپنے فضل سے اُن کی پھر ہی خوش حالی کی حالت کر دی
بلکہ اُس سے بہتر ؎

یہ مرتبہ خاصانِ خدا کا ہے کہ مصیبت میں بھی دل میں خدا کی طرف سے کسی طرح کی شکایت کا خیال نہ آئے تاہم کوشش
کرنی چاہیئے - کہ "ہر چہ از دوست مے رسد نیکو است" خدا نخواستہ خدا نے ہم کو دشمنی کرنے کیلئے پیدا نہیں کیا اگر کوئی
امر نا ملائم پیش آجاتا ہے تو وہ ہمارے ہی کردارِ بد کا نتیجہ ہوتا ہے - مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَصَابَكَ
مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ کسی گھر میں کوئی موت ہو جاتی ہے - تو خاص کر عورتیں رونے پیٹنے میں ایسی باتیں
بکنے لگتی ہیں کہ ہائے ہم لُٹ گئی یا خدا نے مجکو برباد کر دیا اس قسم کے کلمات کفر تک پہونچتے ہیں - اگرچہ ایسی
باتوں سے تقدیر الٰہی ٹل نہیں جاتی - مگر آدمی اس طرح کی بے صبری ظاہر کرکے اپنے دین کا بھی نقصان کرلیتا ہے
پھر جب آدمی نے خدا کو خدا کرکے مانا تو وہ ہمہ وقت خدا کی رحمت کا بھی اُمیدوار رہے گا - اور ہر ایک مطلب
کے حصل کرنے میں خدا کی توفیق خدا کی امداد پر بھروسہ کرے گا -

توکل کی اصل تو یہ ہے کہ آدمی کو غیب کا تو علم نہیں - تو اس کو چاہیئے کہ اپنے مدعا کے حاصل کرنے میں سعی طلب کا کوئی
دقیقہ اُٹھا نہ رکھے اور سعی و طلب بھی کرے تو اس یقین کے ساتھ کہ خدا اس کی ضرور مدد کرے گا - یہ تو اصلی
حقیقت توکل کی ہے مگر لوگوں نے اس کو کاہلی کا حیلہ بنا رکھا ہے - اور بہت لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں انہوں
نے توکل کے یہ معنے سمجھے ہیں کہ دست و پا شکستہ ہو کر خود کچھ نہ کریں مثلاً ہم ایک رزق کو لیتے ہیں کہ بے شک
خدا نے فرمایا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا رزق عباد کے ذمہ داری کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے زمین میں
سب طرح کا غلہ اور میوہ اور پھل پیدا کرنے کی صلاحیت دی ہے - اور آدمی کو اس کا سلیقہ دیا کہ زمین کو جوتے اُس
میں بیج ڈالے - بیج کے پھوٹنے کے بعد روئیدگی کی خبر لے - کھات اور آبپاشی سے اُس کو قوت پونہچاتا رہے پھر فصل
کی حفاظت رکھے اس کے بعد خدا پر اعتماد کرے کہ وہی اپنے فضل سے اس کی کوشش کو کامیاب کرتا ہے اور کریگا

ف ۱ (اے بندے حقیقت حال تو یہ ہے کہ) تجکو کوئی فائدہ پونہچے تو (سمجھ کہ) اللہ کی طرف سے ہے اور تجکو کوئی نقصان
پونہچے تو (سمجھ کہ) تیرے نفس کی طرف سے ہے ۱۲

ف ۲ اور جتنے (جان دار) زمین میں چلتے پھرتے ہیں (اُن) سب کی روزی اللہ ہی کے ذمے ہے ۱۲

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ[1]۔ اصلی متوکل وُہی کاشتکار ہے جو اپنے بس کے تمام عمل جوتنا بونا وغیرہ کرکے خدا کے فضل پر نظر رکھتا ہے۔ لیکن جو شخص ان عملوں کی زحمت نہ اُٹھائے وہ ہرگز متوکل نہیں۔ اور نہ اُس نے توکل کے معنے کو سمجھا ہے بلکہ وہ غافل اور کاہل ہے اور خدا سے بے جا توقعات لگائے بیٹھا ہے۔ دینی پیشواؤں میں چاہے وہ گروہ علما ہوں یا گروہِ مشائخ۔ بہت سے مدعی توکل ہوتے ہیں اور اُنھوں نے عوام کالانعام کو بڑے مغالطے میں ڈال رکھا ہے اور قومی دولت کو ان کی وجہ سے بڑا نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور جو لوگ ثواب سمجھ کر اُن کی خدمتیں کرتے ہیں وہ ثواب کے عوض خدا کے حضور میں عجب نہیں کہ اسراف کی جوابدہی میں پکڑے جائیں۔ بہرکیف لوگوں کو توکل کے بارے میں اپنے خیالات ٹھیک کرنے چاہئیں۔

فصولِ یازدگانہ میں اب باقی رہ گئی استقامت اس کے معنے ہیں قیام وثبات چاہے اعمال میں ہو اور چاہے عقائد میں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ یعنی بس (سچے) مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے پھر (کسی طرح کا) شک (وشبہہ) نہیں کیا اور اللہ کے رستے میں اپنے جان و مال سے کوشش کی (حقیقت میں) یہی سچے (مسلمان) ہیں۔"

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا یعنی خدا کو سب عملوں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی اور مداومت کی جائے اور واقع میں گنڈے وار نمازیں ایسی ہیں جیسے مدرسے میں لڑکوں کی گنڈے وار حاضری اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ ایسے لڑکے ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔ اعمال تو اعمال عقائد کا یہ حال ہے کہ ایک آواز مخالف عقائد کی تمام عمارت کو ایک دم سے مسمار کر دیتی ہے۔ اور آج کل مخالف آوازوں کا بڑا غل مچا ہوا ہے اور اسلام شروع سے اعتراضوں کا ہدف ہو رہا ہے بے توفیق الٰہی استقامت حاصل نہیں ہو سکتی رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ اے ہمارے پروردگار ہم کو راہ راست پر لائے پیچھے ہمارے دلوں کو ڈانواڈول نہ کر اور اپنی سرکار سے ہمکو رحمت کا خلعت، عطا فرما کچھ شک نہیں کہ تو بڑا دینے والا ہے ؞

؞ ✤ ؞

---

[1] جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اُس کی کھیتی میں اُس کیلئے برکت دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم بقدر مناسب اُس کو دنیا دیں گے (مگر) پھر آخرت میں اُس کا کچھ حصہ نہیں ۱۲ ؞

خدا کی عظمت

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۱۲ پارہ ۱۵)

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝

اور (اے پیغمبر) کہو کہ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار ہے) جو نہ تو اولاد رکھتا ہے اور نہ (دونوں جہاں کی) سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس سبب سے کہ کمزور ہے کوئی اس کا مددگار ہے اور (وقتاً فوقتاً) اس کی بڑائیاں کرتے رہا کرو

(اے پیغمبر) جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو اٹھو اور لوگوں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو خوب اچھی طرح پاک (و صاف) رکھو اور نجاست سے الگ رہو ف

اس عنوان کے سلسلے میں ذیل کی آیتیں بھی شامل ہو سکتی ہیں۔

(۱) فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم (التوبۃ ع ۱۶)

(۲) ذلک بان اللہ ھو الحق و ان ما یدعون من دونہ الباطل و ان اللہ ھو العلی الکبیر (الحج ع ۸)

(۳) فتعلی اللہ الملک الحق لا الہ الا ھو رب العرش الکریم (المؤمنون ع ۶)

(۴) اللہ لا الہ الا ھو رب العرش العظیم (نمل ع ۲)

(۵) ولا تدع مع اللہ الٰھا اٰخر لا الہ الا ھو الخ (قصص ع ۹)

ف ظاہر الطہارت کی تاکید ہے اور بعض مفسر کہتے ہیں کہ گندگی سے شرک اور بت پرستی اور اخلاقِ ذمیمہ مراد ہیں تو انھوں نے ثیابک کے معنے کئے ہیں اپنے جامے کو اور اس سے مراد لی ہے دل یا اپنا آپا ۱۲

أَمَّا يُشْرِكُونَ ط (النمل ع ۵ پارہ ۱۹)

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ (النمل ع ۷ پارہ ۲۰)

یا وہ چیزیں جن کو یہ لوگ شریک خدائی ٹھیراتے ہیں اور (اے پیغمبر) کہو کہ خدا کا شکر ہے وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا اور (اس وقت) تم ان کو پہچان لوگے اور جیسے (برے بھلے) کام تم لوگ کر رہے ہو (اے پیغمبر) تمہارا پروردگار ان سے غافل نہیں (جو جیسا کرے گا اس کو ویسا بدلہ دے گا) ۔

عہ حمد و ثنا کے متعلق ذیل کی آیتیں بھی داخل عنوان مذکورہ بالا ہو سکتی ہیں۔

(۱) الحمد للّٰه الذی خلق السمٰوات والارض وجعل الظلمٰت والنور (انعام ع ۱)

(۲) الحمد للّٰه الذی وهب لی علی الکبر اسمٰعیل و اسحٰق ان ربی لسمیع الدعاء (ابراهیم ع ۶)

(۳) الحمد للّٰه الذی انزل علی عبده الکتاب ولم یجعل له عوجا (کهف ع ۱)

(۴) ولقد اٰتینا داؤد وسلیمان علما و قالا الحمد للّٰه الذی فضلنا الخ (نمل ع ۲)

(۵) قل الحمد للّٰه بل اکثرهم لا یعلمون (لقمان ع ۳)

(۶) الحمد للّٰه الذی له ما فی السمٰوات وما فی الارض الخ (سبا ع ۱)

(۷) الحمد للّٰه فاطر السمٰوٰت والارض الخ (فاطر ع ۱) (۸) وقالوا الحمد للّٰه الذی اذهب عنا الحزن (فاطر ع ۴)

(۹) وقالوا الحمد للّٰه الذی صدقنا وعده الخ (الزمر ع ۸) (۱۰) واٰخر دعوٰهم ان الحمد للّٰه رب العٰلمین (یونس ع ۱)

(۱۱) وقالوا الحمد للّٰه الذی هدٰنا لهٰذا الخ (اعراف ع ۵) (۱۲) فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للّٰه رب العٰلمین (انعام ع ۵)

(۱۳) وسلٰم علی المرسلین والحمد للّٰه رب العٰلمین (صافات ع ۵) (۱۴) فللّٰه الحمد رب السمٰوات ورب الارض رب العٰلمین (جاثیه ع ۴)

تسبیح و تقدیس [1]

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۚ وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝

(طٰہٰ ع ۸ پارہ ۱۶)

(تو اے پیغمبر جیسی جیسی باتیں یہ کافر) کہتے ہیں (ان پر) صبر کرو اور آفتاب نکلنے سے پہلے (اور نیز) اس کے ڈوبنے سے پہلے اپنے پروردگار کی (حمد و ثنا) کے ساتھ (اس کی تسبیح و تقدیس) کیا کرو اور (نیز) رات کے وقتوں میں اور دوپہر دن کے لگ بھگ (یعنی ظہر کے وقت بھی) تسبیح (و تقدیس) کیا کرو تاکہ تم (اس عبادت کا صلہ پا کر) خوش رہو گے۔

عہ اوپر کی آیتوں میں مختصر طور پر حمد کی علامات و واقعات قیامت کا ذکر ہے مگر مضمون متعلق عنوان پر الفاظ ہیں۔

[1] تسبیح و تقدیس کے معنے یہ ہیں کہ خدا کو ہر عیب سے بری اور منزہ سمجھا جائے۔ قرآن میں تسبیح سے مراد نماز بھی ہے یعنی پانچوں نمازیں۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ (الروم ع ٢ پارہ ٢١)

پس جس وقت تم لوگوں کو شام ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو اللہ کی تسبیح (وتقدیس) کرو، اور آسمان وزمین میں وہی اللہ تعریف کے لائق ہے اور (نیز) تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو (اللہ کی تسبیح وتقدیس کرو)

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ○ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ○ (قٓ ع ٣ پارہ ٢٦)

تو (اے پیغمبر) جیسی جیسی باتیں (یہ منکر) کہتے ہیں اُن پر صبر کرو اور آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور (اُس کے) غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد (وثنا) کے ساتھ اُس کی تسبیح (وتقدیس) کیا کرو اور رات میں (بھی تھوڑی دیر) اُس کی تسبیح (وتقدیس) کرو اور نمازوں کے بعد (بھی)۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ○ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ○ وَالَّذِيْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ○ فَجَعَلَهُ غُثَآءً اَحْوٰى ○ (الاعلیٰ ع ١ - پارہ ٣٠)

(اے پیغمبر) اپنے پروردگار (عالی شان) کے نام کی تسبیح (وتقدیس) کیا کرو جس نے (تمام مخلوقات کو) بنایا اور (بہت) درست بنایا اور جس نے (ہر ایک چیز کی غرض وغایت کا) اندازہ کیا اور (اُس کو اسی) رستے لگا دیا اور جس نے (ہر طرح کا خوش نما) چارہ (زمین سے) نکالا پھر اُس کو آخر کار (کالا کالا) کوڑا کر دیا

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ○ (النصر ع ١ - پارہ ٣٠)

تو (اے پیغمبر) اپنے پروردگار کی حمد (وثنا) کے ساتھ اُس کی تسبیح (وتقدیس) میں مشغول ہو جاؤ اور اُس سے گناہوں کی معافی مانگو۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

تسبیح وتقدیس کے سلسلے میں یہ آیتیں بھی شامل ہیں۔

(١) فسبح بحمد ربك وكن من الساجدين (الحجر ع ٦)

(٢) لتؤمنوا باللّٰه ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرة واصيلا (الفتح ع ١)

(٣) واصبر لحكم ربك فانك باعيننا وسبح بحمد ربك حين تقوم ومن الليل فسبحه وادبار

(٤) وان من شئ الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم انه كان حليما غفورا (بنی اسرائیل ع ٥)

(٥) يسبحون الليل والنهار لا يفترون (انبیاء ع ٢)

(٦) وسخرنا مع داود الجبال يسبحن والطير (انبیاء ع ٦)

(٧) وتوكل على الحي الذي لا يموت وسبح

(۸) ان ھذا لھو حق الیقین فسبح باسم ربک العظیم (واقعہ ع ۳)	(۱۳) سبح للہ ما فی السمٰوت وما فی الارض (الصف ع ۱)
(۹) نحن جعلنٰھا تذکرۃ ومتاعا للمقوین فسبح باسم ربک العظیم (واقعہ ع ۲)	(۱۴) یسبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض الملک القدوس الخ (جمعہ ع ۱)
(۱۰) سبح للہ ما فی السمٰوت والارض الخ (حدید ع ۱)	(۱۵) یسبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض لہ الملک ولہ الحمد الخ (تغابن ع ۱)
(۱۱) سبح للہ ما فی السمٰوت وما فی الارض (حشر ع ۱)	(۱۶) قال اوسطھم الم اقل لکم لولا تسبحون الخ (ن ع ۱)
(۱۲) یسبح لہ ما فی السمٰوت والارض (حشر ع ۳)	(۱۷) ومن اللیل فاسجد لہ وسبحہ لیلا طویلا (دھر ع ۲)

ذکراللہ

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ (بقرہ۔ ع ۱۸۔ پارہ ۲)

(لوگو) تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر (خیر) ہوتا رہے اور ہمارا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کروف

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ (بقرہ۔ ع ۲۵۔ پارہ ۲)

پھر جب اپنے حج کے ارکان تمام کر چکو تو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کے ذکر میں لگ جاتے تھے (اس کو چھوڑ کر) اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خدا کی یاد میں مشغول ہو جاؤ پھر لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار جو کچھ ہم کو (دینا ہے) دنیا میں دے (چنانچہ ان کو دنیا مل بھی جاتی ہے) اور آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا

آسمانوں اور زمین کی بناوٹ اور رات اور دن کے ردوبدل میں عقلمندوں (کے سمجھنے) کے لئے (قدرت خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں کہ یہ لوگ کھڑے اور بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں (اور بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار

ف ایک بڑی لمبی حدیث میں آیا ہے کہ فرشتے روئے زمین سے واپس جا کر بارگاہ ربوبیت میں حاضر ہوتے ہیں تو ان سے بندوں کا حال پوچھا جاتا ہے تو وہ مجالس خیر کا تذکرہ عرض کرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر اظہار رحمت ہوتا ہے شاید اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہو یا ہم لوگوں کے محاورے کے مطابق فرما دیا ہو کہ تم ہماری یاد رکھو ہم تمہاری اور یعنی ہم کو بھی تمہارا خیال رہے ۱۲

فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ ؏ (فاطر ع ۱ پارہ ۲۲)	پھر تم (لوگ) کدھر بہکے چلے جا رہے ہو۔

ذکر نعمت کے متعلق چند آیتیں یہ بھی ہیں۔

(۱) واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ومیثاقہ الخ (المائدہ ع ۲)	(۴) واذکروا اذ جعلکم خلفاء الخ (اعراف ع ۹)
(۲) واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون الخ (انفال ع ۳)	(۵) یاایھا الذین امنوا اذکروا نعمت اللہ علیکم الخ (الاحزاب ع ۲)
(۳) واذکروا اذ کنتم قلیلا فکثرکم الخ (اعراف ع ۱۱)	(۶) واما بنعمۃ ربک فحدث (الضحیٰ ع ۱)

شُکر

فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ وَاشۡکُرُوۡا لِیۡ وَلَا تَکۡفُرُوۡنِ ۝ (بقرہ ع ۱۸ پارہ ۲)

تو (لوگو!) تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر (خیر) ہوتا ہے اور ہمارا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُلُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰکُمۡ وَاشۡکُرُوۡا لِلّٰهِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اِیَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ ۝ (بقرہ ع ۲۱ پارہ ۲)

مسلمانو! ہم نے جو تم کو رزق طیب دے رکھا ہے (اس کو بے تامل) کھاؤ اور اگر تم اللہ ہی کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اس کا شکر (بھی) کرو۔

مَا یَفۡعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِکُمۡ اِنۡ شَکَرۡتُمۡ وَاٰمَنۡتُمۡ وَکَانَ اللّٰهُ شَاکِرًا عَلِیۡمًا ۝ (نساء ع ۲۰ پارہ ۵)

اگر تم لوگ (خدا کی) شکر گزاری کرو اور (اس پر) ایمان رکھو تو خدا کو تمہیں عذاب دے کر کیا کرنا ہے بلکہ خدا تو شکر گزاروں کا (قدر دان اور (ان کے حال سے) واقف ہے۔

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّکُمۡ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ ۝ (ابراہیم ع ۲ پارہ ۱۳)

(موسیٰ نے اپنی قوم کو وعظ کرتے وقت یہ بھی کہا) اور (وہ وقت بھی یاد ہے) جب تمہارے پروردگار نے جتا دیا تھا کہ اگر (ہمارا) شکر کرو گے تو ہم تم کو اور زیادہ (نعمتیں) دینگے اور اگر تم نے ناشکری کی تو تم کو معلوم رہے کہ ہماری مار (بھی بڑی) سخت (مار) ہے

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا لُقۡمٰنَ الۡحِکۡمَةَ اَنِ اشۡکُرۡ لِلّٰهِ وَمَنۡ یَّشۡکُرۡ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِهٖ

اور ہم نے لقمان کو دانائی عنایت فرمائی (اور ارشاد کیا) کہ اللہ کا شکر کرتے رہو اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی (بھلے کے) لئے شکر کرتا ہے

اور جو شکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز اور (ہر حال میں) سزاوارِ حمد (وثنا) ہے۔	وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۞ (لقمان ع ۲ پارہ ۲۱)

شکر کے متعلق ذیل کی آیتیں بھی ہیں۔

(۱) وعلمناہ صنعة لبوس لکم لتحصنکم من باسکم فهل انتم شاکرون (انبیاء ع ۶)

(۲) اعملوا ال داود شکرا وقلیل من عبادی الشکور (سبا ع ۲)

(۳) قال یموسی انی اصطفیتك علی الناس برسالاتی وبکلامی فخذ ما اتیتك وکن من الشاکرین (اعراف ع ۱۷)

(۴) وقال رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضه وادخلنی برحمتك فی عبادك الصالحین۔ (نمل ع ۲)

(۵) ووصینا الانسان بوالدیه حملته امه وهنا علی وهن وفصاله فی عامین ان اشکر لی ولوالدیك (لقمان ع ۲)

(۶) ووصینا الانسان بوالدیه احسانا حملته امه کرها ووضعته کرها وحمله وفصاله ثلثون شهرا حتی اذا بلغ اشده وبلغ اربعین سنة قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی الخ (احقاف ع ۲)

دُعا

اور (اے پیغمبر) جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو (اُن کو سمجھا دو کہ) ہم (اُن کے) پاس ہیں جب کبھی کوئی ہم سے دُعا کرتا ہے تو ہم (ہر ایک) دعا کرنے والے کی دعا کو (سنتے اور مناسب ہوتا ہے تو قبول بھی) کر لیتے ہیں تو اُن کو چاہیئے کہ ہمارا حکم (بھی) مانیں اور ہم پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھے رستے لگ جائیں وا	وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ؕ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۞ (بقرہ ع ۲۳ پارہ ۲)
(لوگو!) اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر (گڑگڑا کر) اور چپکے (چپکے) دعا کرتے رہو کیونکہ وہ حدِ عبودیت سے باہر قدم رکھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا وا۲	اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۞

وا عرب کے لوگ سیدھے سادے اور اَن پڑھ تو تھے ہی اور خدا کے بارے میں اُن کو نئے نئے خیالات تعلیم کیے جاتے تھے بعض کو یہ وہم گزرا کہ خدا کی بڑی اونچی شان ہے تو چلا چلا کر اُس سے دعائیں مانگیں اس آیت میں اُن کے دل سے اس کو دور کر دیا ۱۲ م وا۲ یعنی بندہ ہر وقت خدا کے فضل و کرم کا محتاج ہے اور اگر اپنی احتیاج کو خدا کے آگے ظاہر کرنے میں مضایقہ کرتا ہے تو اس سے ایک طرح کا استغنا پایا جاتا ہے جو منافی عبودیت اور ایک وجہ رضا و تسلیم کا ہے وہ علٰحدہ ہے ۱۲ م

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (اعراف ع ۷ پارہ ۸)

اور (انتظام) ملک کے درست ہو چکنے کے بعد اس میں فساد نہ پھیلاؤ اور (عذاب کے) ڈر سے اور (فضل کی) اُمید پر خدا سے دُعائیں مانگتے رہو کیونکہ خدا کی رحمت خلوص کرنے والوں سے (بہت ہی) قریب ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَاۗىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ؁ (اعراف ع ۲۲ پارہ ۹)

اور اللہ کے سب ہی نام اچھے ہیں تو (لوگو!) اس کے انہی ناموں سے اس کو جس نام سے چاہو پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کفر کرتے ہیں انکو انہی کے حال پر چھوڑ دو کوئی دن جاتا ہے کہ وہ اپنے کیے کا بدلہ پالیں گے۔ ف

اس عنوان سے متعلق تین اور آیتیں ہیں جنکو ہم اپنے رسالہ وعظ القرآن میں درج کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ ہو۔

ف ناموں میں کفر کرنے کے بہت پیرائے ہیں آج کل جو بدنصیبی سے مسلمانوں میں بھی بکثرت شائع ہے یہ کہ خدا کے سوا کسی اور کو ان صفتوں سے پکارا جائے جو خدا کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے مشکل کشا دستگیر، آن داتا، شہنشاہ وغیرہ اور شاید غریب پرور بھی ۱۲۔

توبہ واستغفار

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء ع ۱۶ پارہ ۵)

(اے پیغمبر) ہم نے (یہ) کتاب برحق تم پر نازل کی ہے تاکہ جیسا تم کو خدا نے سمجھا دیا ہے اس کے مطابق لوگوں کے باہمی جھگڑے چکا دیا کرو اور دغا بازوں کے طرف دار نہ ہو اور اللہ سے (بھول چوک کی) معافی چاہو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

عنوان توبہ استغفار میں یہ آیتیں بھی شامل ہیں۔

(۱) وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ ان ربی قریب مجیب (ھود ع ۸)

(۲) وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون (نور ع ۴)

(۳) فاستغفروہ ثم توبوا الیہ الخ (ھود ع ۵)

(۴) قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد فاستقیموا الیہ واستغفروہ (حم السجدہ ع ۱)

(۵) فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا (نوح ع ۱)

(۶) واستغفرہ انہ کان توابا (نصر ع ۱)

اسمائے حسنیٰ اور ان کی کیفیت عنوان نافع میں شمار کیے جا چکے ہیں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو ۱۲

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(النساء ع ۱۶ پارہ ۵)

اور جو شخص کوئی بُرا کام کرے (یا جھوٹی قسم وغیرہ سے) آپ اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے (اپنا گناہ بخشوائے تو پائے گا اللہ بخشنے والا مہربان ہے **ف۱**

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝

(ہود۔ع ۱ پارہ ۱۱)

الٓرٰ (یہ قرآن ایسی) کتاب ہے کہ حکمت والے باخبر (خدا کی طرف) سے اس کے مضامین (دلائل و براہین سے بخوبی ثابت) مستحکم کر دیئے گئے ہیں (اور پھر (وہ مضامین) خوب تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں (اور اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ (لوگو!) خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو میں اُسی کی طرف سے تم کو (اس کے عذاب سے) ڈراتا اور (اسکی خوشنودی کی) خوشخبری سناتا ہوں اور (نیز) یہ کہ اپنے پروردگار سے (پچھلے گناہوں کی) معافی مانگو پھر (آگے کو) اُسکی جناب میں توبہ کرو (ایسا کرو گے) تو وہ تم کو ایک وقت مقرر تک (دنیا میں) اچھی طرح رہنے سہنے دے گا اور جس نے (قدر واجب سے) زیادہ کیا ہے اس کو اس کا زیادہ (ثواب) دے گا اور اگر (اس کے ارشاد سے) منہ موڑو گے تو مجھکو تمہاری نسبت بڑے (سخت) دن (یعنی قیامت کے) عذاب کا (آپڑنے کا) اندیشہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

مسلمانو! اللہ کی جناب میں خالص دل سے توبہ کرو عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار (آخرت میں) تمہارے گناہ تم سے دور کر دے اور تمکو بہشت کے ایسے باغوں میں (لے جا) داخل کرے جن کے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہونگی

ف۱ اس آیت اور اس کے ماقبل و مابعد کی چند آیتوں کی شان نزول ایک قصہ ہے کہ پیغمبر صاحب کے وقت میں ایک انصاری کی زرہ آٹے میں رکھی ہوئی چوری گئی اور آٹے کا کھوج پہلے ایک مسلمان طعمہ بن اُبیرق کے اور پھر ایک یہودی کے گھر تک لگا اور زرہ یہودی کے گھر سے برآمد ہوئی یہودی نے کہا طعمہ رکھ گیا ہے طعمہ نے کیا انکار طعمہ کی قوم کے لوگ اُس کی صفائی کرنے کو تیار ہوئے پیغمبر صاحب کو دھوکا دینے چاہتے یہودی کی براءت اور طعمہ کی خطا ظاہر ہوگئی وہ وحی یہی دونوں رکوع ہیں آخر بیا درجہ دوست دشمن ہے یہ القصاف اسی پر ہے تو ان کی طرف داری پیغمبر کی شان سے بعید ہے ۱۲

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (تحریم ع ۲)

(یہ وہ دن ہوگا) جب کہ اپنے پیغمبر کو اور اُن لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا اُن کے ایمان کی روشنی اُن کے آگے آگے اور اُن کے داہنی طرف اُن کے ساتھ ساتھ چل رہی ہوگی اور یہ دُعائیں کرتے جاتے ہونگے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری (اس) روشنی کو ہمارے لئے آخیر تک قائم رکھ ف بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

استعاذہ

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (اعراف ع ۲۴ پارہ ۹)

اور (اے پیغمبر) اگر شیطان کے گدگدانے سے (انتقام وغیرہ کی) گدگدی تمہارے دل میں پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگ لیا کرو (کیونکہ) وہ (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ○ (المؤمنون - ع ۶ پارہ ۱۸)

اور (اے پیغمبر تم یہ بھی) دُعا کرو کہ اے میرے پروردگار میں شیطانی وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے پروردگار میں اس سے (بھی) تیری پناہ مانگتا ہوں کہ شیاطین میرے پاس آئیں اور بہکائیں ف ۲

اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ

جن لوگوں کے پاس خدا کی طرف سے کوئی سند تو آئی نہیں اور (ناحق ناروا) خدا کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں اُن کے دل میں تو بس۔

ف سورہ حدید میں یہ بیان گزر چکا ہے کہ مسلمانوں کے آگے آگے اور اُن کے داہنی طرف اُن کا نور ایمان چل رہا ہوگا اور منافق اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیں گے تو اُن میں اور مسلمانوں کے نور میں ایک آڑ کر دی جائیگی اور منافق اندھیرے میں رہ جائیں گے منافقوں کا یہ حال دیکھ کر مسلمان دعا کریں گے کہ الٰہی یہ نور ہمارے ساتھ آخر تک رہے ۱۲ ع اوپر کی آیت میں پیغمبر صاحب کو عفو و درگزر کا حکم ہوا ہے کہ اگر جاہل لوگ گستاخی اور سوء ادبی سے پیش آئیں تو تم عفو و درگزر کرو اور بدلہ لینے کی کوشش نہ کرو یہاں انتقام وغیرہ کی قید اسی واسطے لگائی گئی ۱۲ ف ان آیتوں میں پیغمبر صاحب کو کفار کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کی تعلیم ہے اگرچہ کفار پیغمبر صاحب کو جادوگر اور شاعر اور جھوٹا سبھی کچھ کہتے تھے مگر پیغمبر صاحب کو یہی حکم تھا کہ تم گالی کے بدلے گالی نہ دو ورنہ شیطان اغوا کر کے زیادہ بگاڑ ڈلوا دے گا ۱۲

اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (المومن - ع ۶ پارہ ۲۴)	بڑائی کی ایک ایسی بے جا ہوس سمائی ہے کہ وہ (اپنی اس مراد) کو کبھی پہنچنے والے نہیں تو اے پیغمبر ان لوگوں کی شرارتوں سے خدا کی پناہ مانگتے رہو بے شک وہ (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) دیکھتا ہے۔

عنوانِ استعاذہ میں ذیل کی آیتیں بھی داخل ہیں۔

(۱) فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطٰن الرجیم (النحل ع ۱۳)	(۳) قل اعوذ برب الفلق۔ (الفلق ع ۱)
(۲) واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ انہ هو السمیع العلیم (حم السجدۃ ع ۵)	(۴) قل اعوذ برب الناس۔ (الناس ع ۱)

استعانت

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (فاتحہ - ع ۱ پارہ ۱)	(الٰہی خدا) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں
قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (اعراف - ع ۱۵ پارہ ۹)	(فرعون کی دھمکی سن کر) موسیٰ نے اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کیے رہو ملک تو سب اللہ ہی کا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور انجام (بخیر) پرہیزگاروں (ہی) کا ہے۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَاِذَا سَاَلْتَ فَسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ	ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا تھا فرمایا لڑکے! خدا کے حق کی حفاظت کر وہ دینی و دنیاوی آفات سے تیری حفاظت کرے گا خدا کے حق کی حفاظت کر تو اسے اپنے سامنے موجود پائے گا اور جب تجھے کچھ مانگنا ہو تو خدا ہی سے مانگ اور مدد کی ضرورت پڑے تو خدا ہی سے مدد چاہ اور معلوم کر کہ اگر سب لوگ

لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَ لَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (ترمذی)	جمع ہو کر تجھے کسی چیز سے نفع پونہچانا چاہیں تو نفع نہیں پونہچا سکیں گے مگر اُس چیز سے جو خدا تیرے لئے مفید لکھ چکا۔ اور اگر سب جمع ہو کر تجھے کسی چیز سے نقصان پونہچانا چاہیں تو نہیں پونہچا سکیں گے مگر اُس چیز سے جو خدا تیرے حق میں مضر لکھ چکا قلم کو جو لکھنا تھا لکھ چکا اور کاغذ خشک ہو گئے

خشوع[1] وخضوع

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (البقرہ۔ ع ۵ پارہ ۱)	اور (لوگو! مصیبت کی برداشت کے لئے) صبر اور نماز کا سہارا پکڑو اور البتہ نماز شاق ہے مگر اُن پر (نہیں) جو خاکسار ہیں (اور) جو یہ خیال (پیش نظر) رکھتے ہیں کہ وہ (آخر کار) اپنے پروردگار سے ملنے والے اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں[2]

عنوان مذکورہ میں ذیل کی آیتیں بھی پڑھو

(۱) قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (المؤمنون ع ۱)

(۲) وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا (بنی اسرائیل ع ۱۲)

(۳) وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ (حج ع ۱۷)

[1] خشوع وخضوع میں فرق یہ ہے کہ آواز میں اظہار سکنت کرنے کو خشوع کہتے ہیں قال تعالیٰ وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا همسا اور جوارح سے مسکنت وعاجزی ظاہر کرنے کا نام خضوع ہے ان نشأ ننزل علیهم من السماء آیة فظلت اعناقهم لها خاضعین [2] صبر ایک ایسی خصلت ہے کہ جو اُس کو اختیار کرلیتا ہے دنیا کی تکلیفیں اُس پر آسان ہو جاتی ہیں ایسی ہی حال نماز کا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (سُن رکھو کہ یاد الٰہی سے دل تسلی پاتے ہیں) اور جناب رسالت مآب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی عادت تھی کہ جب آپ کو کسی طرح کی تشویش لاحق حال ہوتی تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے مگر جن لوگوں کو خدا کا اور عاقبت کا خیال نہیں اُن کو نماز کی پابندی بھی بجائے خود ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے ۱۲۔

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط أُولٰٓئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○

(آل عمران ع ۲۰ پارہ ۴)

اور اہلِ کتاب میں سے بے شک کچھ لوگ ایسے (بھی) ہیں جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کتاب تم (مسلمانوں) پر اُتری ہے اور جو اُن پر اُتری ہے اُن (سب) پر (بھی) ایمان رکھتے ہیں (اور ہر وقت) اللہ کے آگے جھکے رہتے ہیں (اور) اللہ کی آیتوں کے عوض میں (دُنیاوی فائدوں کے) تھوڑے دام نہیں لیتے یہ وہ لوگ ہیں جن کے اجر اُن کے پروردگار کے ہاں (تیار موجود) ہیں (اُن کو اجر کے حاصل کرنے میں زحمتِ انتظار نہیں اٹھانی پڑے گی کیونکہ) اللہ جلد ہی حساب کرنے والا ہے۔

وَزَكَرِيَّآ إِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَأَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ط إِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ط وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ○

(انبیاء ع ۶ پارہ ۱۷)

اور (اے پیغمبر) زکریا کو (یاد کرو) جب اُنھوں نے (اولاد کی طرف سے مایوس ہوکر) اپنے پروردگار کو پکارا کہ اے میرے پروردگار (مجھ کو اکیلا (یعنی بے اولاد) نہ چھوڑ اور (یوں تو) تُو سب وارثوں سے (بہتر وارث) ہے تو ہم نے اُن کی (فریاد) سُن لی اور اُن کو یحییٰ (فرزند) عنایت کیا اور اُن کی بی بی کو اُن کے لئے بھلا چنگا کر دیا ف یہ لوگ (جن کا اوپر ذکر ہوا یعنی نوح ابراہیم لوط اسحٰق یعقوب داؤد سلیمان ایوب اسمٰعیل ادریس ذوالکفل و ذوالنون یونس زکریا یحییٰ) نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہم کو (ہمارے فضل کی) توقع اور (ہمارے عذاب کے) خوف سے پکارتے رہتے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے۔

فَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ أَسْلِمُوْا ط وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ○ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ أَصَابَهُمْ وَ

تو (لوگو) تم سب کا خدا (وہی) خدائے واحد ہے تو اُسی کے فرمان بردار بنو اور (اے پیغمبر) عاجزی کرنے والے بندوں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دو (جو) ایسے (نیک ہیں) کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے اُن کے دل لرز اٹھتے ہیں اور جو مصیبت اُن پر آ پڑے اُس پر صبر

ف یعنی اُن میں جو بانجھ ہونے کا روگ تھا اُسکو اپنی قدرت سے دُور کر دیا ۱۲ منہ

الْمُقِيمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ (الحج۔ ع ۵ پارہ ۱۷)	نمازیں پڑھتے اور جو ہم نے اُن کو دے رکھا ہے اُس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں

تضرع و عجز

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۚ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (اعراف ع ۷ پارہ ۸)

(لوگو!) اپنے پروردگار سے گڑگڑا گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرتے رہو کیونکہ وہ (حدِ عبودیت سے) باہر قدم رکھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا وا اور (انتظام) ملک کے درست ہوئے پیچھے اس میں فساد نہ پھیلاؤ اور (عذاب کے) ڈر سے۔ اور (فضل کی) اُمید پر خدا سے دُعائیں مانگتے رہو (کیونکہ) خدا کی رحمت خلوص رکھنے والوں سے (بہت ہی) قریب ہے

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ○ اعراف (ع ۲۴ پارہ ۹)

اور (اے پیغمبر) اپنے جی (ہی جی) میں گڑگڑا گڑگڑا کر اور ڈر (ڈر) کر اور (بہت) زور کی آواز سے نہیں (بلکہ دھیمی آواز سے) صبح و شام اپنے پروردگار کی یاد کرتے رہو اور (اُس کی یاد سے) غافل نہ ہو جو (فرشتے تمہارے پروردگار کے مقرب ہیں (وہ تک بھی) اُسکی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے اور اُسی کی تسبیح (و تقدیس) اور اُسی کے آگے سجدے کرتے ہیں۔

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا

(اے پیغمبر۔ ان لوگوں سے) کہو کہ تم قرآن کو مانو یا نہ مانو جن لوگوں کو قرآن سے پہلے (آسمانی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے (اُن کا تو یہ حال ہے کہ) جب اُنکے رُوبرو پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے۔

وا یعنی بندہ ہمہ وقت خدا کے فضل و کرم کا محتاج ہے اور اگر اپنی احتیاج کو خدا کے آگے ظاہر کرنے میں مضایقہ کرتا ہے تو اس سے ایک طرح کا استغنا پایا جاتا ہے جو شانِ عبودیت ہو اور ایک درجہ رضا و تسلیم کا ہے وہ علٰحدہ ہے ۱۲۔

السجدة

وَيَقُولُونَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۝ وَيَخِرُّونَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۝ (بنی اسرائیل - ع ۱۲ پارہ ۱۵)	اور کہنے لگتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک (ذات) ہے بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہوتا ہی تھا ف اور ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (سجدہ میں) روتے (جاتے ہیں) اور قرآن کی وجہ سے اُن کی عاجزی (اَور) زیادہ ہوتی جاتی ہے

اعمالِ لسانی

من المترجم اس باب کی پہلی پانچ فصلیں یعنی خدا کی عظمت ۔ حمد و ثنا ۔ تسبیح و تقدیس ۔ ذکر اللہ ۔ ذکر نعمت ۔ ایک دوسری سے اس قدر ملتی جلتی ہیں کہ اُن میں صرف لفظی فرق ہے ورنہ مفہوم سب کا ایک ہے سب سے پہلے خدا کی عظمت کا خیال ہوتا ہے جو پہلی فصل ہے اسکے بعد باقی کی چار فصلوں کے مضامین عمل میں آتے ہیں اور وہ سب قریب قریب ایک ہی قسم کے ہیں تسبیح و تقدیس بھی ایک خاص طرح کی حمد و ثنا ہی ہے کیونکہ تسبیح و تقدیس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تمام عیوب سے بری اور نقصانات سے پاک ہے ۔ پھر ذکر اللہ سے بھی خدا کی حمد و ثنا ہی مقصود ہے کیونکہ بندہ جب خدا کا ذکر کرے گا تو حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس ہی کے ساتھ کرے گا بلکہ مجرد اللہ کا نام لینا بھی داخل حمد و ثنا ہے ۔ اگرچہ اللہ کو اسم ذات مان لیا گیا ہے ۔ مگر اس کے معنی بھی معبود کے ہیں ۔ اور معبود ہونا سب سے بڑی تعریف ہے ۔ پھر جہاں بندہ خدا کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کرتا ہے اسی کے ضمن میں وہ اُس کی نعمتیں بھی بیان کرتا ہے اور اس بیان سے اظہار احسان مندی مقصود ہوتا ہے ۔

ہم نے حقوق اللہ کی چار قسمیں کی ہیں ۔ اعمالِ قلبی ۔ اعمالِ لسانی ۔ اعمالِ بدنی ۔ اعمالِ مالی ۔ اس تقسیم سے ایسا خیال کیا جا سکتا ہے کہ ایک طرح کے عمل کو دوسرے طرح کے عمل میں دخل نہیں لیکن اصل حقیقت یہ ہو کہ پہلے دل میں تحریک پیدا ہوتی ہے پھر اُس کا اثر اعضا و جوارح اور مال پر ظاہر ہوتا ہی تو اس اعتبار سے قلب ہر ایک عمل میں شریک ہے اعمالِ قلب میں ہم نے اُن ہی عملوں کو لیا جو خیال سے متعلق ہیں اور جب وہ خیال اپنا اثر ظاہر کرنے لگا تو وہ عمل اعمالِ ثلاثۂ باقی ماندہ میں سے کسی قسم میں داخل ہو جائے گا ۔ اعمالِ لسانی کے باب کی چھٹی فصل شکر ہے اور یہ نتیجہ ہے پہلی پانچ فصلوں کا یعنی جب آدمی خدا کو یاد کرے گا اور خدا کا یاد کرنا ہوتا ہے اُس کی عظمت کے تصور اور حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کے ذریعے سے اُس کی نعمتوں اور احسانوں کا اقرار کرے گا تو ضرور ہے کہ وہ خدا کا شکر بھی کرے شکر کے معنے ہیں اظہار احسان مندی جو اکثر زبان کے ذریعے سے ہوتا ہے ۔ یہ بھی انسانی فطرت ہے

ف یعنی قرآن کی پیشین گوئی اگلی آسمانی کتابوں میں موجود تھی اور اہل کتاب قرآن اور پیغمبر آخر الزماں کے منتظر تھے تو جو اُن میں خوش نصیب تھے قرآن کو سن کر سمجھ گئے کہ اُسی وعدے کا ایفار ہے اور ایمان لے آئے ۱۲

کہ آدمی اپنے محسن کا احسان مانے۔ دُنیا میں کوئی کسی پر احسان کرتا ہے تو اکثر وہ خدمت وغیرہ سے احسان کا معاوضہ کر دیتا ہے مگر خدا بندوں کی خدمت سے بے نیاز ہے اُس کے احسانات کا معاوضہ اقرار نعمت کے سوائے اَور کیا ہو سکتا ہے اور چونکہ اُس کی نعمتیں بے شمار ہیں نتیجہ یہ ہے کہ بندے بقدر واجب اُس کا شکر نہیں کر سکتے۔

گر کسے شکر حق فزوں گوید شکر توفیق شکر چوں گوید

شکر گزاری اور اظہار احسان مندی خود شکر گزار کے حق میں موجب مزید نعمت ہوتی ہے دنیا میں تو اس کا نتیجہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی کے احسان کا شکر کیا جائے تو محسن کو مزید احسان کی طرف ترغیب ہوتی ہے اور کفران نعمت کی صورت میں محسن کے دل میں ایک مخالفت سی پیدا ہو جاتی ہے تا بحدیکہ وہ دی ہوئی نعمت کو بھی چھین لینا چاہتا ہے اور لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ[1] سے ثابت ہے کہ بندوں کے ساتھ خدا کا معاملہ بھی اسی طرح پر ہے۔

انسان اگر فطرتاً شکر گزار پیدا کیا گیا ہے تو یہ فطرتِ سلیم کا مذکور ہے ورنہ عام طبیعتیں تو اس قسم کی واقع ہوئی ہیں کہ خدا کی نعمتوں کو بھول کر بھی یاد نہیں کرتیں قدرِ نعمت بعد زوال ایک مشہور مقولہ ہے اور بالکل مطابق واقع ہے بیمار کو تندرستی کی مفلس کو تونگری کی۔ بھوکے کو سیری کی مسافر کو وطن کی اُس وقت قدر معلوم ہوتی ہے۔ جب اُس کی حالت بہتر سے بدتر ہو جائے۔

شکر گزاری کی صفت کو ترقی دینے کی آسان تدبیر یہ ہے کہ آدمی ہمہ وقت اپنے سے بدتر پر نظر کرتا رہے اور اُسکو اپنے سے بدتر کسی طرح کے آدمی ہمہ وقت اور ہمہ جا مل سکیں گے بلکہ اگر آدمی اپنی حالت کا مقابلہ دوسری مخلوقات سے کیا کرے تو بھی شکر گزاری کا خیال اُس کے دل میں ضرور پیدا ہوگا مسلمانوں میں[2] ٹھنڈا پانی پینے کے بعد الحمد للہ کہنا یا کھانے کے بعد الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ یا نیا کپڑا پہن کر[3] یا چھینک کے بعد کہ وہ دلیل تندرستی ہے الحمد للہ کہنا بڑی عمدہ تعلیم ہے اور مسلمان کو چاہیئے کہ اس کے التزام کا اہتمام رکھے۔

باب کی ساتویں فصل دعا ہے اور آٹھویں فصل توبہ و استغفار اور نویں استعاذہ اور دسویں استعانت ہیں یہ بھی دعا میں داخل ہیں توبہ کے معنی ہیں رجوع یعنی بندے سے کوئی قصور ہو گیا اور اُس کو ندامت ہوئی اور وہ اپنی اس حرکت بے جا

---

[1] (لوگو!) اگر ہمارا شکر کروگے تو ہم تم کو زیادہ نعمتیں دیں گے اور اگر تم نے ناشکری کی تو (تم کو معلوم رہے کہ) ہماری مار (بھی بڑی سخت ہے) ۱۲

[2] حدیث ابوسعید میں آیا ہے قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا اکل او شرب قال الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین۔ اور اس کا ترجمہ دعاؤں کے سلسلے میں دیکھو ۱۲

[3] عن ابی سعید الخدری قال کان النبی صلی اللہ علیہ اذا استجد ثوبا قال اللھم لک الحمد انت کسوتنیہ اسالک خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ یعنے حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا پہنتے تو فرماتے خداوندا تیری ہی لئے حمد و ثنا ہے تو نے ہی مجھے یہ کپڑا پہنایا اور کپڑے کا نام لے کر فرماتے میں تجھ سے اس کپڑے کی بھلائی اور جس لئے یہ بنایا گیا ہو اس کی بھلائی کا خواستگار ہوں اور اس کی برائی اور جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے اُس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲

سے باز آیا یہی توبہ ہے۔ استغفار طلبِ معافی ہے۔ استعاذہ خدا سے پناہ مانگنا ہے وساوسِ شیطانی سے دشمنوں کی ایذا سے اور ہر طرح کے شر سے۔ استعانت خدا سے مدد مانگنا ہے۔ ہر ایک نیک ارادے کے عمل میں لانے پر۔ یہی مطلق دعا اس میں کُل دنیاوی اور اُخروی مطالب چھوٹے ہوں یا بڑے داخل ہیں۔ ہم نے دُعا کے متعلق ایک رسالہ مستقل جمع کیا ہے اُس کا نام ہے ادعیۃ القرآن اِس رسالے کے جمع کرنے کی ضرورت یُوں داعی ہوئی کہ لوگوں نے بہت سے وظیفے بنا رکھے ہیں اور تلاوتِ قرآن کی جگہ اُن ہی کو پڑھ لیا کرتے ہیں ہم کو مسلمانوں کی یہ ادا ناپسند ہوئی اور ہم نے چاہا کہ قرآن کی دُعائیں جمع کر دی جائیں تو چونکہ جزوِ قرآن بھی قرآن ہے۔ قرآن کی دعائیں دعا اور تلاوتِ قرآن دونوں کام دیں گی۔ قرآنی دعائیں بعض تو خدا کی تعلیم کی ہوئی ہیں اور بعض پیغمبروں کی ہیں اور چونکہ پیغمبر بھی دوسری طرح کے آدمیوں کی طرح آدمی تھے اُن میں اور دوسرے آدمیوں میں اگر فرق تھا تو صرف اسی قدر کہ اُن پر وحی نازل ہوتی تھی ورنہ بشر ہونے کی حیثیت سے اُن کو وہی حاجتیں اور ضرورتیں پیش آتی تھیں جو دوسرے لوگوں کو آتی رہتی ہیں اُن کو بیماریاں ہوتی تھیں اور وہ تندرستی کی آرزو کرتے تھے بعض لاولد تھے اور اُن کو نہ ہماری طرح اولاد کی تمنا تھی کہ ہمارے متروکات کے مالک ہوں گے بلکہ دینِ الٰہی کی خدمت اور حفاظت کے لیے وہ اپنا معین و مددگار چاہتے تھے طرح طرح کی ایذائیں پاتے تھے اور چاہتے تھے کہ اُن کو کسی طرح اِن ایذاؤں سے نجات ہو بعض سے بتقاضائے بشریت کچھ لغزشیں سرزد ہوئیں جو اُن کی شان کے شایاں نہ تھیں اور وہ خدا سے اِن لغزشوں کی معافی مانگتے تھے۔ غرض پیغمبروں کو بھی اسی طرح کی حاجتیں پیش آتی تھیں جو عموماً ہم لوگوں کو پیش آتی رہتی ہیں۔ اور وہ اپنی حاجت روائی کے لیئے خدا سے دعائیں مانگتے تھے۔ اور خدا نے اُن کی دعائیں قبول بھی کیں اور اُن کی حاجت روائی ہوگئی۔ تو ہم نے یہ سمجھا کہ اِن حاجتوں میں سے کوئی سی حاجت مسلمانوں کو پیش آئے تو وہ اپنا ہم حاجت کوئی پیغمبر قرآن سے تلاش کرلے اور جن لفظوں میں اُس پیغمبر نے دعا کی ہو اُن ہی لفظوں میں دعا کرے ہمارا خیال یہ ہے کہ دعا بھی ایک فقیر کی سی صدا ہے اور بعض صدائیں خاص کر دلکش ہوتی ہیں اور جس سے وہ حاجت مانگی جاتی ہے اُس کو خاص طور پر متوجہ کرنے کیلئے اثرِ خاص رکھتی ہے۔ اِسی خیال پر ہم نے یہ بات متفرع کی کہ الفاظِ دعا کو قبولیتِ دُعا میں مدخلِ عظیم ہے۔ اَب رہا نفسِ دعا اِس کے بارے میں ہمارے ابنائے زمانہ خاص کر جو لوگ انگریزی خواں ہیں بہت سے شکوک کرتے ہیں اُن کا خیال یہ ہے کہ دنیا میں اسباب کا سلسلہ قائم ہے کوئی نتیجہ بدون سبب کے ظاہر نہیں ہو سکتا اور نہ اسباب کے سلسلے میں کسی طرح ردّ و بدل ہو سکتا ہے یعنی دعا کرنا فعلِ عبث ہے پھر یہ بحث تقدیر میں جا پڑتی ہے کہ خدا نے اچھا بُرا جو کچھ بھی کسی کی تقدیر میں لکھ دیا ہے ہو کر رہتا ہے۔ اس طرح پر بھی دعا کا کرنا فعلِ عبث ہوا۔ تیسری بات یہ ہے کہ دعائیں بہتری قبول نہیں بھی ہوتیں۔ اِن باتوں کا ماحصل یہ نکلا کہ دعا ایک فعلِ عبث ہے اور سلسلۂ اسباب میں دعا کو کچھ دخل نہیں۔ تمام شکوک کا جواب ہم نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ آدمی کی فطرت اسی طرح کی واقع ہوئی ہے کہ جب کبھی اُس کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے اور کوئی تدبیر رفعِ ضرورت کی

اُس کو نہیں سُوجھتی تو وہ ایسی ہستی کی طرف رجوع کرتا ہے جس کو وہ اپنے ذہن میں سمجھا ہوا ہے۔ کہ اس کی ضرورت کے دفع کرنے پر قادر ہے یہ بات دوسری ہے کہ جس کو وہ رفع ضرورت پر قادر سمجھا ہے۔ واقع میں بھی رفع ضرورت پر قادر ہے یا نہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں یُوں سمجھو کہ وہ حاجتمند خدائے برحق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یا باطل کی طرف مگر بہر کیف وہ اپنے سے برتر کی طرف تو رجوع کرتا ہے۔

فطرتِ انسانی تو یہ ہے اور یہ فطرت تمام بنی آدم میں شہری ہوں یا دیہاتی۔ عالم ہوں یا جاہل - بچے ہوں یا جوان یا بوڑھے - مرد ہوں یا عورت۔ خواندہ ہوں یا ناخواندہ مشرق کے رہنے والے ہوں یا مغرب کے سب میں یکساں پائی جاتی ہے - اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا نے یہ فطرت بنی آدم کو دھوکا دینے کے لیے اُن میں ودیعت رکھی ہے یا جیسا تمام بنی آدم خیال کرتے ہیں واقع میں بھی ایسا ہی ہے - بے شک دُعائیں کمتر مقبول اور بیشتر نامقبول ہوتی ہیں یا باینہمہ کسی زمانے کے لوگ دعا سے بے دل نہیں ہوئے نہیں ملتا اور وہ مانگے جاتے ہیں شنوائی نہیں ہوتی اور کیے جاتے ہیں فطرت کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ پھر ہم انسان کی دوسری باتوں پر نظر کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ جو کچھ اس کے حواسِ ظاہر اور باطن حکم دیتے ہیں وہ مطابقِ واقع ہوتا ہے مثلاً جس چیز کو ہماری آنکھ سبز دیکھتی ہے وہ واقع میں بھی سبز ہوتی ہے جس چیز کو ہمارا ذائقہ تلخ بتاتا ہے وہ واقع میں بھی تلخ ہوتی ہے۔ قوتِ شامہ خوشبو اور بدبو میں تمیز کرتی ہے۔ سامعہ زیر و بم میں۔ لامسہ سخت و نرم میں سرد و گرم میں۔ یہ تو حواسِ ظاہر ہوئے اب رہے حواسِ باطن تو مثلاً ہم دھوئیں سے آگ کے ہونے کا یقین کرتے ہیں اور جا کر دیکھتے ہیں تو واقع میں آگ پاتے ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ سب باتوں میں تو ہمارے حواس اور ہماری عقل کا حکم ٹھیک ہو اور صرف دُعا کے بارے میں غلط اور حکم بھی ایسا اجماعی کہ کوئی فردِ بشر اس سے منحرف نہیں اب رہا اسباب کا سلسلہ کہ وہ تغیر پذیر ہے نہیں تو اس میں بحث یہ ہے کہ اسباب کے متعلق انسان کا علم ناقص و ناتمام ہے۔ ہم ایک موٹی سی بات لیتے ہیں کہ تمام مادی چیزیں جو اُوپر سے پھینکی جائیں زمین پر گرتی ہیں ٹھس اور وزنی چیزیں جلد اور پولی ہلکی بدیر۔ مثلاً ہم ایک روپے کے ٹھیک برابر ایک کاغذ کا ٹکڑا لیں اور دونوں کو اُوپر چڑھ کر گرا دیں تو روپیہ جلدی گرے گا۔ کاغذ کا روپیہ بھی گرے گا تو ضرور مگر اصلی روپیہ سے دیر کر۔ اس رُوداد سے صاف مستنبط ہوتا ہے کہ وزنی چیز کے زمین پر دیر سے گرنے کا اصلی سبب زمین کی کشش ہے - یہ بالکل سچ ہے مگر ہم سے ایک شرطِ ضروری فروگذاشت ہوتی ہے اگر ہم کسی طرح پر ایک شیشے میں سے ہوا نکال ڈالیں اور اُس میں چاندی کا روپیہ اور کاغذ کا روپیہ برابر فاصلے سے گرائیں تو دونوں برابر گریں گے ایک پل کا بھی آگا پیچھا نہ ہوگا۔ اسی طرح ہر ایک نتیجے کے لیے ایک سبب منفرد نہیں بلکہ اسباب کا مجموعہ مؤثر ہوتا ہے۔ اُن میں سے بعض اسباب کو ہم نظر انداز کر دیتے ہیں ممکن ہے ایک مطلب ہم کو بنظر اسبابِ ظاہر ناممکن الحصول معلوم ہوتا ہے مگر اُس کے حصول میں کسی سببِ مخفی کو دخل ہو جو ہم پر منکشف نہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کوئی سا کام بھی ہو چھوٹا یا بڑا اور اُس کے سرانجام پانے کے کچھ بھی اسباب ہوں اُس کے حصول کا پہلا سبب ہے آدمی کا ارادہ

مثلاً ایک مکان بناتا ہے بے شک اُس کی تعمیر کے اسباب میں سے معمار ہے۔ بڑھئی ہے اور مال مصالحہ ہے جو تعمیر میں لگایا جاتا ہے۔ مگر کسی کا ذہن بھی اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ سبب اول مالک مکان کا ارادہ ہے اسی طرح جب آدمی کے ارادے کو اتنا بڑا دخل ہے تو خدا کے ارادے کو کیوں نہ ہو۔ ایک دہریہ ملحد لامذہب ایسے شکوک پیدا کرے تو کر سکتا ہے مگر جو شخص خدا کا قائل ہے اُس کو ایسے شکوک کرنے کا کوئی حق نہیں اور ہمارا خیال تو یہ ہے کہ جس نے آدمی کی جون میں جنم لیا ہے یعنی انسانیت کا جامہ پہنا ہے۔ وہ خدا کا منکر ہو ہی نہیں سکتا اور جو مونہ سے انکار کرتا ہے یہ اُس کے نفس کا مکر ہے جیسا کہ فرعون پر گزرا تھا کہ وہ ساری عمر اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہتا رہا مگر جب دریا میں ڈوبنے لگا تو خدا کا اور اُس کے معبود ہونے کا اقرار کیا[٥١] وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اٰۗلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ[٥٢] خدا کا انکار اور خدا کی کسی صفت کا انکار دونوں ایک درجے میں ہیں۔ خدا کی صفتوں میں سے ایک صفت قدرت ہے کہ وہ مسبب الاسباب ہے یعنی سببوں میں سبب ہونے کی صلاحیت اُس نے پیدا کی ہے وہ خود کسی سبب کا محتاج نہیں آخر اُس نے دنیا کا اتنا بڑا کارخانہ بے ساز و سامان بے تقدم سبب پیدا کر ہی دیا۔

اب رہا دعا کا مقبول و نامقبول ہونا تو بے شک خدا کا فرمودہ ہے اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ[٥٣]۔ اول تو قبول کرنے کے وہ معنی نہیں جو لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں بلکہ یہ آیت اُن لوگوں کے رد میں نازل ہوئی معلوم ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے بوجہٍ من الوجوہ مایوس تھے اور ایسا اتفاق ایک بڑے خدا شناس کو پیش آچکا ہے کہ حضرت ابرٰہیم علیہ السلام بہت بوڑھے ہو گئے تھے توالد و تناسل کی عمر سے متجاوز اور اُن کی بی بی بوڑھی ہونے کے علاوہ بانجھ بھی تھیں اور اس پر حضرت ابراہیم کو اولاد کی تمنا تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قصہ قرآن کی اِن آیتوں میں مذکور ہے[٥٤] وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ۝ قَالُوْا لَا

---

[٥١] میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں ۱۲ [٥٢] اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اُتار دیا پھر فرعون اور اُس کے لشکریوں نے سرکشی اور شرارت کی راہ سے اُن کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب فرعون کے سر پر ڈوبا ؤ (پانی) آپہنچا تو لگا کہنے کہ اب مجھکو یقین آیا کہ جس (خدا) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اُس کے سوا کوئی (اَور) معبود نہیں اور (آپ) میں (بھی اُسی کے) فرمانبرداروں میں ہوں (تو خدا نے اُس کو ملامت کی اور فرمایا کہ) کیا آپ (ایسے وقت میں ایمان) اور (تیرا حال تو یہ تھا کہ اِس سے) پہلے برابر نافرمانی کرتا رہا اور تو مفسدوں میں (کا ایک ہی مفسد) تھا تو آج (تیری روح کو تو نہیں مگر) تیرے بدن کو ہم (پانی میں تہ نشین ہونے سے) بچا دینگے (وہ بھی اِس غرض سے) کہ جو لوگ تیرے بعد آنے والے ہیں تو اُن کے لیئے (نشانِ) عبرت ہو اور البتہ بہت سے لوگ ہماری (قدرت کی) نشانیوں سے غافل ہیں ۱۲

[٥٣] (لوگو!) ہم سے دعائیں مانگتے رہو ہم تمہاری (دعا) قبول کریں گے ۱۲ (٥٤ بر صفحۂ آئندہ)

توجل انا نبشرك بغلام عليم قال ابشرتموني على ان مسني الكبر فبم تبشرون قالوا بشرناك بالحق فلا تكن من القانطين قال ومن يقنط من رحمة ربه الا الضالون تو مطلب یہ ہو کہ بتقاضائے بشریت پیغمبروں تک کو بعض وقت یاس و ناامیدی ہوتی ہے ایسی حالت کی اصلاح کے لیئے آیۂ ادعونی استجب لکم کا نازل ہونا قرین قیاس ہے۔ دوسرے یہ کہ شاید ان لوگوں کا رد منظور ہو جو حاجت پڑے پر خدا کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم سے دعا کرو کہ ہم دعائیں قبول کرتے ہیں یعنی قبول کرنے کی قدرت رکھتے ہیں تو یہ آیت ہم مطلب ان آیتوں کی ٹھیرے گی واذا مسكم الضر في البحر ضل من تدعون الا اياه فلما نجاكم الى البر اعرضتم وكان الانسان كفورا والذين يدعون من دونه لا يستجيبون لهم بشيء الا كباسط كفيه الى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغه وما دعاء الكافرين الا في ضلال والذين يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا وهم يخلقون اموات غير احياء وما يشعرون ايان يبعثون پھر اگر آیۂ ادعونی استجب لکم کو وعدۂ قبول دعا بھی سمجھا جائے تو پیرایۂ قبول دعا کی صراحت نہیں آدمی کو علم غیب کی خبر تو ہے نہیں تو وہ ضرورت پڑے پر کبھی مضطر ہو کر ایسی بات کے لیئے دعا کرتا ہے کہ انجام کار اس کے حق میں مضر ہوگی۔ اور اگر اس کو پہلے سے خبر ہوتی تو وہ ہرگز دعا نہ کرتا جیسا کہ ایک واقعہ حضرت خضر کو پیش آیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام بحکم خدا ان کی شاگردی کرنے گئے خضر علیہ السلام نے شرط کر لی تھی کہ تم میری کسی بات میں از خود دخل نہ دینا اور جو کچھ بھی میں کروں اس پر اعتراض نہ کرنا اور نہ اس کی وجہ پوچھنا چنانچہ خضر علیہ السلام نے غریب ملاحوں کی کشتی کو اس کا تختہ اکھاڑ کر بےکار کر دیا پھر ایک لڑکے کو مار ڈالا پھر ایک گانوں میں گئے لوگوں سے طالب ضیافت ہوئے

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۸۳) لے اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا حال سناؤ جب ابراہیم کے پاس آئے تو (پہلے) سلام کیا ابراہیم نے (جواب سلام کے بعد) کہا کہ ہم کو تو تم سے ڈر لگ رہا ہے وہ بولے آپ (مطلق) خوف نہ کیجئے ہم آپ کو ایک لائق فرزند (کے پیدا ہونے) کی خوش خبری سناتے ہیں (ابراہیم نے) کہا کیا تم مجھے (بیٹے کے ہونے کی) خوش خبری دیتے ہو حالانکہ مجھکو تو بڑھاپے نے آ دبایا ہے تو آپ کاہے کی خوش خبری سناتے ہو وہ لگے کہنے کہ ہم آپ کو سچی خوش خبری سناتے ہیں تو آپ ناامید نہ ہوں (ابراہیم نے) کہا کہ گمراہوں کے سوا ایسا کون ہے جو اپنے پروردگار کی رحمت سے ناامید ہو ۱۲ (ترجمہ آیات صفحہ ہذا) لے اور (لوگو) جب سمندر (میں) تم کو (کسی طرح کی) تکلیف پہنچتی ہے تو جن (معبودوں) کو تم پکارا کرتے تھے (سب) بھولے بسرے ہو جاتے ہیں مگر وہی (ایک خدا یاد رہتا ہے) پھر جب (خدا) تم کو سمندر سے خشکی کی طرف نکال لاتا ہے تو (اسی سے) تم پھر بیٹھتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکر ہے ۱۲ ۲ے اور جو لوگ اس کے سوا (دوسرے معبودوں کو) پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ نہیں سنتے مگر (ویسا ہی بےکار سننا) جیسے ایک شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے تاکہ پانی (آپ سے آپ) اس کے مونہہ میں اڑ کر آ جائے حالانکہ وہ (کسی طرح) اس کے (مونہہ تک (اڑ کر) آنے والا نہیں اور (کافروں کی دعا تو یوں ہی بھٹکی (بھٹکی) پھرا کرتی ہے (کوئی اس کا سننے والا نہیں) ۱۲ ۳ے اور خدا کے سوا جن (معبودوں) کو (یہ لوگ حاجت روا سمجھ کر) پکارتے ہیں (ان کا حال یہ ہے کہ) وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود بنائے جاتے ہیں (یعنی لوگ ان کو بناتے ہیں) مُردے ہیں جن میں جان نہیں اور اتنی بھی خبر نہیں کہ کب (قیامت ہوگی اور (مُردے) اٹھا کھڑے کیئے جائیں گے ۱۲ +-

اُنھوں نے سُوکھا ٹھ کھلا دیا۔ ایک دیوار دیکھی کہ وہ گرنے کو ہو رہی تھی اُس کو بے مُزد درست کر دیا۔ خضر کی یہ تمام حرکتیں موسٰی علیہ السلام نے دیکھیں اول بار کشتی کے بے کار کر دینے کی وجہ پُوچھی خضر نے ڈانٹ بتائی پھر موسٰی علیہ السلام نے لڑکے کے بے وجہ مار ڈالنے کا سبب دریافت کیا تو خضر نے ناخوش ہو کر کہا کہ تم بڑے چُلبلے آدمی ہو تم سے ضبط نہیں ہو سکتا اگر پھر تم نے میری کسی بات میں دخل دیا تو مَیں تم کو اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا چنانچہ جب موسٰی علیہ السلام نے دیوار کا حال دریافت کیا تو خضر نے سب باتوں کی توجیہ تو موسٰی علیہ السلام کو سمجھا دی مگر اُن کو اپنے پاس سے جدا بھی کر دیا۔ ہم کو اِس حکایت سے اُس لڑکے کی طرف متوجہ کرنا ہے جسے خضر نے مار ڈالا تھا۔ خضر نے جو اُس کے مار ڈالنے کی وجہ بیان کی وہ یہ تھی کہ اُس کے والدین دیندار ہیں اور مجھکو خدا کے بتانے سے معلوم ہوا کہ یہ نابکار بڑا ہو کر والدین کو ایذا دے گا اس لیئے مَیں نے بحکم خدا اُس کو مار ڈالا تو ممکن ہے کہ کوئی آدمی اولاد بیٹے کے ہونے کی دعا کرے اور وہ بیٹا ایسا نالائق نکلے کہ ماں باپ کا دل دُکھائے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ کوئی مفلس تونگری کی دعا کرے اور جب خدا اُس کو مال و دولت دے تو وہ تونگری اُس کے حق میں وبالِ جان ہو جائے غرض آدمی عالم الغیب نہ ہونے کی وجہ سے مفاد کی جگہ مضرت کی بھی خواہش کرنے لگتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے[1] وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔ تو ایسی صورتوں میں خدا تعالٰی بتقاضائے رحمتِ کاملہ دعائے بد کو قبول نہیں فرماتا لیکن اس کو نامقبولیت نہیں سمجھنا چاہئے۔ یا ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی مصلحت سے دعا قبول نہیں ہوتی تو خدا تعالٰی دین یا دنیا میں بندے کو اُس کا عوض کر دیتا ہے۔ اور کم سے کم عوض یہ تو ضرور ہوتا ہے کہ دُعا سے دل کو تسکین ہو جاتی ہے[2] اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

دعا قبول ہوئی تو بندہ شکر کرتا ہے اور قبول نہ ہوئی تو بھی اُس کو ایسی تکلیف نہیں ہوتی جو ایک بے دین آدمی کو ہوتی ہے اسی طرح کی غلط فہمی لوگوں کو تقدیر کے بارے میں بھی ہے اس میں شک نہیں کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے خدا کو پہلے سے معلوم ہے۔ لیکن اس سے آدمی کی مجبوری نہیں ثابت ہوتی۔ مثلاً ایک باپ اپنے ایک اکلوتے بیٹے کے پڑھانے لکھانے اور اصلاحِ حال میں بہتیری کوشش کرتا ہے مگر وہ اُس کے مزاج اور عادت اور صحبت سے یہ بھی جانتا ہے کہ یہ نالائق اور ناسعادتمند ثابت ہوگا تو جاننا اَور چیز ہے مگر باپ کو یہ نہیں کہیں گے کہ اُس نے بیٹے کو نالائق اور ناسعادتمند کیا اسی طرح خدا نے آدمی کو با اختیار پیدا کیا ہے اُس کو نیکی اور بدی کے دونوں رستے دکھا دیئے ہیں اور اُس کو پوری آزادی دی ہے کہ نیکی کو اختیار کرے یا بدی کو مگر خدا جو عالم الغیب ہے وہ پہلے سے جان چکا ہے کہ یہ شخص اپنے کرنے سے نیک ہوگا یا بد۔ لوگ اپنے ارادے سے بُرے بھلے بنتے ہیں خدا اُن کے ارادے کو جانتا ہے مگر خدا نے اُن کے ارادوں پر سے اپنا اختیار اُٹھا لیا ہے۔ یا ایک طبیب مہربان ایک بیمار مزمن کی تندرستی کے لیئے تدبیریں کرتا ہے مگر بیمار کی طبیعت بدپرہیز واقع ہوتی ہے اور طبیب کو معلوم ہے

[1] اور آدمی جس طرح (اپنے حق میں) بہتری کی دعا مانگتا ہے اسی طرح (دلگیر ہو کر کبھی) بُرائی کی ..... بھی دعا مانگنے لگتا ہے اور انسان بڑا جلد باز ہے ۱۲ [2] (اور) سُن رکھو کہ خدا کی یاد سے دلوں کو تسلی ہوتی ہے ۱۲ +

اور کبھی پڑھتے[۱] اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰہُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ وَاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَقِنِیْ سَیِّئَ الْاَعْمَالِ وَسَیِّئَ الْاَخْلَاقِ لَا یَقِیْ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ

رکوع و سجود کی دعائیں

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سجدے میں اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے[۲] اَللّٰہُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّہٗ دِقَّہٗ وَجِلَّہٗ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ سِرَّہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ کبھی سجدے میں یہ دعا پڑھتے[۳] اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ حالت رکوع میں اکثر تو یہ دعا پڑھتے سُبْحَانَکَ اَللّٰہُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰہُمَّ اغْفِرْلِیْ اور کبھی یوں بھی فرماتے[۴] اَللّٰہُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ اَنْتَ رَبِّیْ خَشَعَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَدَمِیْ وَعِظَامِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

قومے کی دعا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکوع سے کھڑے ہو کر فرماتے[۵] سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اَللّٰہُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ۔

جلسے کی دعا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے بیچ میں بیٹھ کر یہ دعا پڑھتے[۶] اَللّٰہُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔

تشہد کے بعد کی دعا حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشہد کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے[۷] اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ

---

[۱] بے شک میری نماز اور میری تمام عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھکو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے فرماں بردار بندوں میں پہلا فرماں بردار ہوں۔ خداوندا مجھے بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کی راہ دکھا تیرے سوا کوئی بہترین اعمال اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا اور مجھے بدترین اعمال اور بدترین اخلاق سے بچا تیرے سوا کوئی بدترین اعمال اخلاق سے بچا نہیں سکتا ۱۲ [۲] خداوندا میرے سارے گناہ چھوٹے اور بڑے اول اور آخر پوشیدہ اور ظاہر سب بخشدے ۱۲ [۳] خداوندا میں تیری رضامندی کے وسیلے سے تیری نارضامندی سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری عافیت دینے کے ذریعے سے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور تیرے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں میں تیری تعریف کو شمار میں نہیں لاسکتا تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنے نفس پر ثنا کی ہے ۱۲ [۴] خداوندا میں نے تیرے لئے رکوع کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرے آگے گردن تسلیم خم کردی اور تجھی پر بھروسا کیا تو ہی میرا پروردگار ہے میرے کان میری آنکھیں میرا گوشت پوست میرا خون میری ہڈیاں سب پروردگار عالم کے آگے جھکے ہوئے ہیں ۱۲ [۵] اللہ نے اس کی بات سنی جس نے اس کی تعریف کی خداوندا اے ہمارے پروردگار تیرے لئے تعریف ہے ایسی تعریف جو آسمانوں اور زمین کو بھر دے اور اسکے بعد جسے تو بھرنا چاہے سب کو بھر دے ۱۲ [۶] خداوندا مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور میرا نقصان دور کر اور مجھکو ٹھیک رستہ دکھا اور میری روزی کا سامان مہیا کر ۱۲ [۷] خداوندا میں تجھ سے عذاب دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲

الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ (رواہ ابوداؤد)

سلام پھیرنے کے بعد کی دعا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ [۵۱] کہتے پھر یہ دعا پڑھتے [۵۲] اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (اخرجہ الخمسۃ) کعب بن عجرہ کی روایت میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیر کر تینتیس [۵۳] دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اسی قدر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ [۵۴] اور چونتیس [۵۵] دفعہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہتے اور فرماتے کہ یہ کلمے معقبات ہیں جو شخص انھیں ہر نماز کے پیچھے کہے گا وہ کبھی ناکام نہیں رہنے کا عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ مجھے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے پیچھے معوذتین یعنی قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھنے کا حکم فرمایا۔

رات کو اُٹھنے کے بعد کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کے لیے اُٹھتے تو یہ دعا پڑھتے [۵۶] اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَ

---

[۵۱] میں خدا سے بخشش مانگتا ہوں ۱۲ [۵۲] خداوندا تو ہی سلامتی عطا کرنے والا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے اے بزرگی و انعام کے مالک تو بزرگ ہے اور تیری شان بہت اونچی ہے ۱۲ [۵۳] خدا پاک ہے ۱۲ [۵۴] خدا کو سب تعریف ہے ۱۲ [۵۵] اللہ بہت بڑا ہے ۱۲ [۵۶] خداوندا اے ہمارے پروردگار تیرے ہی لیے تعریف ہے تو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا برپا رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لیے تعریف ہے تو آسمانوں اور زمین کا اور جتنی چیزیں ان میں ہیں سب کا روشن کرنے والا ہے اور تیرے ہی لیے تعریف ہے تو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک ہے۔ اور تیرے ہی لیے تعریف ہے تو سچا ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تجھ سے ملنا برحق ہے اور تیری بات سچی ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے سارے نبی سچے ہیں اور محمدؐ برحق نبی ہیں اور قیامت حق ہے خداوندا میں نے تیرے آگے گردن جھکا دی ہے اور تجھ پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر بھروسا کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع ہوا ہوں اور میں تیری ہی مدد سے دشمنوں سے جھگڑا کرتا ہوں اور تیری ہی طرف فیصلہ لاتا ہوں تو تو میرے وہ گناہ بخش دے جو میں نے پہلے کیے اور جو پیچھے اور جو میں نے پوشیدہ کیے اور جو ظاہر اور وہ گناہ بخش دے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو اپنے نیک بندوں کو آگے بڑھانے اور بدوں کو پیچھے ہٹانے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ۱۲

❀ ❀ ❀ ✤ ❀ ❀ ❀

مَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ (اخرجہ الستۃ)

صبح وشام کی دعائیں

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام یہ دعا پڑھا کرتے تھے[1] رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص یہ دعا پڑھے گا خدا اُس کو ضرور راضی کردے گا۔
عبداللہ بن غنام بیاضی کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا جو شخص صبح ہوتے یہ دعا پڑھے گا[2]۔ اَللّٰهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِّعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ تو اُس نے تمام دن کا شکر ادا کردیا اور شام کو پڑھے گا تو اُس رات کا شکر ادا کردے گا۔
حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت فرمایا کرتے تھے[3] أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا رَبِّ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ رَبِّ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ اور صبح کے وقت بھی یہی دعا فرماتے مگر أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ کی جگہ أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ کہتے تھے۔

نیند اور بیداری کی دعائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب خوابگاہ میں تشریف لاتے اور سونے کو ہوتے تو معوذات[4] اور قل ہو اللہ احد پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونکتے اور انہیں اپنے چہرے اور جسد مبارک پر ملتے تین دفعہ اسی طرح کرتے جب آپ کو مرض وفات پیش آیا تو مجھے حکم دیا کہ میں اسی طرح کروں۔ حضرت

---

[1] ہم خدا سے از روئے پروردگار ہونے کے اور اسلام سے از روئے دین ہونے کے اور محمدؐ سے از روئے پیغمبر ہونے کے راضی ہوئے ۱۲
[2] خداوندا جس نعمت نے میرے یا تیری مخلوق میں سے کسی ایک شخص کے ساتھ بھی صبح کی وہ تیری ہی طرف سے ہے درحالیکہ تو اکیلا اور یگانہ ہے تیرا کوئی شریک نہیں تیرے ہی لیے حمد اور تیرے ہی واسطے شکر ہے ۱۲
[3] ہم نے اور سارے ملک نے خدا کے لیے شام کی سب تعریف خدا کے لیے ہے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات صفات میں اکیلا ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اُسی کے لیے ملک اور اُسی کے واسطے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اے میرے پروردگار جو کچھ اس رات میں ہے اور جو اس کے بعد ہوگا میں تجھ سے اُس کی بہتری اور بھلائی مانگتا ہوں اور اِس رات کی بُرائی اور اِس کے بعد کی رات کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے پروردگار میں کسل اور بُرے نخوت تکبر سے پناہ مانگتا ہوں اے میرے پروردگار میں عذاب دوزخ اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲
[4] معوذات سے وہ دعائیں مراد ہیں جن کے ذریعے سے خدا سے پناہ مانگی جاتی ہے ۱۲

حذیفہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بچھونے پر آکر یہ دعا پڑھتے تھے[۵۱] بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ اَحْيٰى وَ اَمُوْتُ اور نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے[۵۲] اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ حضرت براء کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا کہ جب تو بچھونے پر آکر لیٹے تو یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ وَ وَجَّهْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ [۵۳] براء کا بیان ہے کہ بعد کو حضرت نے فرمایا کہ براء اگر تو اس رات میں مرے گا تو اسلامی فطرت پر مرے گا اور اگر صبح کو زندہ اٹھے گا تو بھلائی کو پہنچے گا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب کو بیدار ہوتے تو فرماتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِىْ وَاَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِىْ عِلْمًا وَّلَا تُزِغْ قَلْبِىْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِىْ وَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ [۵۴]۔

گھر میں آمد و رفت کرتے وقت ذیل کی دعائیں پڑھنی مسنون ہیں

حضرت ام المؤمنین بی بی ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے وقت فرمایا کرتے تھے [۵۵] بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا۔ ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں آئے تو ذیل کی دعا پڑھ کر گھر والوں کو سلام علیک کرے [۵۶] اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ۔
عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں رات ہو جاتی تو آپ فرماتے یَا اَرْضُ رَبِّىْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ

---

[۵۳] خداوندا میں نے اپنی جان تجھے سونپ دی اور اپنا مونہ تیرے آگے جھکا دیا اور اپنا کام تیرے سپرد کر دیا اور اپنی پشت کو تیری طرف لگا دیا تیری طرف رغبت کر کے اور تجھ سے خوف کر کے۔ تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور جائے امن نہیں ہے تو نے جو کتاب نازل فرمائی ہے میں اُس پر اور جس نبی کو بھیجا ہے اُس پر ایمان لایا ۱۲ [۵۴] تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے خداوندا اور تیری تعریف کے ساتھ میں اپنے گناہوں کی تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری رحمت مانگتا ہوں الٰہی! مجھے علم زیادہ دے اور میرے دل کو اس کے بعد کج مت کر کہ تو مجھے اپنا رستہ دکھا چکا ہے اور مجھے اپنے پاس سے رحمت عنایت کر بے شک تو بہت عنایت کرنے والا ہے ۱۲ [۵۵] خدا کے نام سے شروع ہم نے خدا پر بھروسا کیا خداوندا ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہمارے قدم ڈگمگا جائیں یا ہم بے راہ ہو جائیں یا ہم خود ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے ہم نادان بنیں یا کوئی ہم سے نادانی کرے ۱۲ [۵۶] خداوندا میں تجھ سے اندر آنے اور باہر جانے کی بہتری طلب کرتا ہوں اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام سے نکلے اور خدا پر جو ہمارا پروردگار ہے ہم نے بھروسہ کیا ۱۲ [۵۷] اے زمین میرا تیرا پروردگار خدا ہے میں خدا سے تیری برائی اور جو تجھ میں پیدا کیا گیا ہے اُس کی برائی اور جو تجھ پر چلتے ہیں اُن کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں میں شیر چیتوں اور سانپ بچھو اور جن و شیاطین سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں ۱۲

[۵۱] خداوندا میں تیرے ہی نام پر جیتا اور مرتا ہوں ۱۲
[۵۲] خدا کے لیے سب تعریف ہے جس نے ہمیں مار ڈالنے کے بعد زندہ کر اٹھایا اور اسی کی طرف انجام کار رجوع ہونا ہے ۱۲

وَاَسْوَدٍ وَّمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ -

خولہ بنت حکیم سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کسی منزل میں فروکش ہو کر ذیل کی دعا پڑھے گا تو وہاں سے کوچ کرنے تک کوئی چیز اُسے ضرر نہ دیگی۔ [۱] اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

رنج وغم اور بے قراری کیوقت کی دعائیں

سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ذوالنون کی دعا پڑھے گا جو اُنھوں نے مچھلی کے پیٹ میں پڑھی تھی تو اُس کی ہر مشکل آسان اور ہر دعا مقبول ہوگی وہ دعا یہ ہے [۲] لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ - ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کرب بے قراری کیوقت فرمایا کرتے تھے [۳] لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (صحیحین)

ابو سعید خدری رضؓ کہتے ہیں کہ ایک دن کا ذکر ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے وہاں ایک انصاری بیٹھا تھا جس کا نام تھا ابو امامہ پیغمبر صاحب نے فرمایا ابو امامہ! تو بے وقت مسجد میں کیوں بیٹھا ہے عرض کیا یا رسول اللہ طرح طرح کے رنج وغم اور لوگوں کے قرض میرے پیچھے چمٹے ہوئے ہیں فرمایا میں تجھے ایسے چند کلمے بتائے دیتا ہوں کہ اُن کے پڑھنے سے خدا تیرا رنج دور اور قرض ادا کردے گا تو صبح وشام یوں کہا کر [۴] اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ - ابو امامہ کا بیان ہے کہ میں چند ہی روز ان کلمات کو پڑھنے پایا تھا کہ خدا نے میرا غم واندوہ بھی دور کر دیا اور قرض بھی ادا کرا دیا۔

مجلس میں بیٹھنے اور وہاں سے کھڑے ہونے کی دعا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں کثرت سے قبیح وناشایستہ باتیں ہو رہی ہوں تو کھڑے ہونے سے پہلے ذیل کے کلمات پڑھے اس سے وہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس مجلس میں ہوئے تھے [۵] سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ

---

[۱] میں خدا کے پورے اور کامل کلمات کا واسطہ دیکر اس کی مخلوق کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [۲] تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ہی خطاکار رہوں ۱۲ [۳] خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو نہایت بزرگ بردبار ہے۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا پروردگار ہے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش بزرگ کا پروردگار ہے ۱۲ [۴] خداوندا میں ہر طرح کے رنج وغم سے پناہ مانگتا ہوں اور عجز اور کسل اور بخل اور نامردی سے پناہ مانگتا ہوں اور قرض کے غلبے اور آدمیوں کے قہر سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [۵] اے خدا تو پاک ہے اور ہم تیری تعریف کرتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں

حاشیہ: ذوالنون سے مراد یونس پیغمبر علیہ السلام ۱۲

اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔

سفر کے وقت کی دُعائیں

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے صحیح سند کے ساتھ حدیث پونہچی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جانا چاہتے تو رکاب میں پاؤں مبارک رکھتے وقت یوں فرماتے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ ازْوِلَنَا الْاَرْضَ وَھَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنْ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہر اونچی زمین پر تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر یہ دُعا پڑھتے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ

عبداللہ الخطمی سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو رخصت کرتے تو فرماتے اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکُمْ وَاَمَانَاتِکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی حادثہ پیش آتا یا کوئی کام رنج میں ڈالتا تو آپ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ کثرت سے پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ لوگو! یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اکثر کہا کرو۔

حافظے کے قوی کرنے کی دُعائیں

شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تو حافظے کے لیے ذیل کی دعا نماز میں پڑھنے کی تعلیم فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَۃَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْاَلُکَ

لہ اللہ کے نام سے شروع ہو خداوندا تو سفر میں میرا رفیق اور اہل و عیال میں جانشین ہے خداوندا تو زمین کو ہمارے واسطے طے کر دے اور ہم پر سفر کو آسان کر دے خداوندا میں سفر کی سختی اور رنج واپسی اور مال اہل کی بدحالی دیکھنے سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ ؎ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اُسی کا ملک ہے اور اُسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ہم خدا کی طرف رجوع کرنیوالے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اپنے پروردگار کو سجدہ کرنے والے اُس کی تعریف کرنے والے ہیں خدا نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا تمام لشکروں کو بھگا دیا ۱۲ ؎ میں خدا کو تمہارا دین اور تمہاری امانتیں اور تمہارے عملوں کے نتیجے سونپتا ہوں ۱۲ ؎ اے زندہ اے قائم و دائم میں نے تیری رحمت کیساتھ استغاثہ کیا ہے ۱۲ ؎ اے بزرگی و عزت والے ۱۲ ؎ خداوندا میں اُمور خیر میں ثابت قدمی اور صلاح و خیر پر استقامت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور شکر نعمت اور حسن عبادت کی توفیق چاہتا ہوں میں تجھ سے سچی زبان اور سلامتی والا دل مانگتا ہوں اور اُس چیز کی بُرائی سے جسکو تو ہی جانتا ہے پناہ مانگتا اور اُس چیز کی بھلائی کا جسے تو ہی جانتا ہے سوال کرتا ہوں اور اُن گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں جنھیں تُو ہی خوب جانتا ہے ۱۲۔

شُكْرِ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْأَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَّقَلْبًا سَلِيْمًا وَّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَ اَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا تَعْلَمُ ۔

کھانا کھانے اور نیا کپڑا پہننے کیوقت کی دعائیں

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا پہن کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے[1] اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْ هٰذَا اَسْأَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جدید لباس پہن کر کہا اَلْحَمْدُ[2] لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ ازاں بعد کہا کہ میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص نیا لباس پہن کر یہ دعا پڑھے اور پرانے کپڑے خیرات کردے تو وہ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں خدا کی حفظ و حمایت میں رہے گا۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے یا پانی نوش کرتے تو یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ[3] لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ ۔

پاخانے میں آمد و رفت کرتے وقت کی دعائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیئے بیت الخلاء میں جاتے وقت فرمایا کرتے اَللّٰهُمَّ[4] اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے نکلتے وقت فرماتے تھے غُفْرَانَكَ[5] ؛

مسجد میں آمد و رفت کرتے وقت کی دعائیں۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں جاتے وقت پہلے درود پڑھتے پھر فرماتے رَبِّ[6] اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب مسجد سے باہر آتے تو فرماتے رَبِّ[7] اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

چاند دیکھتے وقت ذیل کی دعا مسنون ہے طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے[8] اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ

---

[1] خداوندا تیرے لیئے تعریف ہے تو نے ہی مجھے یہ کپڑا پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس غرض کے لیئے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی مانگتا اور اس کی برائی اور جس غرض کے لیئے یہ بنایا گیا ہے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [2] خدا کو تعریف ہے جس نے مجھے لباس پہنایا جس سے میں اپنا ستر ڈھانکتا اور زندگی میں آراستگی حاصل کرتا ہوں ۱۲ [3] خدا کو تعریف ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا ۱۲ [4] خداوندا میں تیرے ساتھ نر و مادہ جنات اور شیاطین سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [5] خداوندا ہم تجھ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں ۱۲ [6] خداوندا میرے گناہ بخش دے اور میرے لیئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے ۱۲ [7] الٰہی میرے گناہ بخش دے اور میرے لیئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے ۱۲ [8] خداوندا اس (چاند) کو ہم پر یمن برکت اور ایمان سلامتی و اسلام کے ساتھ نکال میرا پروردگار و تیرا پروردگار خدا ہے

والاسلام ربی وربک اللہ ۔ قتادہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صاحب جب نیا چاند دیکھتے تو اول تین دفعہ فرماتے هلال خیر ورشد پھر تین دفعہ فرماتے امنت باللہ الذی خلقک ازاں بعد کہتے الحمد للہ الذی ذھب بشھر کذا وجاء بشھر کذا ۔

کڑک اور بادل اور سخت ہوا کے وقت کی دعائیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کڑک اور بجلی کی آواز سن کر فرماتے اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر صاحب آسمان کے کناروں سے ابر اٹھتا ہوا دیکھتے تو آپ جس کام میں مشغول ہوتے فوراً اسے چھوڑ دیتے اور نماز میں ہوتے تو اس میں بہت تخفیف کر دیتے پھر فرماتے اللھم انی اعوذبک من شرھا ۔ اگر مینہ پڑتا تو فرماتے اللھم صیبا ھنیئا ۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب شدت کے ساتھ ہوا چلتی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے اللھم انی اسالک خیرھا وخیر ما فیھا وخیر ما ارسلت بہ واعوذبک من شرھا وشر ما فیھا وشر ما ارسلت بہ ۔

شب قدر اور عرفے کے دن کی دعائیں عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین دعا عرفے کے روز کی دعا ہے اور جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا ہے سب میں افضل یہ کلمات ہیں لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر ۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں شب قدر کو پاجاؤں تو کیا دعا مانگوں فرمایا اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی

چھینک لیتے وقت ذیل کی دعائیں پڑھنی مسنون ہیں ۔ عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں چھینک لی تو کہا الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا کما یرضی ربنا وبعد ما یرضی من امر الدنیا والاخرۃ پیغمبر صاحب نے نماز سے

ا خیر و بھلائی کا چاند ہے ۱۲ ۲ میں اس خدا پر ایمان لایا جس نے تجھے پیدا کیا ۱۲ ۳ سب تعریف خدا کو ہے جو فلاں مہینا لے گیا اور فلاں مہینا لایا ۱۲ ۴ خداوندا ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ کر اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر اور ہمیں اس سے پہلے عافیت عطا فرما ۱۲ ۵ خداوندا میں اس ہوا کی برائی سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ ۶ الٰہی پے در پے اور خوشگوار برسنا ۱۲ ۷ خداوندا میں تجھ سے اس ہوا کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے اسکی بھلائی اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کی برائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی برائی اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ ۸ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں درحالیکہ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کو تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۱۲

۹ خداوندا تو بڑا درگزر کرنے والا ہے (اور) درگزر کو دوست رکھتا ہے تو مجھ سے درگزر کر ۱۲

۱۰ سب تعریف خدا کے لئے ہے بہت تعریف پاک تعریف مبارک تعریف یہاں تک کہ ہمارا پروردگار راضی ہو جائے اور بعد اس کے ہمارے دنیاوی اور اخروی امور سے راضی ہو ۱۲ ❖

نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ یہ کلمات کس نے کہے ہیں وہ شخص خاموش ہوگیا حضرت نے پھر فرمایا کہ یہ کلمے کس نے کہے ہیں اب بھی اُس نے کچھ جواب نہیں دیا پیغمبر صاحب نے تیسری مرتبہ فرمایا کہ یہ کلمے جس نے کہے ہیں اُسے فوراً بول اُٹھنا چاہیے۔ کیونکہ اُس نے کوئی بُری بات نہیں کہی ہے وہ شخص بول اُٹھا کہ حضرت! میں نے کہے ہیں اور میں نے اُن سے بجز بھلائی کے اور کچھ ارادہ نہیں کیا فرمایا یہ کلمات سیدھے عرش تک پہونچ گئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی کو چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ[1] کہے اور سننے والا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ[2] اور جب سننے والا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے تو یہ اس کے جواب میں کہے یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ[3]

مبتلائے مصیبت کو دیکھ کر ذیل کی دعا پڑھنی مسنون ہے۔ حضرت عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مبتلا کو دیکھکر کہے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا[4] تو وہ جب تک زندہ رہے گا اس بلا میں مبتلا نہ ہوگا۔

ہم نے دعا کو اس وجہ سے حق اللہ سمجھا کہ آدمی کیا دنیا اور کیا دین ہر طرح پر سراپا احتیاج پیدا کیا گیا ہے بے نیازی خدا کی صفت ہے اور اُسی کو زیبا بھی ہے آدمی پر گو وہ کسی رتبے کا ہو کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا کہ اُس کو کوئی حاجت نہ ہو۔ جب آدمی کی یہ حالت ہے تو اُس کو چار و ناچار حاجت روائی کے لیئے کسی دوسرے کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے وہ دوسرا سوائے خدا کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ جو مطلب ابنائے جنس کی مدد سے برآتے ہیں حقیقت میں اُن مطالب کا برلانے والا بھی خدا ہے کیونکہ اُس نے برآرندہ مطلب کو قدرت اور توفیق مطلب برآری کی دی ہے اب اگر آدمی خدا سے اپنی حاجت طلب نہیں کرتا۔ تو اُس کے دو محمل ہو سکتے ہیں یا یہ کہ خدا کے سوائے دوسرے سے حاجت روائی چاہتا ہے تو یہ کفر صریح ہے اور دوسرے لفظوں میں انکار خدائی۔ یا وہ خدا سے نااُمید ہے اور یہ بھی کفر صریح نہیں تو کفر کی حد میں جا پہونچتا ہے۔ لَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکَافِرُوْنَ[5] اور قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَۃِ رَبِّہٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ[6]

---

[1] ہر حال میں خدا کی تعریف ہے ۱۲ [2] خدا تجھ پر رحم کرے ۱۲ [3] خدا تمھیں ہدایت دے اور تمھارے دل سنوارے ۱۲ [4] خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اُس مصیبت و تکلیف سے عافیت دی جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت و بزرگی عنایت کی ۱۲ [5] اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اُس نصیحت کا ذکر ہے جو اُنھوں نے اپنے چھوٹے فرزند یوسف اور ابن یامین کی تلاش میں اور بیٹوں کو بھیجتے وقت کی تھی کہ بیٹا! جاؤ اور یوسف و ابن یامین کو ڈھونڈو اور رحمت خدا سے نااُمید نہ ہو ۱۲ [6] یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے جو اُنھوں نے فرشتوں کے جواب میں کہا تھا جبکہ اُنھوں نے آپ کو تولد فرزند کی خوش خبری دی اور آپکے تعجب کو دور کرنے کے لئے کہا فلا تکن من القانطین ۱۲ حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا) کہ خدا کی رحمت سے نا اُمید ہو کیونکہ خدا کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں جو کافر ہیں (ابراہیم نے فرشتوں کے جواب میں کہا) کہ گمراہوں کے سوا ایسا کون ہے جو اپنے پروردگار سے ناامید ہو یعنی میں خدا کی طرف سے نااُمید نہیں ہوں بلکہ اپنی عمر کے لحاظ سے مجکو تعجب معلوم ہوتا ہے ۱۲ ✦

اگر خدا کو خدا کر کے ماننا خدا کا حق ہے تو اُسی سے اپنی تمام حاجتیں طلب کرنا بھی بدرجہ اولیٰ اُس کا حق ہے۔ ایک حالتِ خاص یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے سب کام خدا کے حوالے کر کے فکر سے فارغ ہو بیٹھتا ہے ؎

کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما
فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

تو یہ نہ مانگنا ہزار مانگنے کے برابر ہے۔ اور ایک نہ مانگنا کبر و نخوت کی وجہ سے ہوتا ہے اور وہ اشد الکفر ہے اور اسی کے حق میں فرمایا ہے[1] اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ایمان باللہ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ خدا کا علم اَتمّ و اکمل ہے وہ سب بولیاں سمجھتا ہے اور[2] وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا کی رُو سے سمجھا گیا ہے بلکہ اُسی نے سب بولیاں سکھائی ہیں۔ تو بی پیش بریں نیست کہ ذریعہ اظہارِ مطلب کا ہے اور خدا اپنے کمالِ علم کی وجہ سے اِس کا بھی محتاج نہیں وہ دلوں کی بولی جس کے لیے حرف و صوت نہیں سمجھتا ہے[3] وَھُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ و اصلی دعا دل کی دعا ہے اور اُس کی تکمیل زبان کے ذریعے ہوتی ہے کوئی سی زبان بھی ہو تاہم عربی عبارت میں دعا کرنا اولیٰ بالقبول ہے اور قبولیت میں حروف و اصوات کو مدخلِ عظیم ہے اور یہ ایک راز ہے جو ہر شخص پر منکشف نہیں۔

پیغمبر صاحب کی دُعائیں جو ہم نے جمع کر دی ہیں اُن سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کسی وقت کسی حالت میں یادِ خدا سے غافل نہ تھے یہ درجہ سوائے اُن کے مقدورِ بشر نہیں باینہمہ ہم نے کمالِ بشریت کا ایک انتہائی درجہ بتا دیا ہے تاکہ آدمی اُس کو پیشِ نظر رکھے اور جتنی انابت الی اللہ کر سکتا ہے اُس کے لیے کوشش کرے اور ہم نے آزما کر دیکھا ہے کہ انابت الی اللہ دنیا کے کاروبار میں کسی طرح حارج اور مزاحم نہیں وہ صرف ایک خیال ہے جو دنیاوی مشاغل کے ساتھ باسانی جمع ہو سکتا ہے۔

افترا علی اللہ

۱

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ	اور اُس سے بڑھ کر ظالم (اور) کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا دعوے کرے کہ میری طرف وحی آئی ہے

عنوانِ مذکور میں ذیل کی آیتیں بھی پڑھ لو۔

(۱) وانعام لا یذکرون اسم اللہ علیہا افتراء علیہ (انعام ۱۶ع)
(۲) فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ الخ (یونس ع ۲)
(۳) فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ اولٓئک الخ (الاعراف ع ۴)
(۴) قال لہم موسیٰ ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا (طٰہٰ ع ۳)
(۵) ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا (عنکبوت ع ۷)
(۶) ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا (صف ع ۱)
(۷) فمن افتری علی اللہ الکذب (آل عمران ع ۱۰)

[1] جو لوگ (یاد رہے) غرور سے ہماری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں عنقریب (ذلیل و خوار ہو کر) جہنم میں داخل ہوں گے ۱۲

[2] اور خدا نے آدم کو سب چیزوں کے نام بتا دیئے ۱۲ [3] اور وہ (یعنی خدا) لوگوں کے دل تک کی باتوں کو جانتا ہے ۱۲

وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

(الانعام ع ۱۱ پارہ ۷)

حالانکہ اُس کی طرف کچھ بھی وحی نہ آئی ہو اور زیادہ اس سے بڑھ کر بھی ظالم اور کون ہوگا) جو دعویٰ کرے کہ (قرآن) جس (کی نسبت تم کہتے ہو کہ اس) کو اللہ نے اُتارا ہے (کہو تو) ایسا ہی میں بھی اُتار دوں۔

۲ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ (الانعام ع ۲ پارہ ۷)

اور ۲ جو شخص خدا پر جھوٹ بہتان باندھے یا اُسکی آیتوں کو جھٹلائے اُس سے بڑھ کر ظالم (اور) کون ہو (اور) ظالموں کو کسی طرح فلاح ہونی نہیں۔

آیاتِ الٰہی سے استہزاء نہ کرنا

۱ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۝ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ۝ (النساء ع ۲۰ پارہ ۵)

(۱) (اے پیغمبر) منافقوں کو خوش خبری سُنا دو کہ ان کو (آخرت میں) دردناک عذاب ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے (پھرتے) ہیں کیا کافروں کے ہاں (اپنی) عزت (بڑھانی) چاہتے ہیں؟ سو عزت تو ساری اسکی ہے حالانکہ تم (مسلمانوں) پر اللہ (اپنی) کتاب (یعنی قرآن) میں (حکم) نازل کر چکا ہے کہ جب تم (اپنے کانوں سے) سُن لو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار کیا جا رہا ہے اور اُن کی ہنسی اُڑائی جاتی ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں ورنہ اس صورت میں تم بھی اُن ہی جیسے (کافر) ہو جاؤ گے اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں (ایک جگہ) جمع کرکے رہے گا

۲ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ

اور ۲ (اے پیغمبر) جب ایسے لوگ (کہیں) تمہاری نظر پڑ جائیں جو ہماری آیتوں کا مشغلہ بنا رہے ہوں تو اُن (کے پاس) سے ٹل جاؤ یہاں تک کہ ہماری آیتوں کے سوا (دوسری) باتوں میں لگ جائیں اور اگر شیطان تم کو

الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الانعام ع ۸ پارہ ۷)	(ہماری یہ نصیحت کسی وقت) بھلادے تو یاد آئے پیچھے (ایسے) ظالم لوگوں کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھنا۔
يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ○ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (التوبہ ع ۸ پارہ ۱۰)	منافق (اس بات سے بھی) ڈرتے ہیں کہ (مبادا) خدا کی طرف سے مسلمانوں پر (پیغمبر کے ذریعے سے) ایسی سورت نازل ہو کہ جو کچھ اُن کے دلوں میں ہے مسلمانوں کو جتا بتادے (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ (اچھا) ہنسو جس بات سے تم ڈر رہے ہو اس کو تو خدا ظاہر ہی کر کے رہے گا ف اور (اے پیغمبر) اگر تم ان لوگوں سے پوچھو (کہ یہ کیا حرکت تھی) تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ ہم تو یُوں ہی باتیں (چھیڑتے) اور ہنسی مذاق کر رہے تھے (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ تم کو ہنسی (ٹھٹھی) کرنی تھی تو خدا ہی کیساتھ اور اُسی کی آیتوں اور اُسی کے رسول کے ساتھ۔

ف منافقوں میں بعضے تو محض بدعقیدت تھے اور کسی وجہ سے خلافِ واقع اپنے تئیں مسلمان ظاہر کرتے تھے اور بعض شکّی اور ڈُودِلے تھے اِس آیتہ میں اسی قسم اخیر کے منافقوں کا تذکرہ ہے کہ وہ کسی وقت ڈرنے بھی لگتے تھے مگر اللہ کے دین کے ساتھ تمسخر ترک نہیں کرتے تھے ۱۲ ۔

حسن المترجم

اعمالِ لسانی کا باب کُل چودہ فصلوں میں منقسم ہے۔ بارہ ماموراتِ مذکورۂ بالا جن کے کرنے کا حکم ہے اور دو منہیات افترار علے اللہ اور استہزار جن کی مناہی ہے۔ افترار اور استہزار کا درجہ کفر اور شرک سے بھی بڑھا ہوا ہے اس لیے کہ افترار اور استہزار میں گستاخی اور بے باکی اور استخفاف ہے اور بندہ اس سے بڑھ کر اور کیا نالائقی اور بیجا حرکت کرے گا کہ خدا پر جھوٹ بہتان باندھے دل سے بات بنائے اور اُس کو وحی آسمانی بتائے یا خدا کی کسی بات کی ہنسی اُڑائے۔ بتیروں کو یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ بندہ ایسا بھی کیا گیا گزرا ہوسکتا ہے کہ خدا کی جناب میں اس قدر بے ادبی کرے۔ مگر یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ بندے ایسی بدذاتی نہ کرتے تو قرآن میں جابجا ایسی بے جا حرکتوں پر تنبیہ نہ کی جاتی۔ ایک رندِ لاابالی کو جو مسلمان ہو کر ڈاڑھی منڈاتا تھا اس فعلِ قبیح کی سند میں یہ کہتے سُنا کہ قرآن میں جو كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ہے اس کی رُو سے گلوں کے صاف رکھنے یعنی ڈاڑھی منڈانے کی تاکید ہے۔ ایک نالائق فارسی کا شاعر کہتا ہے ؎

لاتقربوا الصلاة زنہیم نجا طرست ۔۔۔ وزامر یا دماندہ کلوا واشربوا مرا

یہی استہزاء ہے اور اسی کے حق میں آیۂ وانیوالی ہے بکر الخ نازل ہے ۔ اُس زبان کو لقوہ مار جائے جو ایسی بکواس کرے اور ایسی بکواس کرنے والے پر بجلی گرے ۔

کتابوں میں پڑھتے تھے کہ لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے بھی کیئے ہیں اور جی میں کہا کرتے تھے کہ الٰہی کیسے لوگ تھے جو ایسی بیہودہ جرأت کرتے تھے ۔ سو خدا کی شان اپنے وقتوں میں ایسوں کو بھی دیکھ لیا ۔ ان کو دیکھ کر جو حیرت ہوئی سو ہوئی ۔ اُس سے زیادہ حیرت اس پر ہوئی کہ مذہب پر یہ بڑا نازک وقت گذر رہا ہے ایک طرف تو سچی بات میں لوگ طرح طرح کے شکوک پیدا کرتے ہیں اور قائل نہیں ہوتے دوسری طرف کتنے بندگانِ خدا ایسے بھی ہیں جو مدعیوں کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور کرتے چلے جاتے ہیں ۔ غرض حضرتِ انسان کی بھی عجیب کھوپری ہے یا آن شور اشوری و یا این بے نمکی ❋

باب سوم

اعمالِ بدنی و مالی

نماز ۱ — روزہ ۲ — زکوٰۃ ۳ — حج ۴ — حقوقِ مساجد ۵ — حقوقِ قرآن ۶ — حقوقِ خانہ کعبہ ۷ — ضحیہ ۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صلوٰۃ[1]

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ○ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ وَاِنَّہَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ○ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّہُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّہِمْ وَاَنَّہُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ○ (بقرہ ع ۵)

اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو لوگ (ہمارے حضور میں بوقتِ ادائے نماز) جھکتے ہیں اُن کے ساتھ تم بھی جھکا کرو کیا تم (دوسروں) لوگوں سے نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب (الٰہی بھی) پڑھتے رہتے ہو کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے اور (مصیبت کی برداشت کے لیئے) صبر اور نماز کا سہارا پکڑو اور البتہ نماز شاق ہے مگر اُن پر (نہیں) جو خاکسار ہیں (اور) جو یہ خیال (پیشِ نظر) رکھتے ہیں کہ وہ (آخرکار) اپنی پروردگار سے ملنے والے اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں

اس[2] عنوان کے متعلق قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ہیں منجملہ اُن کے اکثر آیتیں تو ایسی ہیں جن میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ساتھ ساتھ ہوا ہے اور بعض ایسی ہیں جن میں صرف نماز کا بیان ہے سب آیات کا جمع کرنا تو مشکل ہے نمونے کے طور پر چند آیتیں لکھی جاتی ہیں

(۱) ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون (بقرہ ع ۱)

(۲) وقولوا للناس حسنا واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ (بقرہ ع ۱۰)

(۳) واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ (بقرہ ع ۱۳)

(۴) لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الخ (بقرہ ع ۲۲)

(۵) الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ (النساء ع ۱۱)

(۶) لکن الراسخون فی العلم منھم والمؤمنون یؤمنون الخ (نساء ع ۲۲)

(۷) وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ (المائدہ ع ۳)

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ق وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ○ (بقرہ ع ۳۱ پارہ ۲)

(مسلمانو) تمام نمازوں کا (عموماً) اور بیچ کی نماز کا (خصوصاً) تقید رکھو اور (نمازیں) اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہو ف۱

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ ○ (ہود ع ۱۰ پارہ ۱۲)

(اے پیغمبر) دن کے دونوں سرے (یعنی صبح اور شام) اور اوائل شب نماز پڑھا کرو کیونکہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں جو لوگ ذکر (الٰہی) کرنے والے ہیں ان کے حق میں (ہمارا فرمانا) ایک طرح کی یاد دہانی ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا ○ (بنی اسرائیل ع ۹ پارہ ۱۵)

(اے پیغمبر) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی) نمازیں پڑھا کرو اور نماز صبح (بھی) کیونکہ نماز صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے ف۲

فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ (الروم ع ۲ پارہ ۲۱)

پس جس وقت تم لوگوں کو شام ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو اللہ کی تسبیح (و تقدیس) کرو اور آسمانوں اور زمین میں وہی اللہ تعریف کے لائق ہے اور (نیز) تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو (اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو) ف۳

ف۱ احادیث سے ثابت ہے کہ بیچ کی نماز سے عصر کی نماز مراد ہے اور چونکہ یہ وقت دنیا کے کاروبار میں مشغول رہنے کا ہے اس وجہ سے اس نماز کی بڑی تاکید اور بڑی فضیلت ہے اور نماز عصر کو بیچ کی نماز اس لئے فرمایا کہ صبح اور ظہر دو نمازیں دن کی اس سے پہلے ہیں اور مغرب و عشاء رات کی دو نمازیں اس کے بعد ۱۲ +

ف۲ مفسرین نے لفظ مشہود کے بہت سے معنی لکھے ہیں بعض کہتے ہیں انتظام دنیا کے لئے جو فرشتے آتے ہیں ان کے فرشتے الگ ہیں اور رات کے الگ ہیں اس وقت ان کی بدلی ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صبح کی نماز میں نمازی کثرت سے جمع ہوتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ صبح کا وقت حضور قلب کا وقت ہے کہ نماز میں جی خوب لگتا ہے اور اس کے سوا اور بہت سے اقوال ہیں ان سب تفسیروں پر نظر کر کے ہم نے ایک لگتا ہوا سا ترجمہ اختیار کر لیا ہے اور قرآن الفجر کے معنی تو ظاہر ہیں صبح کا قرآن مگر اس سے مراد نماز صبح ہے ۱۲ +

ف۳ تسبیح و تقدیس سے یا تو مطلق ذکر مراد ہے یا پانچوں نمازیں کیونکہ نمازیں بھی خدائی تسبیح و تقدیس کی جاتی ہے اور پانچ وقتوں کی تخصیص بھی اسی معنی کی مؤید ہے کہ تمسون میں مغرب و عشاء داخل ہے اور تصبحون میں صبح اور عشیا میں عصر اور تظہرون میں ظہر ۔ ۱۲ +

من المترجم

آدمی کو خدا نے چیزوں کے جاننے پہچاننے کے لیئے یہی پانچ حواس دیئے ہیں دیکھنے کیلئے آنکھ۔ سننے کے لیے کان۔ سونگھنے کے لیئے ناک۔ چکھنے کے لیئے زبان۔ چھونے کے لیئے جلدِ بدن۔ سو آدمی حواس کے ذریعے سے چیزوں کے خواص معلوم کرسکتا ہے۔ چیزوں کی حقیقت معلوم کرنے کے لیئے آدمی کے پاس کوئی ذریعہ نہیں مثلاً پانی روزمرہ کے استعمال کی چیز ہے اور ہم اُس کو بخوبی جانتے پہچانتے ہیں لیکن پانی کے جاننے پہچاننے کے یہی معنی ہیں کہ ہم اُس کو سفید نشیب کی طرف کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں کلّی کرنے سے مزہ معلوم کرسکتے ہیں کہ میٹھا ہے یا کھاری۔ سونگھ کر بو پہچان سکتے ہیں۔ خدا کے بارے میں تو ہماری معلومات اتنی بھی نہیں مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ کیونکہ ہمارے حواس خدا کے جاننے پہچاننے میں کچھ کام نہیں دیتے صرف ایک عقل گواہی دیتی ہے کہ خدا کو متصف بجمیع الصفات الکمالیہ ہونا چاہیئے اور وہ ہے۔ دنیا میں کوئی چیز بے بنائے نہیں بنتی تو کارخانۂ عالم کا بھی کوئی بنانے والا ہے اور وُہی خدا ہے۔ ہم بنی نوعِ بشر کے لیئے یہ معرفتِ آلٰہی کی انتہا ہے۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم   فروغِ تجلّی بسوزد پرم

خدا کے خیال کو اِس قدر راسخ کرنا کہ بات بات سے اور ذرّے ذرّے سے خدا کی طرف ذہن منتقل ہونے لگے یہی معرفتِ عقلی کی مشاقی کی دلیل ہے اس سے معرفت کی نوعیت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ خیر جب انسان نے خدا کو جانا پہچانا جیسا کہ وہ جان پہچان سکتا ہے اور پھر اُس تعلق کا خیال کیا جو عالم کے ذرّے ذرّے کو اور خود آدمی کو خدا کے ساتھ ہے تو پھر آدمی کی طبیعت آپ سے آپ متقاضی ہوتی ہے کہ اُس کے آگے عجز و احسان مندی کا اظہار کرے اِسی کا نام ہے عبادت پھر عبادت کی قسمیں ہیں اول اعمالِ قلبی جن کا حاصل یہ ہے کہ آدمی خدا کے بارے میں اپنے خیال کو ٹھیک رکھے۔ دوسرے اعمالِ بدنی تیسرے اعمالِ مالی۔ اعمالِ لسانی بھی اعمالِ بدنی ہیں داخل ہیں مگر چونکہ عبادت کا بڑا حصہ ذکرِ آلٰہی ہے اور وہ زبان کا کام ہے اس لیئے اعمالِ لسانی کا علیحدہ باب قائم کیا گیا۔ اعمالِ بدنی کا حاصل یہ ہے کہ ہر ہر عضوِ بدن خدا کے سامنے عجز و مسکنت کا اظہار کرے اور یہ بات صرف نماز ہی میں پائی جاتی ہے اِسی لیئے نماز کو افضل العبادات کہا جاتا ہے اور شریعت میں اِس کی بڑی تاکید ہے۔ اُس کے ارکان قیام اور رکوع اور سجود اور قعود تمام مؤدّبانہ حرکات ہیں۔ قرأت بھی خدا کی حمد و ثنا ہے شکرِ نعمت ہے۔ عرضِ حاجت ہے۔ اظہارِ عجز و دُرماندگی ہے۔ اوقات بھی ایسے حساب سے مقرر کیئے ہیں کہ دن رات میں خدا کی یاد بار بار تازہ ہوتی رہے۔ چونکہ نماز موقوف ہے جسمانی طہارت اور شرعی نظافت پر اس لیئے ہم پہلے طہارت اور طہارت کے ساتھ مقدمات نماز کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

طہارت

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝ (البقرۃ ع ۱۵ پارہ ۱)

اور (اے پیغمبر۔ بنی اسرائیل کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب ابراہیم کو اُن کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور اُنھوں نے اُن کو پورا کر دکھایا ف۱ تو خدا نے (رضامند ہوکر) فرمایا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام (یعنی پیشوا) بنانے والے ہیں (ابراہیم نے) عرض کیا اور (میری اولاد میں سے) فرمایا (ہاں مگر) ہمارے اس اقرار میں وہ داخل نہیں جو برسرِ ناحق ہوں گے۔

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (البقرۃ ع ۱۵ پارہ ۱)

اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے فرمایا کہ ہمارے اس گھر (یعنی خانہ کعبہ) کو طواف کرنے والوں اور مجاوروں اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لئے پاک (وصاف) رکھو

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ (التوبہ ع ۱۳ پارہ ۱۱)

اس (مسجد قُبا) میں ایسے لوگ ہیں جو خوب صاف ستھرے رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے ف۲

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ۙ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ۙ وَثِيَابَكَ

(اے پیغمبر۔ تم) جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو اُٹھو اور (لوگوں کو عذاب خدا سے) ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو

ف۱ مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں تھیں جو روحانی و جسمانی طہارت سے متعلق تھیں روحانی طہارت جیسے توحید و عقائدِ حقہ اور جسمانی جیسے۔ ختنہ ناخن ترشوانا مونچھ اور بغل اور زیر ناف کے بال دور کرنا پانی سے استنجا کرنا وغیرہ ۱۲ ف۲ حضرت مکے سے ہجرت کر آئے تو مدینے سے باہر اترے ایک محلہ تھا بنی عمرو بن عوف کا بعد چند روز کے شہر میں جگہ پکڑی اور مسجد نبوی کی تعمیر کی اس محلے میں جہاں نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے مسجد بنا رکھی اور جماعت قائم رہی مسجد قبا کر مشہور رہی حضرت اکثر ہفتے کے روز وہاں جاتے اور نماز پڑھتے اس محلے میں بعضے منافقوں نے چاہا کہ اور مسجد بنا دیں پہلوں کی ضد پر اور اپنی جماعت جدا ٹھہرا دیں اور ایک راہب ابو عامر کہ اسلام کی ضد سے نکل گیا تھا اس کو نفاق سے بلا کر وہاں سردار اور امام کریں حضرت سے چاہا کہ اول ایک بار آپ وہاں نماز پڑھیں تو ہم جماعت قائم کریں حضرت کو ان کی دغا معلوم نہ تھی وعدہ کیا کہ جنگِ تبوک سے پھر آئیں گے تو اول وہیں نماز پڑھ کر شہر میں داخل ہوں گے حق تعالیٰ نے پہلے خبردار کر دیا اور مسجد قبا کے لوگوں کی تعریف کی ۱۲ (موضح القرآن مولانا شاہ عبد القادر صاحبؒ)

فطہر ○ والرجز فاھجر ○ (المدثر ع ا پارہ ۲۹)	(خوب اچھی طرح) پاک (وصاف) رکھو اور نجاست سے الگ رہو ف

من المترجم - طہارت کے معنے ہیں پاکیزگی صفائی ستھرائی۔ اور چونکہ آدمی جسم اور روح دو چیزوں سے مرکب ہے طہارت بھی دو طرح کی ہونی چاہیئے جسمانی - روحانی - بدن کا گندگی اور میل کچیل سے پاک رکھنا جسمانی طہارت ہے - روحانی طہارت یہ ہے کہ آدمی کا دل معتقدات فاسدہ اور خیالات بیہودہ اور اخلاق بد کی کدورت سے پاک ہو طہارت کسی قسم کی بھی ہو اصل میں وہ آدمی کے اپنے نفس کا حق ہے جس طرح جسمانی طہارت جسم کے بچاؤ کے لیئے ہے اسی طرح روحانی طہارت روح کی حفاظت کے لیئے ہے اس اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ شریعت کے جتنے احکام ہیں سب آدمی کے مفاد کے لیئے ہیں اور اس اعتبار سے ساری شریعت حق العباد ہے مگر اس اعتبار سے کہ خدا کی بنائی ہوئی ہے ساری شریعت حق اللہ بھی ہے - اگرچہ اس اصول کے مطابق حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کچھ فرق نہ ہونا چاہیئے - مگر چونکہ ایسا اعلیٰ درجے کا خیال ہر شخص کی سمجھ میں آنا مشکل ہے ہم نے سہولت فہم کے لیئے اس کتاب میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کو الگ الگ کر کے دکھایا ہے روحانی طہارت کو ہم نے حقوق العباد میں رکھا اور جسمانی طہارت کو صرف اس وجہ سے کہ وہ شرط نماز ہے اور نماز کھلا ہوا حق اللہ ہے حقوق اللہ کے ذیل میں بیان کر دیا اور جب حقوق العباد کے لکھنے کی نوبت آئے گی ان شاء اللہ وہاں بھی اس کا حوالہ دیا جائے گا غرض اس باب میں طہارت سے ہم صرف جسمانی طہارت مراد لیتے ہیں اور اسی کے متعلق چند باتیں لکھتے ہیں۔

شکل و صورت کے اعتبار سے آدمی تمام جاندار مخلوقات میں بڑا خوبصورت اور شاندار مخلوق ہے اور اسی لیئے خدا تعالیٰ نے اس کے حق میں لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ فرمایا ہے مگر پاکیزگی اور ستھرائی کے اعتبار سے دیکھا جاتا ہے تو وہ صرف ایک خوشنما لفافہ ہے اور ملفوف تمام تر فضیحت اور رسوائی اور گندگی ہے بعد مرنے کے لاش کا کیا حال ہوتا ہے وہ گندگی در گندگی سے پیدا ہوتا جیسا سب کو معلوم ہے اور گندگی ہی میں نشو و نما پاتا اور ساری عمر گندگی ہی میں لت پت رہتا ہے - خدا نے اپنی حکمت کاملہ سے چار مختلف الطبایع عناصر یعنی آب و خاک و باد و آتش کو یکجا کر کے ان میں جان ڈال دی ہے اور وہ ایک وقت خاص تک ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونے دیتی ادھر جان نکلی اور ادھر عناصر نے اپنی اپنی راہ لی کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰٓی اَصْلِہٖ - مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی - قطعہ

چند روزے کہ خدا باہم خوش	چار طبع مخالف و سرکش
جان شیرین برآمد از قالب	چوں یکے زیں چہار شد غالب

ف ظاہر طہارت کی تاکید ہے اور بعض مفسر کہتے ہیں کہ گندگی سے شرک یا دل کی پلیدی اور اخلاق ذمیمہ مراد ہیں تو (ثیاب) سے مراد کپڑے نہیں بلکہ دل کے معنے کئے ہیں اپنے جامے کو اور یہاں سے مراد دل ہے دل کو پاک رکھو ۔ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا ہے ۱۲ (لوگو) اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور (مرنے کے پیچھے) اسی میں تم کو لوٹا کر لے جائیں گے اور اسی سے (قیامت کے دن) دوبارہ تم کو نکالیں گے ۱۲

عناصر کی کشمکش کی وجہ سے عمارتِ بدن ہمہ وقت گرنے کو تیار رہتی ہے مگر حکیمِ الٰہی کے انجنیر نے ایسا سوچ سمجھ کر اسکا جوڑ بٹھایا ہے کہ وقت سے پہلے نہیں گر سکتی اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ - باایں ہمہ عناصر کسی وقت فساد و عناد سے نہیں چوکتے - مدارِ حیاۃ ہے غذا - غذا سے جو خون اور بلغم اور صفرا اور سودا کی چار خلطیں پیدا ہوتی ہیں وہی عناصر کا سا اختلاف ان میں بھی موجود - کچھ خدا ہی کی قدرت ہے کہ اس ہر دم کی خانہ جنگی میں آدمی اکثر ساٹھ ساٹھ ستر ستر اور شاذ و نادر سو سو برس تک زندہ رہتا ہے - الٰہی اُن لوگوں کے عناصر کس قسم کے رہے ہونگے جو اسی زمین پر سینکڑوں برس زندگی کر گئے - زندگی کی نوادر بات ہے یوں تمام اجزاء بدن میں کون و فساد لگا رہتا ہے کہ پرانے اجزاء فنا ہو کر ان کی جگہ نئے اجزاء قائم ہوتے جاتے ہیں طبّالوں نے یہ بات تحقیق کی ہے کہ ہر سات برس کے بعد آدمی کا جسم سر سے لے کر ناخن پا تک بالکل نیا ہو جاتا ہے - یوں طبیعت مادہ فاسد کو جس کا دوسرا نام نجاست و گندگی ہے مختلف شکلوں میں مختلف رستوں سے دور کرتی رہتی ہے اور اسی وجہ سے طبیب لوگ طبیعت کو مدبرِ بدن مانتے ہیں اور وہ مدبرِ بدن ہے بھی - اگر طبیعت ان گندگیوں کو جو جسم میں پیدا ہوتی ہیں دور نہ کرتی رہے تو یہ گندگیاں جمع ہو کر عمارتِ بدن کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں غرض پوری پاکیزگی اور ستھرائی تو آدمی کو کسی وقت میں بھی میسر نہیں ہو سکتی - وہ ایسا گندہ ہے کہ گندگیاں اُس سے پیدا ہوتی ہیں اور جو چیز اُس کو چھو جاتی ہے اُس کو بھی گندہ کر دیتا ہے - صاف ستھری ہوا سانس کیساتھ اس کے پیٹ میں جاتی ہے اور جب باہر نکلتی ہے تو اس میں ایک طرح کی سمیت ہوتی ہے - تنگ مکانوں میں بہت سے آدمی جمع ہو کر رہیں تو ان کے تنفس سے ہوا خراب ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ شہر کے مقابلے میں دیہات کے لوگ بیمار بھی کم پڑتے ہیں اور توانا تندرست بھی ہوتے ہیں - آدمی لطیف سے لطیف اور عمدہ سے عمدہ غذا کھاتا ہے اور وہ بول و براز بن کر جسم سے خارج ہوتی ہے - اس پر ایک حکایت یاد آئی ایک بزرگ کو کسی ضرورت سے شہر کی ایک تنگ گلی میں سے گذرنے کا اتفاق ہوا خادموں اور مریدوں کی جماعت ساتھ تھی - تنگی کے علاوہ گلی میں ایک مقام پر ڈلاؤ بھی پڑتا تھا وہ بزرگ ڈلاؤ پر پہنچ کر ٹھٹکے اور دیر تک کچھ کھڑے سوچا کیے ساتھ والوں کو اُن کا ایسی گھن کی جگہ ٹھیرنا ناگوار تو ہوا مگر مارے ادب کے کوئی دم نہیں مار سکتا تھا - آخر اُن بزرگ نے آپ ہی فرمایا کہ یہ نجاست زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ میں تو اصل میں ایک شئے لطیف تھی آدمی نے ایک وقتِ خاص تک مجھے پیٹ میں رکھا اور میرا یہ حال کر دیا - پھر اس بزرگ نے اپنے ڈھب کی ایک بات کہی کہ جو اثر بدمعدہ غذا پر کرتا ہے اُس سے بڑھ کر گنہگار دل آدمی کے افعال پر کرتا ہے داخلی نجاستیں جو خود آدمی کے جسم سے پیدا ہوتی ہیں اُن کے علاوہ کچھ خارجی نجاستیں ہیں اور وہ بھی داخلی نجاستوں کا سا اثر اور حکم رکھتی ہیں پھر نجاستیں داخلی ہوں یا خارجی بعض حقیقی ہیں اور بعض حقیقی نہیں بلکہ شارع نے اپنے حکم سے اُن کو نجاست قرار دیا ہے اور اُن کا ہم نے حکمی نجاست نام رکھا ہے - نجاستوں کی تیسری قسم ہلکی نجاست جس سے نفیس المزاج آدمی کی طبیعت کراہیت کرتی ہے ہم نے اس کا نام مکروہ رکھا ہے - ذیل کے نقشوں سے یہ سب باتیں واضح طور پر سمجھ میں آجائیں گی ؀

لہ جب اُن کا (وہ) وقت آپہنچا تو (اُس سے) ایک گھڑی بھی نہ پیچھے ہٹ سکتے اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں ۱۲

نقشۂ نجاست حقیقی داخلی

نمبر شمار	قسمِ نجاست	محلِ نجاست	طریقۂ ازالۂ نجاست	کیفیت
۱	براز یا فضلہ	مخرجِ براز	ڈھیلوں اور ڈھیلوں کیساتھ پانی یا صرف پانی سے نجاست دُور کرنا	
۲	بَول	مخرجِ بَول	"	
۳	منی	"	کھرچ کر جرمِ منی کو دُور کرنا اگر غلیظ ہو۔ پانی سے خوب مل کر صاف کرنا اگر رقیق ہو	
۴	مذی	"	کپڑے سے پونچھنا یا پانی سے دھونا	مذی ایک طرح کی چیپ دار رطوبت ہے جو قبلِ انزال مخرجِ بَول سے خارج ہوتی ہے اور چونکہ یہ منی کا ابتدائی جوش ہے اس سے نجس ہے۔
۵	ودی	"	"	ایک طرح کی چیپ دار رطوبت ہے جو انزال یا پیشاب کے بعد مخرجِ بول [illegible] ہے یہ بقیۂ منی ہے اسی وجہ سے ناپاک ہے +
۶	خونِ حیض	عورتوں کا مخرجِ بَول	کپڑے سے پونچھنا یا یا پانی سے دھونا۔	
۷	خونِ نفاس	"	"	
۸	خونِ استحاضہ	"	"	
۹	خونِ سیال	جسم	"	
۱۰	پیپ	"	"	

منہ المترجم ہم اس کتاب کے پڑھنے والے کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دینی چاہتے ہیں کہ ایک تو ہے ازالۂ نجاست اور ایک ہے طہارت ازالۂ نجاست سے طہارۃ کا درجہ بڑھا ہوا ہے نماز کے لیے ازالۂ نجاست کافی نہیں بلکہ طہارت درکار ہے۔ تو پانی مینہ کا ہو یا دریا کا یا کنوئیں کا جب تک کسی گندی چیز کے پڑنے سے اُس کا رنگ یا بُو یا مزہ یا دونوں یا تینوں صفتیں متغیر نہ ہوں مزیلِ نجاست بھی اور مُطہّر بھی ہے اور متغیر پانی مزیلِ نجاست تو ہو سکتا ہے مگر مُطہّر نہیں ہو سکتا یعنی اُس سے وضو غسل وغیرہ جائز نہیں اور یہی حکم ہے مستعمل پانی کا یعنی اگر کسی نے سلفچی میں وضو کر لیا تو وہ پانی مکرر وضو کے قابل نہ رہا اسی طرح غسل کا مستعمل پانی لیکن یہ مستعمل پانی ازالۂ نجاست کر دے گا۔ پانی کے لیے اُس کا خاصۂ طبعی رقت اور سیلان [illegible] ہے ورنہ کوئی آدمی دُودھ سے استنجا کرے تو وہ استنجا درست نہیں نہ دودھ مزیلِ نجاست سمجھا جائے گا اور مُطہّر تو ہو ہی نہیں سکتا۔

ایک جھگڑا اہلِ حدیث اور مقلدوں میں اِن دنوں قُلتین کا چل پڑا ہے۔ قلہ کہتے ہیں مٹکے کو یا گول کو اس کی تعیین کے لیے لوگ مشکوں اور پکھالوں کا حساب لگاتے ہیں لیکن یہ چیز چھوٹی بڑی سمجھو لی سب طرح کی ہو سکتی ہیں

اس لیے یہ ٹھیک ٹھیک نہیں قابلِ اطمینان حساب وہ ہے جو صاحب مجمع البحار نے لکھا ہو کہ ایک قلے میں پانسو رطل
کی گنجایش ہوتی ہے اور ایک رطل ہوتا ہے بارہ ۱۲ اوقیے کا اور ایک اوقیہ چالیس ۴۰ درہم کا اور درہم انگریزی مروجہ تول
سے ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے اس حساب سے پانسو رطل تیرہ ۱۳ من بیس ۲۰ سیر انگریزی تول سے ہوئے تو قلتین یعنی
دو قلوں میں ستائیس ۲۷ من بیس ۲۰ سیر پانی ہوا قلتین کی نسبت ایک حدیث ہے إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ
نَجَسًا اہلِ حدیث اس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ اتنا پانی گندگی پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ پانی
کے اوصافِ ثلثہ یعنی بو مزہ رنگ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو کیونکہ اتنا پانی آبِ جاری کا حکم رکھتا ہے۔ فقہاء
کہتے ہیں کہ دو قلے پانی میں اگر نجاست پڑ جائے تو فورًا ناپاک ہو جاتا ہے پانی کے اوصافِ ثلثہ میں سے کوئی وصف
متغیر ہو یا نہ کیونکہ ان کے نزدیک حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جب پانی دو قلے ہو۔ تو وہ نجاست کا متحمل
نہیں ہوتا یعنی نجاست پڑتے ہی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس بحث نے مسلمانوں میں بڑا تفرقہ ڈال رکھا ہے۔
اور قریب قریب کل مسائل مختلف فیہا کا یہی حال ہے لیکن ہمارے ہندوستان میں خدا کے فضل سے ہر جگہ
پانی کی افراط ہے تو قلتین کی لڑائی صرف ایک فرضی لڑائی اور مولویوں کی طبع آزمائی ہے ہمارے نزدیک شاید کبھی
بھی ایسی ضرورت واقع نہیں ہوئی کہ کسی مسلمان کو وضو کے لیے بہتا پانی یا غیر مشتبہ پانی میسر نہ آسکے بلکہ اس ملک
میں اگر حاجت ہے تو اس تعلیم کی حاجت ہے کہ پانی کو بلا ضرورت ضائع نہ کریں۔ الغرض فیصل بات یہ ہے کہ جب
کبھی اور جہاں کہیں پانی کی قلت اور نفاست میں کشمکش واقع ہو عبادت کے لیے نفاست کا اور ازالہ نجاست
کے لیے پانی کی قلت کا لحاظ مناسب کرنا چاہیے جن جانوروں میں خونِ سیّال نہ ہو جیسے مکھی مچھر بچھو
ان کے پانی میں مر جانے سے پانی نجس نہیں ہوتا اسی طرح ان جانوروں کے مر جانے سے بھی پانی نجس نہیں
ہوتا جو پانی ہی میں زندگی کرتے ہیں مثلاً مچھلی مینڈک کیکڑا وغیرہ۔ کنوئیں میں گندگی گر پڑے تو اس کا سارا پانی بقول
احناف نکال دینا چاہیے۔ چوہا یا چڑیا یا ممولا یا ابابیل یا چھپکلی وغیرہ کنوئیں میں گر کر مر جائیں تو اس کا پانی بیس ۲۰ ڈول
کھینچنے سے اگر بڑا ڈول ہو اور تیس ۳۰ ڈول تک کھینچنے سے اگر چھوٹا ہو پاک ہو جاتا ہے۔ کبوتر یا مرغی یا بلی گر کر مر جائے تو
چاہیے ساٹھ ۶۰ تک ڈول کھینچے جائیں۔ کتا یا بکری یا آدمی گر کر مر جاتے تو کنوئیں کا سارا پانی کھینچنا پڑے گا ڈول
سے ہماری مراد چرس نہیں ہے بلکہ وہ ڈول جو کنوؤں میں معمولاً مستعمل ہوتا ہے اور ان میں بھی وہ ڈول جو
درمیانی اور متوسط ہو۔ جو جانور بڑا ہو یا چھوٹا کنوئیں میں گر کر مر جائے اور وہ گر کر پھول جائے یا پھٹ جائے یا اس کے
اجزا بکھر جائیں تو کنوئیں کا سارا پانی نکالنا پڑے گا۔ یہ حکم اس کنوئیں کا ہے جو معین یعنی چشمے والا ہو یا اس کی اتنی
سوتیں ہوں کہ سارا پانی نکالنا مشکل پڑ جاتا ہے اگر کوئی ایسا کنواں ہو تو اس کے پانی کا جو اس وقت اس میں ہو
ہو اندازہ کر لیا جائے اور پھر دو آدمیوں کے اندازے کے مطابق پانی نکالا جائے۔
آدمی یا ان جانوروں کا جھوٹا پانی اور اسی طرح ہر ایک جھوٹی چیز پاک ہے کیونکہ ان کا جسم پاک ہے آدمی سے
[illegible] صاحب نفاس مگر گئے اور حضرت

اور بہائم درندوں کا جھوٹا ناپاک ہی کیونکہ اُن کا لعاب نجس ہے۔

اِس کو قاعدۂ کلیہ سمجھو کہ جس کا گوشت حلال ہے اُس کا جھوٹا پاک ہے بلا کراہت مگر اِس سے بلی مستثنیٰ ہے۔ اور سواکن بیوت[1] جن کا گوشت حرام ہے جیسے چوہے وغیرہ۔ بلی کے جھوٹے کو برقیاس اُسکے گوشت کے حرام ہونا چاہیئے تھا مگر دفعِ حرج کے لیئے حرمت سے نکال کر مکروہات میں داخل کر دیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس چوہا وغیرہ۔

مُرغی حلال ہے بااینہمہ اِس کا جھوٹا مکروہ اِس لیئے کہ مُرغی نجاست خوار بھی ہے۔ کوّے اور طوطے وغیرہ کا بھی جھوٹا ناپاک ہونا چاہیئے تھا کیونکہ ان کا گوشت حرام ہے مگر دفعِ حرج کے لیئے یہ بھی مکروہات میں شامل کر دیا گیا ہے تمام درندوں میں اُن تمام جانوروں کا گوشت حرام ہے جو کچلیاں رکھتے ہیں جیسے شیر چیتا بھیڑیا وغیرہ اور پرندوں میں وہ جو پنجے رکھتے ہیں جیسے باز شکرا۔ طوطا وغیرہ۔ حدیث میں آیا ہے نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَکْلِ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَکُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّیْرِ یعنی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے درندوں میں سے ہر کچلی والے کے اور پرندوں میں سے ہر پنجے والے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

حرام اور ناپاک گوشت کھانا قطع نظر شرعی حرمت کے طبّاً بھی مُضرِ صحت ہے اور اَخلاق پر بُرا اثر ڈالتا ہے۔ اور اس لحاظ سے ہمیں اس بحث کو حقوقِ نفس میں لے جانا چاہیئے تھا اور اِن شاء اللہ تعالیٰ لے بھی جائیں گے مگر چونکہ یہاں آدمی اور جانوروں کے جھوٹے کا بیان تھا اور جھوٹے کی پاکی وناپاکی موقوف تھی جانوروں کی پاکی وناپاکی کے بیان کرنے پر اِس مناسبت سے ناپاک اور حرام گوشت کا یہاں ذکر ہوا مستقلاً نہیں بلکہ تبعاً۔

گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے وجہ یہ کہ اِس کی اباحت وحرمت میں صحابہ کا اختلاف ہی۔ مشکوک اور مکروہ میں فرق یہ ہے کہ مکروہ اُسے کہتے ہیں جس کی نجاست دلیل سے ثابت ہوتی ہو اور دلیل بھی وہ جس کے مقابلے میں دوسری دلیل اِس کے مخالف نہ ہو مثلاً بلی اور سواکنِ بیوت ایسے جانور ہیں جن کا لحم نجس ہے اور نجاستِ لحم کی وجہ سے اِن کا جھوٹا بھی نجس ہونا چاہیئے تھا مگر چونکہ اِس سے احتراز مشکل تھا اِس لیئے مکروہ قرار دیا گیا پھر یہاں کوئی ایسی دلیل بھی نہیں جو اِس کی طہارت کو ثابت کرے یہی وجہ ہی کہ ان جانوروں کے جھوٹے کو طاہر مع الکراہۃ کہتے ہیں اور مشکوک وہ ہی جس کی طہارت ونجاست کی دلیلیں متعارض ہوں۔

اِن مسائل میں ہمیں چار حیثیت سے بحث کرنی ضرور تھی ایک بلحاظِ ازالۂ نجاست دوسرے بلحاظ طہارت تیسرے بحیثیتِ اَکل وشرب چوتھے بلحاظ کراہت۔ کراہت کے متعلق ہم نے مکروہاتِ خارجی کے نقشے کی خانۂ کیفیت میں لکھا ہی۔ اور اَکل وشرب کے متعلق حقوق العباد میں لکھیں گے اِن شاء اللہ تعالیٰ کیونکہ شارع نے اگر کسی چیز کے کھانے پینے کی مناہی کی ہے تو اُس کے ضرر کے لحاظ سے کی ہے اور جب یہ ہی تو حقوقِ نفس میں داخل ہے اور اسکا بیان حقوق العباد میں۔

ازالۂ نجاست کے بارے میں ہم کہہ ہی چکے ہیں کہ پانی میں جبتک رقت وسیلان باقی ہے مُزیلِ نجاست ضرور ہے۔ باقی رہی طہارت اُس کا بیان یہ ہے کہ نجس جانور اگر پانی یا کسی رقیق چیز میں مُونہ ڈال دے کے

[1] گھر میں رہنے والے جانور ۱۲

پھینک دے اور برتن کو مانجھ کر دھوڈالے بآمدا ور بستہ چیز ہے تو اُسے اور اُس کے ماحول کو الگ کرکے پھینک دے باقی کو استعمال میں لانا جائز ہے کہ وہ پاک ہے۔ مثلاً جاڑے کے موسم میں جمے ہوئے گھی میں چوہا گر کے مر گیا۔ تو لتھڑے ہوئے چوہے کو نکال کر پھینک دے اور اُس کے ارد گرد کے گھی کو ضائع کردے باقی کو استعمال میں لے آئے اور یہ بھی دفع حرج کے لیئے ہے کہ گھی قیمتی چیز ہے سب کا ضائع کرنا مشکل ہے ورنہ جس کی نفاست طبع اس سے نفرت کرتی ہو وہ اُس کا استعمال نہ کرے ✤

نقشۂ نجاستِ حقیقی خارجی

نمبر شمار	قسم نجاست	طریقۂ ازالۂ نجاست	کیفیت
۱	دوسرے آدمی کا بول و براز اور منی مذی ودی وغیرہ	کپڑے سے پونچھنا ۔ اور پانی سے دھونا	خارجی نجاستوں کو طاہر آدمی کی طہارت میں کچھ دخل نہیں یعنی اُن سے آدمی کی طہارت میں کچھ خلل نہیں پڑتا مثلاً ایک شخص پاک صاف باوضو نماز کے لیئے آمادہ ہے کسی بچے نے آکر اُس پر پیشاب کر دیا یا اُس کا کپڑا یا جسم نجاست سے آلودہ ہو گیا تو اِن سب صورتوں میں جیسا وہ پہلے طاہر تھا اب بھی ہے ہاں اِس نجاست کا ازالہ جو خارج سے لگ گئی ہو ضرور ہے جسم یا کپڑے کو پانی سے دھو ڈالے اور نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے نجاستِ حقیقی خارجی سے ہماری مُراد وہی نجاست ہے جو خارج سے آدمی کے جسم کو یا کپڑے کو لگ گئی ہو اور اس کا حکم وہی ہے جو تم طریقۂ ازالہ نجاست کے خانے میں دیکھتے ہو۔
۲	جانوروں کا براز از قسم گوبر لید بیٹ وغیرہ اور اُن کا پیشاب	〃	جانوروں سے مطلق جانور مُراد ہیں خواہ ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم دونوں قسم کے جانوروں کا بول و براز نجس ہے ماکول اللحم وہ جانور ہیں جن کا گوشت کھانا شرعًا جائز ہے اور غیر ماکول اللحم وہ جن کا گوشت کھانا شرعًا ناجائز اور حرام ہے بول براز تو دونوں قسم کے جانوروں کا ناپاک ہے مگر ماکول اللحم جانوروں کا براز خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے جیسے اُپلے جو جلائے جاتے ہیں تاہم گوبر کی اور خشک مینگنی سے استنجا کرنا منع ہے اس لیئے کہ رطوبت لگنے سے نجاست عود کر آتی ہے پس گوبر سے لیپنا پوتنا نجاست سے لیپنا پوتنا ہے چھوٹے ماکول اللحم جانور کی بیٹ یوں بھی پاک مگر کثیر المقدار داخل مکروہات

نمبر شمار	قسم نجاست	طریقۂ ازالۂ نجاست	کیفیت
۳	مینگنی	پونچھنا اور خشک ہو تو صرف جھاڑ دینا۔	
۴	جانوروں کی کچی کھلڑی۔	دباغت دینا	کچے چمڑے کے پکانے کو دباغت کہتے ہیں اور دباغت کا طریق یہ ہے کہ چمڑے کے اندر کی طرف جو رطوبت ہوتی ہے اُس کی وجہ سے چمڑے میں کیڑے پڑ کر اُس کو بگاڑ دیتے ہیں جاڑ چیزوں کے ذریعے سے اُس کی رطوبت کو جلا دیا جاتا اور ظاہر جلد خراب ہونے سے محفوظ ہو جاتی ہے کبھی تو بال بھی جھڑ جاتے ہیں اور کبھی نہیں بھی جھڑنے پاتے بہرکیف دباغت کے بعد کھال پاک ہو جاتی ہے اور لوگ کھالوں کو جانمازوں کی جگہ کام میں لاتے ہیں۔
۵	کُتّے کا لعاب	پانی سے دھونا	کُتّا چونکہ نجس العین ہے اس کا لعاب بھی نجس ہے شارع علیہ السلام کا کُتّے کو نجس العین ٹھیرانا بالکل واجب ہے شرعی مصلحت کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کُتّے کے لعاب میں ایک طرح کی سمیت ہوتی ہے کہ جسے وہ کاٹتا ہے اُس میں اثر کرتی اور بسا اوقات مُفضی الی الہلاکۃ ہوتی ہے چنانچہ اس زمانے میں انگریزوں نے سگ گزیدہ مریضوں کیواسطے کئی شفاخانے بنائے ہیں اور اُن میں اس طرح کے مریضوں کا علاج کوشش سے کیا جاتا ہے۔
۶	لعاب خنزیر	؍؍	
۷	خچر اور گدھے کا لعاب	؍؍	خچر اور گدھے کا لعاب مشکوک النجاست ہے کیونکہ اس کے نجس اور طاہر ہونے میں صحابہ نے اختلاف کیا ہے اور اس کی اباحت اور حرمت کی دلیلیں مختلف فیہ ہیں بہرکیف خچر اور گدھے کا لعاب نجس حقیقی خارجی نہ بھی ہو تو مکروہ خارجی ہونے میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔

۵ے مثلاً کھاری نمک، کیکر کی چھال وغیرہ ۱۲

نقشہ نجاستِ حکمی داخلی

نمبر شمار	قسم نجاست	حکم نجاست	کیفیت
۱	حدث ۱؎ ۱؎ یعنی مخرج براز سے خروج ریح ۱۲	وضو کرنا	اس کا حکم یہ ہے کہ نماز کے لیے وضو کرے کیونکہ نماز میں تقرب خداوندی حاصل ہوتا ہے اور بارگاہِ الٰہی میں پاک صاف ہو کر جانا چاہیے۔ حدث سے پاکی جبھی حاصل ہوتی ہے کہ تمام و کمال وضو کیا جائے۔ اور اسی سے حدث کو حکمی نجاست کہتے ہیں ۔
۲	قے	״	قے جو منہ بھر کر ہو تو اس کا ازالہ تو پونچھنے یا دھونے سے ہو جاتا ہے مگر نماز کے لیے وضو کرنا پڑتا ہے۔
۳	خونِ سیال	״	خون جسم کے خواہ کسی حصے میں سے نکل کر بہے تو وہ اس جگہ پہنچے گا جس کا غسل میں یا وضو میں دھونا ضرور ہے۔ خون کی نجاست کا ازالہ تو پونچھنے یا دھونے سے ہو جاتا ہے لیکن نماز کے واسطے آدمی پاک صاف اُس وقت ہوتا ہے جب وضو کرے۔
۴	منی	غسل کرنا	منی نجس ہے اور اس کی نجاست کپڑے سے پونچھنے یا پانی دھونے اور غلیظ ہو تو کھرچ دینے سے دور ہو جاتی ہے لیکن عبادت الٰہی تاوقتیکہ غسل نہ کر لے جسم پاک نہیں ہوتا۔
۵	مذی	وضو کرنا	مذی کی نجاست کا ازالہ تو پانی سے دھونے یا کپڑے سے پونچھنے کے بعد ہو جاتا ہے لیکن نماز کے واسطے وضو کرنا چاہیے ۔
۶	ودی	״	״
۷	خونِ حیض	غسل کرنا	خون حیض کی نجاست کا ازالہ پانی سے دھونے یا کپڑے سے پونچھنے کے بعد ہو جاتا ہے۔ مگر نماز کے لیے جسم کی تطہیر جب ہی ہوتی ہے کہ غسل کرے۔
۸	خونِ نفاس	״	اس کا حکم بعینہٖ حیض کا سا ہے۔
۹	خونِ استحاضہ	وضو کرنا	خونِ استحاضہ کی نجاست پانی یا کپڑے سے زائل ہو جاتی ہے لیکن نماز کے لیے ہر وقت تازہ وضو یا غسل کرنا پڑتا ہے۔

نقشہ نجاستِ حکمی خارجی

نمبر شمار	قسم نجاست	حکم نجاست	کیفیت
۱	شراب	پانی سے مبالغے کے ساتھ دھونا	شراب نجس ہے کیونکہ اس کو خدا نے نجس اور عمل شیطان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ اس کا حکم نجاست میں پیشاب پاخانے جیسا ہے تو جس طرح بول و براز کی نجاست کا ازالہ پانی سے کیا جاتا ہے شراب کا ازالہ بھی اگر کسی کپڑے یا برتن وغیرہ میں لگ جائے پانی سے ہوتا ہے اور یہی حکم ہر نشیلی چیز کا اگر رقیق ہو۔

من المترجم شراب کی ساخت پر نظر کی جاتی ہے تو اس پر نجاست کا اطلاق کرنے میں تامل ہوتا ہے غایۃ ما فی الباب یہ کہ وہ جو یا انگور یا کیکر کی چھال یا ایسی قسم کی دوسری چیزیں سڑا کر بنائی جاتی ہے اور دیسی شرابوں میں اکثر بو تو بری بھی ہوتی ہے لیکن مطلق سڑنا اور بوئے بد کا ہونا نجاست کے لیے وجہ کافی نہیں سرکہ بھی سڑنے سے بنتا ہے اور اس میں بھی ایک طرح کی بوئے تیز ہوتی ہے اصل بات یہ ہے کہ شارع اسلام کو شراب نوشی کا کلی انسداد کرنا منظور تھا اور اس کی حرمت میں اتنا تشدد کرنا پڑا کہ شراب کو نجس العین قرار دیا با این ہمہ شراب کا رواج جیسا چاہیے مسلمانوں میں کم تو ہوا مگر بالکلیہ موقوف نہیں ہوا امرا تو اکثر علی الاعلان شراب پیتے ہیں الا ماشاء اللہ اور انگریزوں کی دیکھا دیکھی انگریزی خوانوں میں شراب نوشی کا رواج بڑھتا جاتا ہے اور تعجب یہ ہے کہ خود انگریز اس سے محترز ہوتے جاتے ہیں گوروں کی فوج میں سوسائٹیاں مقرر ہیں اور جو کوئی اس سوسائٹی کا ممبر ہونا چاہتا ہے اس سے حلف نامہ لیا جاتا ہے کہ مدۃ العمر شراب کے پاس نہیں جائے گا ہر ایک سوسائٹی میں ایک رجسٹر رہتا ہے اس میں اُن لوگوں کے نام داخل کر لیے جاتے ہیں جو ترک شراب کا عہد کرتے ہیں ان وقتوں میں جنرل لارڈ رابرٹس سپہ سالار افواج انگلستان بڑے مشہور جنرل ہیں جنھوں نے بڑے بڑے کارنمایاں کیے ہیں اُنھوں نے ایک لکچر میں بیان کیا تھا کہ اگر ایسی فوج میری ماتحت ہو جو شراب نہ پیتی ہو تو میں تمام روے زمین میں ایسا ملک نہیں پاتا جس کو فتح نہ کر سکوں۔ اسلام کی صداقت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ دانایانِ فرنگ اسلامی احکام کو مفید سمجھ کر اختیار کرتے جاتے ہیں افسوس مسلمانوں پر جو اپنے مذہبی احکام کی لم نہ سمجھ کر اُن کی خلاف ورزی پر جرأت کریں اگرچہ شراب کی حرمت اور نجاست کی وجہ نشہ ہے اور شراب کے علاوہ اور بھی بہت چیزیں نشہ آور ہیں مگر ہم اُن کو نجس العین نہیں کہہ سکتے۔ ہاں نشہ کی وجہ سے بے تامل اُن کی حرمۃ کا حکم دیتے ہیں پس اگر کوئی شخص افیون کی گولیاں جیب میں ڈالے ہوئے نماز پڑھے تو اُس کی نماز میں کوئی خلل نہیں لیکن اگر شراب کی ایک بوند بھی اُس کے پاس ہوگی تو اُس کی نماز باطل۔ تاڑی کی بہت باتیں شراب سے ملتی ہیں بر قیاس شراب ہم تاڑی کو بھی نجس العین سمجھتے ہیں اور تاڑی بھی ہمارے نزدیک ایک قسم کی شراب ہے دوسری مُنشّی چیزیں نجس العین نہیں مگر

نمبر شمار	قسم نجاست	حکم نجاست	کیفیت
۲	تاڑی	پانی سے دھونا۔	
۳	افیون	خشک ہو تو جھاڑنا اور رقیق ہو تو پانی سے دھونا	
۴	چرس	جھاڑنا پونچھنا	
۵	بھنگ	خشک ہو تو جھاڑنا رقیق کو پانی سے دھونا	
۶	گانجھا	"	
۷	پوست	"	

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۳) ان کا کھانا پینا بے شک حرام ہے جب کہ حدِ سکر کو پہنچ جائے شراب کے بارے میں ہمیں شیخ ابراہیم ذوق کا ایک شعر بہت پسند آیا وہ فرماتے ہیں ؎

اے ذوق دیکھ دخترِ رز کو نہ مونہ لگا چھٹتی نہیں ہے مونہ سے یہ کافر لگی ہوئی

شیرخوار بچے جن کے اوقاتِ بول و براز از روئے عادت قرار نہیں پاتے اور نہ وہ خود ضبط پر قادر ہیں اور ذری ذری بات پر رو رو کر ماؤں کو پریشان کرتے ہیں ان کو افیون دینے کا ایسا عام رواج ہو گیا ہے کہ شاید ہی کوئی مسلمان کا بچہ اس سے محفوظ رہا ہو۔ افیون میں دو خاصیتیں ہیں ایک یہ کہ وہ حابس و قابض ہے دوسرے مسکر ان ہی دو غرضوں سے بچوں کو افیون دی جاتی ہے۔ طب کی رو سے افیون جو کچھ بھی نقصان کرتی ہو بچوں کو اس کا کھلانا گناہِ شرعی ہے اور چونکہ بچے صغرِ سن کی وجہ سے مرفوع القلم ہیں افیون کے کھلانے کا الزام ماؤں کے ذمے عائد ہوتا ہے۔ ہم نے تو افیون کے کھلانے کی غایت و غرض حبس و سکر قرار دیا ہے لیکن رفیع السودا جو ایک بڑے پایہ کا ریختہ گو شاعر ہے افیون کے حق میں کہتا ہے شعر

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخیِ دوراں سے

نقشہ مکروہاتِ داخلی

نمبر شمار	قسم نجاست	طریقۂ ازالہ نجاست	کیفیت
۱	رینٹ	پونچھنا یا دھونا یا مبالغے کے ساتھ ناک میں پانی پونچھنا۔	
۲	تھوک	"	
۳	بلغم	"	

نمبر شمار	قسم نجاست	حکم نجاست	کیفیت
۴	پسینا	پونچھنا یا دھونا۔	
۵*	دانتوں کا مَیل ہونہ کی سڑاند بساند یا کھانے کا کوئی جزو۔ جو دانتوں میں لگا رہ گیا ہو۔	مسواک کرنا یا کوئی منجن یا خلال کرنا یا مبالغہ کیساتھ کُلّی غرارہ کرنا۔	
۶	مُوئے زہار	بالوں کو دُور کرنا	بال دُور کیئے جاتے ہیں اُسترے سے یا نتف یعنی نوچنے سے یا نُورے یعنی ہڑتال چُونے سے اُسترے سے بال کرخت اور بکثرت اور جلد پیدا ہوتے ہیں او نتف سے بیر اور نرم اور نورہ سے جلد کے زخمی ہونے کا خوف ہے او عورتیں اسی کا استعمال کرتی ہیں

من المترجم آدمی کے تمام جسم میں چھید ہوتے ہیں جن کو مسام کہتے ہیں مساموں کی راہ کہیں کہیں بال نکلتے ہیں اور جہاں نہیں نکلتے وہاں بھی مہین مہین سوراخ ہیں آنکھہ سے نہ بھی دکھائی دیں تو خوردبین سے صاف دیکھہ پڑتے ہیں مساموں کی راہ اندر سے عرق نکلتا رہتا ہے وہی پسینا ہے اور ان مساموں کے رستے باہر سے ہوا بھی جسم میں داخل ہوتی رہتی ہے۔ تندرستی کی ایک بڑی تدبیر یہ بھی ہے کہ مسام کھلے رہیں لیکن وہ اسی صورت میں کھلے رہ سکتے ہیں کہ مساموں کے مونھوں پر مَیل نہ جمنے پائے اور اس کی تدبیر ہے غسل۔ یہ بات کہ پسینا جسم کا عرق ہے اِس سے ثابت ہوتی ہے کہ اگر کپڑے میں پسینا جذب ہونا جائے تو اُس میں بدبو آنے لگتی ہے اور وہ تندرستی کے حق میں مضر ہے اور مولد امراض بھی ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ مَیل کی بتیاں آگ پر ڈالی جائیں تو اُن سے چراند پھوٹتی ہے اس لیئے کہ میل کچھ تو کھال ہے جو گل کر اور فرسودہ ہو کر مَیل بن گئی ہے یا اگر میل باہر کا گرد و غبار ہے تو وہ پسینے سے مل کر جلد پر جم گیا ہے جسم کے وہ مقامات جہاں گوشت سے گوشت ملتا ہے اُن میں زیادہ پسینا پیدا ہوتا ہے اور اگر ایسے مقامات میں بال بھی ہیں اور اُن کو وقتاً فوقتاً دُور نہ کیا جائے تو پسینا متعفن ہو جاتا ہے۔ اور بالوں کی جڑوں میں مَیل کو اٹک رہنے کے لیئے پناہ ملتی ہے خلاصہ یہ کہ بُوے بد اور گرد و غبار اور دُھواں کہ وہ بھی ایک قسم کا گرد و غبار ہے تندرستی کے دشمن ہیں۔ بُوے بد کچھ تو آدمی سے پیدا ہوتی ہے کچھ جانوروں سے اور کچھ نباتات سے کہ درختوں کے پتے بند پانی میں گل سڑ کر بدبو پیدا کرتے ہیں جہاں تک ممکن ہو بدبو اور گرد و غبار سے اپنے تئیں بچائے مسامات جاڑوں میں سکڑتے اور گرمیوں میں پھیلتے ہیں۔ اسی وجہ سے گرمیوں میں پسینا بہت آتا ہے

+

نمبر شمار	قسم نجاست	طریقہ ازالہ نجاست	کیفیت
۷	مونچھوں کے بال	بالوں کو دور کرنا۔	
۸	بغلوں کے بال	بالوں کو دور کرنا۔	
۹	ناخن کا میل	ناخن کتروانے۔	

منہ المترجم مونچھوں کو عربی میں شوارب کہتے ہیں شوارب جمع ہی شارب کی اور شارب کے معنے پینے والا مونچھوں کا نام شوارب اس سے رکھا کہ مونچھیں بڑھی ہوئی ہوں اور آدمی کچھ پینا چاہے تو پہلے مونچھیں پانی وغیرہ میں بھیگیں گی یہ بھیگنا اُن کا پینا ہے۔ حدیث شریف میں حکم ہے قُصُّوا الشَّوَارِبَ وَ اَعْفُوا اللُّحٰی مونچھیں ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ بات تو چھوٹی اور معمولی سی ہے مگر متضمن ہے بہت سی مصلحتوں پر مونچھیں ایسی بُری جگہ پر واقع ہیں کہ ایک طرف تو ناک کی بدبو رواں ان کے اوپر ہے اور مونہ کی موری ان کے نیچے۔ پس اوپر تلے دونوں طرف سے مونچھوں کے بال لتھڑنے اور آلودہ ہوتے رہتے ہیں اور مزاج کی نفاست ہرگز جائز نہیں رکھتی کہ مونچھوں کو اس حال پر رہنے دیا جائے۔ چائے پینے کی ایک پیالی دیکھنے میں آئی جس میں ایک کنارے پر ایک چھجا سا بنا ہوا ہے اور چھجے کے بیچ میں ایک سوراخ ہے اسی طرف سے چائے پی جاتی ہے یہ پیالی نو ایجاد ہے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ مونچھوں کے بچاؤ کے لیے چھجا بنایا گیا ہے سیال چیز سے تو خیر کسی قدر مونچھوں کی حفاظت اس پیالی سے ہو سکتی ہے مگر جو غذا رقیق نہیں ہے اس سے مونچھوں کی حفاظت کی کوئی تدبیر اب تک کسی کو نہیں سوجھی وہی قصوا الشوارب ایک تدبیر متعین ہے کہنے کے لیے تو ہر شخص آزادی کا دم بھرتا ہے مگر عملاً رسم و رواج کا غلام ہے۔

باندھتے ہیں سرو کو آزاد اور وہ پا بگل ... کیسی آزادی کہ ماں یہ حال ہے آزاد کا

حال میں ایک ڈاکٹر نے ایک رسالہ شائع کیا اور اب ایسا وقت ہے کہ انگریزی ڈاکٹر تپ اور ہیضہ اور سِل اور طاعون کی نسبت یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک بیماری کے کیڑے ہوتے ہیں اور وہ کیڑے سانس کے ساتھ آدمی کے جسم میں داخل ہو کر خون میں شامل ہو جاتے ہیں وہاں اُن کی نسل اندر ہی اندر پھیلتی اور بڑھتی جاتی ہے ان بیماریوں کا حکمی علاج ہی کیڑوں کا ہلاک کر کے جسم سے خارج کر دینا چنانچہ اس ڈاکٹر نے اپنے رسالے میں منجملہ دیگر مضامین کے یہ بھی لکھا ہے کہ مونچھوں کے بڑھانے سے طاعون کے کیڑے بالوں کی جڑوں میں پیدا ہو کر انڈے بچے دیتے رہتے ہیں اور سانس کے ساتھ داخل ہو کر مرض طاعون پیدا کرتے ہیں مونچھوں کے بڑھانے کے نقصانات کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے مگر رسم و رواج سے مجبور ہے اگرچہ ہندوستان میں ہندو ہمیشہ سے مونچھیں بڑھاتے اور داڑھی منڈاتے آئے ہیں مگر چونکہ ہندو مسلمانوں کے محکوم تھے مسلمانوں نے محکوموں کی وضع کی تقلید میں اپنی توہین سمجھی اب آئے انگریز اور وہ بھی ہندوؤں کی طرح داڑھی مونچھوں کے ساتھ منعکس معاملہ کرتے ہیں مسلمانوں نے خاص کر انگریزی خواں مسلمانوں نے داڑھی کا ادب چھوڑ دیا اور بکثرت مونچھیں بڑھانے لگے اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ رسم و رواج کی کورانہ تقلید کے علاوہ مونچھوں کے بڑھانے اور داڑھی کے منڈانے کی کوئی اور وجہ بھی ہے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ سوائے تشبہ بالنساء کے اور کوئی وجہ نہیں کسی نے ٹھیک کہا ہے اَلْاَمْرَدُ کَالنِّسَاءِ لیکن اگر یہی وجہ ہے

(بقیہ صفحہ آئندہ)

نمبر	قسم نجاست	طریقہ ازالۂ نجاست	کیفیت
۱۰	ختنہ	زائد کھلڑی کاٹ ڈالنا	گوشت آدمی کا ہو یا جانور کا ایسی چیز ہے کہ اگر اس کی چاٹن نہ ہو تو ضرور سڑ اٹھتا ہے کھال بھی ایک قسم کا گوشت ہے۔ گوشت گوشت سے ملا رہے تو ملے رہنے سے بگاڑ پیدا ہوتا ہی اس بات کو جسم انسان کے اُن مقامات کی حالت سے سمجھ سکتے ہو جن میں اکثر گوشت سے گوشت ملتا ہے جیسے بغلیں یا چڈے لیکن بغلیں اور چڈے پھر بھی ایسے مقامات نہیں ہیں کہ ہمہ وقت گوشت گوشت سے لپٹا رہے عرب میں پانی کی بڑی کمی ہے اور وہاں کے لوگوں کو پینے کے لئیے بھی پانی کمی کے ساتھ ملتا ہے پس غسل اور شست وشو کا ان لوگوں کو بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہی اور اسی لئیے وہاں نامختون آدمیوں میں طرح طرح کے امراض پیدا ہونے کا خوف ہی جس کے روکنے کے لئے ختنہ تجویز کیا گیا اور اب وہ شعارِ اسلام قرار پا گیا ہی اگرچہ جن ملکوں میں پانی کی افراط ہی وہاں تندرستی کے لحاظ سے ختنے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن شعارِ اسلام ہونے کی وجہ سے مسلمان اُس کو شرطِ اسلام سمجھتے ہیں اور اس میں کسی قدر مبالغہ اور تشدد بھی داخل ہو گیا ہے۔
۱۱	اُنگلیوں کی گھائیوں اور پُوروں اور رانوں کی جڑوں کا میل	کپڑے سے صاف کرنا یا پانی سے دھونا۔	

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۶) تو مُردوں کے لئیے جائے شرم مشروع ہیں تو یہی وجہ ہوتی ہو گی مگر آگے چل کر صرف تقلید رسم و رواج باقی رہ جاتی ہے۔ ہمارے دیکھنے میں تو ڈاڑھی سے چہرے پر ایک وقار آجاتا ہے جو مَردوں کی حالت کو مناسب ہے مگر تقلیدِ رسم و رواج کے آگے وقار کی قدر ہی کون کرتا ہے۔

نقشۂ مکروہات خارجی

نمبر شمار	قسم مکروہات	طریقہ ازالۂ کراہت	کیفیت
۱	دوسرے کا رینٹ تھوک بلغم پسینا	کپڑے یا پانی سے دُور کرنا	

نمبر شمار	قسم مکروہات	طریقہ ازالہ کراہت	کیفیت
۴	بلی مرغی سانپ چوہے اور پھاڑنے والے پرندوں کا تھوک	پانی بہا دینا	

من المترجم - کپڑے اور جگہ کی طہارت کے بارے میں آیہ وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ اور آیہ وَطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّائِفِیْنَ وَ الْعَاکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ یہ دونوں آیتیں کفایت اور بس کرتی ہیں حدیث میں آیا ہی الطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ اور الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ یعنی آدمی کا پاک صاف رہنا آدھا ایمان ہے۔ قرآن مجید میں پاک اور ستھرے لوگوں کی خوبی یوں بیان ہوئی ہے وَاللّٰہُ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ یعنی خدا بار بار توبہ کرنے والوں اور طہارت کاملہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے" جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔

پیشاب پاخانے کے آداب

پاخانے جاتے وقت یہ دُعا پڑھنی مسنون ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ خداوندا میں ناپاک جنوں ذکور واناث سے پناہ مانگتا ہوں"۔ اس دعا کے پڑھنے سے آدمی پاخانے کے جنوں اور شیاطین کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ پاخانے سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنی مناسب ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ یہ خدا کو تعریف ہے جس نے مجھ سے تکلیف دور کی اور صحت عنایت فرمائی بعض روایتوں میں صرف غُفْرَانَکَ آیا ہے" یعنی خداوندا ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں" جنگل میں پیشاب پاخانے کے لیے قبلہ رُخ نہ بیٹھے لیکن گھر میں یا کسی چیز کی آڑ میں ہو تو مضایقہ نہیں اور مقصود اس سے خانہ کعبہ کا ادب ہے۔ دہنے ہاتھ سے استنجا کرنا پیشاب کرتے وقت دہنے ہاتھ سے ستر پکڑنا منع ہے کیونکہ استنجا ذلیل ترین کام ہے جو ہاتھ سے لیا جاتا ہے اور دایاں ہاتھ بائیں پر فضیلت رکھتا ہے اس لیے ایسے کام بائیں ہاتھ کے لیے موضوع ہیں استنجے کے لیے کم سے کم تین ڈھیلے لینے چاہئیں اس سے کم لینے منع ہیں اور زیادہ کی قید نہیں کیونکہ مقصود اصلی ازالہ نجاست ہے اور وہ جتنے ڈھیلوں سے بھی حاصل ہو سکے درست ہے۔ گوبر کوئلے۔ ہڈی سے استنجا کرنا منع ہے۔ شارع علیہ السلام نے ان تینوں چیزوں سے استنجا منع کرنے میں جو مصلحت سوچی ہو وہ تو ہمیں معلوم نہیں لیکن ہمارا خیال ہے کہ عجب نہیں گوبر اور ہڈی سے اس لیے منع کیا ہو کہ ان دونوں میں ایک طرح کی دسومت یعنی چکنائی ہوتی ہے جس کی وجہ سے گوبر اور ہڈی مزیل نجاست نہیں ہو سکتے۔ کوئلے سے استنجا کرنے کی ممانعت اس لیے ہے کہ اول تو وہ جلد بدن کو سیاہ کر دیتا ہے دوسرے قاطع بھی ہے جیسے چونا اور محل استعمال نہایت نازک مقام ہے ممکن ہے کہ محل استنجا میں اس سے خراش پیدا ہو جائے اور خراش رفتہ رفتہ ناسور کی طرف منجر ہو۔

ملک عرب میں چونکہ ہمیشہ پانی کی قلت رہتی تھی اس لیے پیغمبر صاحب کا حکم عام تھا کہ لوگ ڈھیلوں اور پتھروں سے

استنجا کیا کریں مگر پھر بھی پانی سے استنجا کرنے والے زیادہ طاہر اور لطیف سمجھے جاتے تھے۔ اب ہندوستان میں پانی کی ہر طرف کثرت ہے جابجا چشمے اور ندیاں پڑی بہ رہی ہیں گھر گھر نل دوڑے ہوئے ہیں تو اس وقت اگر کوئی شخص ڈھیلوں سے استنجا نہ بھی کرے اور صرف پانی پر بس کرے تو یہ اس کے لیے کافی ووافی ہے اور نہ صرف کافی ووافی ہے بلکہ ازکیٰ واطہر ہے کیونکہ عرب کے لوگ اول تو کم خوراک تھے اور کم خوری کو محاسن وفضائل میں شمار کرتے تھے بلکہ ان میں سے اکثر تو فاقہ کشی کے خوگر تھے اور اس عادت کا فخراً اظہار بھی کیا کرتے تھے۔ دوسرے ان کی غذائیں خاص طرح کی ہوا کرتی تھیں جن میں اکثر حار اور یابس ہوتی تھیں۔ ان غذاؤں کا فضلہ نہایت خشک ہوتا تھا جیسے اونٹ یا بکری کی مینگنی جس میں نام تک کو رطوبت اور لزوجت نہیں ہوتی تھی ایسی صورت میں چونکہ پانی سے استنجا کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی اس لیے پیغمبر صاحب نے ڈھیلوں کے حکم پر اکتفا کیا ہم ہندوستانیوں کا حال اس کے بالکل برخلاف ہے۔ ہماری اکثر غذائیں مرطوب ہوتی ہیں فضلے میں بھی رطوبت بکثرت موجود ہوتی ہے لہٰذا ہمیں ضرور ہے کہ پانی ہی سے استنجا کریں کیونکہ پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے ویسا ازالۂ نجاست ہی نہیں ہوسکتا جیسا پانی سے ہوسکتا ہے۔

ایک بات لوگوں میں یہ بھی دیکھی جاتی ہے کہ پیشاب کے بعد ڈھیلے سے پیشاب خشک کرتے اور گھر کے صحن میں عورتوں اور بچوں کے سامنے استنجا کرتے ہوئے ٹہلتے اور کھلے بازاروں میں چکر لگاتے پھرتے ہیں یہ نہایت بےشرمی اور سخت فحش ہے اس سے ضرور پرہیز کرنا چاہیے۔ عام راہوں میں جہاں لوگ چلتے پھرتے ہیں اور ان درختوں کے تلے جہاں لوگ آرام لیتے ہیں پیشاب پائخانہ کرنا حرام اور لعنت پڑنے کا سبب ہے کیونکہ لوگ متاذی ہوکر ایسے شخص کو برائی اور لعنت سے یاد کریں گے۔ اسی طرح حمام میں اور پانی کے گھاٹ پر بھی پیشاب پائخانہ منع ہے کیونکہ چھینٹیں اڑیں گی تو بدن یا کپڑے ناپاک ہوں گے۔ بل اور سوراخ میں بھی پیشاب نہ کریں کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں کوئی موذی جانور ہو اور اس سے تکلیف پہنچے یا وہاں کوئی ضعیف وکمزور جانور ہو اور اس کو ایذا پہنچے پیشاب اور استنجا کرتے وقت سلام کا جواب دینا یا خود سلام کرنا منع ہے کیونکہ سلام دعا ہے اور پیشاب اور پائخانے کی حالت دعا کے ادب کے منافی۔

انگوٹھی پر نام خدا یا کوئی متبرک کلمہ کندہ ہو تو اسے پہن کر پائخانے میں جانا منع ہے کہ خدا کے نام کی بےادبی ہوتی ہے۔ کہیں بیٹھ کر پیشاب کرنے میں چھینٹیں اڑنے کا خوف ہو یا کوئی اور عذر شدید ہو تو کھڑے ہوکر پیشاب کرلینا جائز ہے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کوڑی پر کھڑے ہوکر پیشاب کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کی پشت مبارک میں درد تھا اور اس وجہ سے آپ سے بیٹھا نہیں جاتا تھا۔ بہرکیف اگر عذر شدید ہو تو کھڑے رہ کر پیشاب کرنے کا مضایقہ نہیں لیکن جو لوگ صرف انگریزوں کی تقلید کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں انھیں سوچنا چاہیے کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے میں نجاست سے احتراز عادۃً بہت مشکل ہے مگر اس ضرورت کو سمجھے وہ جس کو نماز پڑھنی ہو لو بے نماز کیوں اس احتیاط پر عمل کرنے لگا۔ اور باتوں میں ظاہر کی صفائی کے بڑے لمبے چوڑے دعوے کیے جاتے ہیں

سے اُٹھاتے تو جائز ہے ایسی عورت کے ساتھ باستثنا جماع اور سب باتیں جائز ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِصْنَعُوا کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا النِّکَاحَ یعنی ہم بستری کے علاوہ اور سب باتیں حیض والی عورت سے جائز ہیں جیسے بوس کنار، ساتھ سونا، ساتھ کھانا، ساتھ پینا، بدن سے بدن لگانا وغیرہ۔ جو شخص حالتِ حیض میں حلال جان کر عورت سے ہم بستر ہوگا کافر ہو جائے گا یعنی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ اُس نے قصداً وارادۃً حکم شرعی کے خلاف کیا اور حرام جان کر ایسا کرے گا تو مرتکب کبیرہ ہوگا اور اُس پر کفارہ دینا واجب ہوگا پھر اس کفارے میں تفصیل ہے اگر ایسے وقت ہم بستر ہوا ہے کہ خون سرخ آرہا تھا تو ایک دینار ورنہ آدھا دینار۔ ایک دینار چھ روپے کا ہوتا ہے جبکہ سونے کا بھاؤ سولہ روپے کا ہو۔ حالتِ حیض و نفاس میں جو مرد و عورت کو مقاربت سے منع کیا گیا ہے تو اس میں مصلحت یہ ہے کہ ان وقتوں میں مقاربت کرنے سے امراضِ خبیثہ کے پیدا ہو جانے کا احتمالِ قوی ہے اور اگر اس وقت استقرارِ حمل ہو گیا تو اولاد روگی پیدا ہوگی حیض و نفاس کی حالت میں نماز روزہ معاف ہے مگر روزے کی قضا ہے۔ اور نماز کی قضا بھی نہیں۔

مسائلِ نفاس

ولادت کے بعد جو خون آتا ہے نفاس کہلاتا ہے اس کی اکثر مدت چالیس روز ہیں اور ادنیٰ مدت کا کوئی اندازہ نہیں حضرت اُم المؤمنین اُم سلمہ فرماتی ہیں کہ نفسا رجناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چالیس روز تک بیٹھی رہتی تھیں جس طرح حالتِ حیض میں نماز پڑھنا روزہ رکھنا قرآن کو چھونا پڑھنا پڑھانا خانہ کعبہ کا طواف کرنا مسجد میں جانا منع اور مرد کو ایسی حالت میں ہم بستر ہونا حرام ہے اسی طرح نفاس کی حالت میں بھی یہ باتیں منع اور حرام ہیں۔

استحاضہ

عورت کو معمولی دنوں کے علاوہ خون آئے تو حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے اور مستحاضہ عورت پاک عورت کا حکم رکھتی ہے یعنی اُس سے ہم بستر ہونا درست ہے اور جو باتیں حیض و نفاس والی کو نادرست تھیں اس کے لئے سب جائز اور درست ہیں ایسی عورتیں اپنی معمولی ایام حیض تک نماز روزے وغیرہ سے باز رہیں اور بعد کو بدن سے خون دھو کر غسل کر کے نماز پڑھیں اور ہر نماز کے لئے تازہ وضو کر لیا کریں اور ممکن ہو تو ہر نماز کے لئے غسل کریں اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جحش کی بیٹی عبدالرحمن بن عوف کی بی بی اُم حبیبہ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بیماری کی شکایت کی فرمایا خونِ حیض آنے تک تو بیٹھی رہو اور اس کے بعد ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھا کرو۔ عورتیں حیض و نفاس سے فارغ ہوں تو فوراً اُن پر غسل واجب ہو جاتا ہے غسل کرنے وقت سر کے

ے نفاس کے متعلق قرآن مجید میں کوئی صاف و صریح حکم نہیں ہے اور ہونے کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ خونِ نفاس اصل میں وہی خونِ حیض ہے جو معمولاً عورتوں کو آتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو خونِ حیض رحم میں جمع ہوتا رہتا ہے جس کا بیشتر حصہ بچہ کی غذا ہوتا ہے بچے کی غذا سے جو بچ رہتا ہے وہ وضع حمل کے بعد خارج ہو جاتا ہے اسی وجہ سے قرآن مجید میں صرف حیض کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ۱۲ منہ

بالوں کی چوٹی اور مینڈھی کھولنا ضرور نہیں صرف بالوں کی جڑوں میں پانی پونہچانا بس کرتا ہے۔ جیسے جنابۃ کا غسل ویسے حیض و نفاس کا غسل عورتیں اگر بیماری یا کسی اور قوی عذر کی وجہ سے غسل نہ کر سکیں اور غسل سے نقصان پونہچنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لیں بچے والیوں کو اگر غسل کرنے سے بچوں کے بیمار پڑ جانے کا خوف ہو تو بھی تیمم کر کے نماز پڑھ لیں۔

غسل جنابۃ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا ۚ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿ نساء ع ۷ پارہ ۵ ﴾

مسلمانوں تم نشے کی حالۃ میں ہو تو نماز کے پاس بھی نہ جانا یہاں تک کہ نشہ اُتر جائے اور جو کچھ (مونہ سے کہتے ہو اُس کو سمجھنے لگو ف اور اسی طرح) نہانے کی حاجۃ ہو تو بھی نماز کے پاس نہ جانا یہاں تک کہ غسل کر لو ہاں (سفر کی حالۃ میں) رستے چلے جا رہے ہو اور پانی نہ ملے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لو تو خیر اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہو کر) آئے یا عورتوں سے ہم صحبت ہوا ور تم کو پانی میسر نہ آئے تو پاک مٹی لے کر تیمم یعنی مونہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔ اور اللہ در گزر کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔

ف یہ حکم اُس وقت کا ہے کہ مسلمانوں میں ابھی شراب حرام نہیں ہوئی تھی ۱۲۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ[1] إِلَى الْكَعْبَيْنِ

مسلمانو! جب نماز کے لیے آمادہ ہو تو اپنے مونہ دھو لیا کرو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ۔ اور اپنے سر کا مسح کر لیا کرو اور (ہاں) ٹخنوں تک اپنے پاؤں (بھی دھو لیا کرو)

[1] ہم لوگ اَرْجُلَکُمْ کو نصب سے پڑھتے اور دس کا عطف وُجُوھَکُمْ پر کرتے ہیں اور یہی قرأۃ صحیح تر ہے کیونکہ پاؤں کا دھونا مسح کرنے سے بہرحال بہتر ہے وجہ یہ کہ پاؤں کے آلودہ رہنے کا احتمال زیادہ ہے لیکن اہل تشیع رُءُوسِکُمْ پر عطف کر کے اَرْجُلِکُمْ لام کے کسرے سے پڑھتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ وضو میں پاؤں کے دھونے کو فرض نہیں سمجھتے ۱۲ +

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (مائدہ ع ۲ پارہ ۶)	اور اگر تم کو نہانے کی حاجت ہو تو (غسل کر کے) اچھی طرح پاک صاف ہو جاؤ۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہو کر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور تم کو پانی میسّر نہ ہو تو ستھری مٹی لے کر اس سے تیمم یعنی اپنے مونہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔ اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنی نہیں چاہتا بلکہ تم کو صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہے اور (نیز) یہ (چاہتا ہے) کہ تم پر اپنا احسان پورا کرے تاکہ تم (اس کا) شکر کرو۔
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَاِنْ لَّمْ يُنْزِلْ۔ متفق علیہ	جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے عورت سے صحبت کی تو دونوں پر غسل واجب ہوا خواہ انزال نہ بھی ہو۔ (صحیحین)

من المترجم۔ جو شخص سو کر اٹھے اور کپڑے پر منی کی تری پائے اس پر غسل واجب ہے۔ احتلام یاد ہو یا نہ ہو۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ میں ہمبستر ہوا ہوں اور بیدار ہونے پر تری کا اثر معلوم نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہوتا اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کو عام ہے غسل کی کیفیت ایک صحیح حدیث سے خوب واضح ہوتی ہے۔ حضرت میمونہ کہتی ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کے غسل کے لیے پانی رکھا اور کپڑے کا پردہ کیا۔ حضرتؐ نے پہلے دونوں ہاتھ تین دفعہ دھوئے پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈال کر ستر دھویا اور رانوں پر پانی بہایا۔ اس بعد دونوں ہاتھ زمین پر رگڑ کر دھوئے اور نماز کی طرح کا وضو کر کے تمام جسم شریف پر تین دفعہ پانی بہایا۔ اور وہاں سے علیحدہ ہو کر دونوں پاؤں مبارک دھوئے۔

لہ ان لفظوں میں صنع جماع کی طرف اشارہ ہے مگر ہم نے الفاظ کے ترجمے کو چھوڑ کر حاصل مطلب لیا ہے ۱۲

ایک وقت میں کئی عورتوں یا ایک ہی عورت کے ساتھ کئی دفعہ صحبت کرنے سے ایک ہی غسل واجب ہوتا ہے لیکن صحبتوں کے بیچ بیچ میں وضو کر لینا زیادہ بہتر اور مناسب تر ہے کہ آدمی اس سے تازہ دم اور آدھا پاک بھی ہو جاتا ہے۔ غسل کرتے وقت اگر ایک بال بھی سوکھا رہ جائے گا تو پھر سے غسل کرنا پڑے گا۔ ہاں اگر کچھ بدن خشک رہ گیا اور نماز سے پیشتر اپنا تر ہاتھ اُس پر پھیر دیا تو یہی غسل کفایت کرے گا۔ عورت کو غسلِ جنابت کے لیئے بالوں کی مینڈھیاں کھولنے کی ضرورت نہیں صرف بالوں کی جڑیں تر کر لینا اور تین لپیں بھر کر پانی سر پر ڈال لینا کافی ہے۔ مرد کو غسل کرنے کے بعد جُنبی عورت کے ساتھ سونا اور اُس کے بدن سے بدن لگانا جائز ہے کیونکہ جُنبی کا بدن پاک و سُتھرا ہے۔ آدمی حالتِ جنابت میں دل اور زبان سے ذکر اللہ کر سکتا ہے لیکن قرآن شریف نہیں پڑھ سکتا (یہ قرآن کا ادب ہے) اور نہ صرف آپ نہیں پڑھ سکتا۔ بلکہ کسی کو پڑھا بھی نہیں سکتا اور نہ اسے چھُو سکتا ہے۔ ہاں جزودان کا فیتہ پکڑ کر اُٹھا لے تو کچھ مضایقہ نہیں۔ جُنبی کو مسجد میں جا کر بیٹھنا۔ کعبے شریف کا طواف کرنا بھی جائز نہیں۔ غسل کو پانی ناکافی ہو تو مقامِ نجاست دھو ڈالیں۔ پھر پانی بچے تو وضو بھی کر لیں۔ ورنہ وضو اور غسل کے عوض تیمم بس کرتا ہے۔ جُنبی سے مصافحہ کرنا درست ہے۔ کھلے میدان میں جہاں آبادی ہو ننگا نہانا حرام ہے البتہ غسل خانے میں یا کسی آڑ اور روک میں ننگے نہانے کا مضایقہ نہیں۔ کوئی حالتِ بیماری میں جُنبی ہو گیا اور پانی سے نقصان پہنچنے کا خوف ہے تو تیمم سے نماز پڑھے۔ سر میں تو ہو زخم اور سارا بدن ہو سالم۔ اِس صورت میں کیا کریں؟ سر کا مسح کر لو۔ اور سارے جسم پر پانی بہا دو اگر پیروں میں زخم ہو تو کیا کریں؟ تیمم کر کے نماز پڑھ لو! وضو اور غسل دونوں کے لیئے ایک ہی نیت کافی ہے۔

غسل میں چار پانچ سیر پانی سے زیادہ صرف نہ کریں۔ حدیث میں غسل کے لیئے ایک صاع[1]۔ اور وضو کے واسطے ایک مُد پانی کافی بتایا گیا ہے۔ عرب میں پانی کی قلت تھی اور اب بھی ہے۔ اِس وجہ سے پیغمبر صاحب نے غسل کے لیئے ایک صاع اور وضو کے واسطے مُد مقرر کیا۔ ہندوستان میں خدا کے فضل سے پانی کی کثرت ہے۔ اور بے تکلف ہر جگہ دستیاب ہو سکتا ہے اور بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اِس لیئے تمام اہلِ اسلام کا اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ غسل اور وضو کے لیئے پانی کی حد مقرر نہیں۔ پانی تھوڑا ہو تو۔ بہت ہو تو جس میں وضو اور غسل کی شرطیں ادا ہو جائیں کافی و وافی ہے۔ مگر اسراف سے بچے کہ یہ بہت بُری بات ہے۔ شریعتِ اسلامی میں ۹ طرح کے غسل ہیں۔ عورت کو حیض و نفاس سے فارغ ہونے کے بعد۔ مرد و عورت کو ہمبستری یا احتلام کے بعد جمعے کے دن نمازِ جمعہ کے لیئے کسی شخص کو مشرف باسلام ہونے وقت عیدالفطر اور عیداضحےٰ کے دن عیدگاہ جانے سے پیشتر۔ حج کا احرام باندھتے بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت سینگی لگوانے مُردہ نہلانے کے بعد پہلی قسم کے دو غسل فرض ہیں۔ اور نمبر تین سے پانچ تک سنت موکدہ اور نمبر چھ اور سات کے دونوں غسل سنتِ مستحبہ اور آخر کے دو غسل احتیاطی ہیں آدمی کے لیئے یہ بھی مستحب ہے کہ ہر ہفتے میں کم از کم ایک روز سر اور سارا بدن دھو ڈالا کرے۔

---

[1] صاع انگریزی تول کے حساب سے قریباً پونے چار سیر اور مُد قریب سوا سیر کے ہوتا ہے ۱۲

تیمم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا (نساء ع ۷)

مسلمانو! جب نماز کے لیئے آمادہ ہو تو اپنے مونہہ دھو لیا کرو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ اور اپنے سر کا مسح کر لیا کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں (دھو لیا کرو) اور اگر تم کو نہانے کی حاجت ہو تو (غسل کر کے) اچھی طرح پاک صاف ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی جائے ضرور سے (ہو کر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور تم کو پانی میسر نہ آئے تو (صاف) ستھری مٹی لے کر اس سے (تیمم یعنی) اپنے مونہہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو بے شک اللہ درگذر کرنیوالا (اور) بخشنے والا ہے ؛

من لمعات تیمم جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لیئے تمام زمین نماز کی جگہ ہے جہاں چاہیں نماز پڑھیں۔ اور زمین کی مٹی ہمارے واسطے پاک کرنے والی ٹھیرائی گئی ہے سو جہاں نماز کا وقت آجائے اور پانی میسر نہ ہو یا ہو مگر بیماری ہو یا بیمار پڑنے کا خوف غالب ہو تیمم کر کے نماز ادا کریں معذور کو پانی نہ ملے اور گو دس برس تک نہ ملے برابر تیمم کیئے جائے۔ ہاں جس وقت عذر دور ہو یا پانی میسر ہو فوراً وضو فرض ہو جائے گا جسے پانی مٹی دونوں نہ ملیں بے غیر وضو اور بغیر تیمم نماز پڑھنی جائز ہے کیونکہ اس صورت میں صرف نیت ہی وضو اور تیمم کے قائم مقام ہو جائے گی تیمم کرتے وقت اول دل میں نیت کریں پھر بسم اللہ پڑھکر دونوں ہاتھ ایک دفعہ پاک مٹی یا ڈھیلوں یا کچی دیوار پر ملیں اس کے بعد پھونک سے مٹی اڑا کر دونوں ہاتھوں کو مونہہ پر پھیریں اور دونوں کف دست پہونچوں تک ملیں یا ایک بار مٹی پر ہاتھ مار کر مونہہ پر پھیریں۔ پھر دوسری مرتبہ ہاتھ مار کر کہنیوں تک مسح کریں دونوں طرح تیمم درست ہے۔ لکڑی لوہے پتھر وغیرہ سے تیمم ناجائز ہے کیونکہ قرآن مجید میں صَعِيدًا طَيِّبًا ارشاد ہوا ہے یعنی صرف پاک مٹی سے تیمم کرو۔ ہاں اگر کپڑے وغیرہ پر گرد و غبار پڑا ہوا ہو تو جائز ہے۔ تیمم سے نماز پڑھ چکنے کے بعد پانی مل جائے اور ہنوز نماز کا وقت باقی ہو تو نماز کا دوہرانا ضرور نہیں لیکن اگر کوئی شخص وضو کر کے دوہرائے گا تو اضعافاً مضاعفہ ثواب پائے گا۔ ایک شخص نے نماز پڑھنی شروع کی۔ بیچ میں خبر لگی کہ پانی آگیا تو نماز توڑ دینی اور وضو کر کے ازسرنو شروع کرنی ضرور ہے۔ جو چیزیں ناقض وضو ہیں ہی ناقض تیمم بھی ہیں حاجتِ غسل والے کو پانی نہ ملے تو وہ بھی تیمم کر کے نماز پڑھ لے جس طرح ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنی درست ہیں۔ اسی طرح ایک تیمم سے

وضو میں مسواک کرنے کی بابت ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شرع میں اُس کی بڑی تاکید ہے پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ چار چیزیں پیغمبروں کی سنت ہیں حیا کرنا عطر لگانا مسواک کرنا نکاح کرنا۔ مسواک والی نماز بے مسواک والی نماز سے ثواب میں ستر درجے بڑھ کر ہے۔

نواقضِ وضو

ریح نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر آواز سُنے یا بدبو پہلے صرف شبہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ پاخانے پیشاب۔ مذی ودی نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ قے کرنے نکسیر پھوٹنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیٹ کر سوجانے یا کسی چیز پر سہارا دیکر سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس میں استرخاء مفاصل ہوتا ہے اور اس وقت بے خبری میں ریح وغیرہ کے نکل جانے کا قوی احتمال ہے۔ ہاں اگر کھڑے یا بیٹھے بیٹھے سو جائے اور کسی قسم کی ٹیک نہ ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ نماز میں کھل کھلا کر ہنسنے سے نماز تو بے شک فاسد ہو جاتی ہے لیکن صحیح حدیثوں کی رو سے وضو کا ٹوٹنا ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ فقہی روایات میں قہقہے کا ناقضِ وضو ہونا بتایا گیا ہے۔ مرد و عورۃ اگر اپنا اپنا ستر ہاتھ سے چھوئیں گے اور بیچ میں کپڑا حائل نہ ہوگا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ خاص کر اونٹ کا گوشت کھانے سے پھر کر وضو کرنا حدیثی روایت سے ثابت ہوا ہے اور یہ غالباً اس وجہ سے کہ اونٹ کے گوشت میں بساندھ زیادہ ہوتی ہے عورت کو چھونے اور بوسہ لینے اور آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ✦

مساجد کا بیان

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ (التوبہ ع ۳۔ پارہ ۱۰)

مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ (اپنے جیسے کافروں سے) اللہ کی مسجدیں آباد رکھیں اور (شرک کے افعال واقوال سے) اپنے اوپر کفر کی گواہی بھی دیتے جائیں یہی لوگ ہیں جن کا کیا دھرا سب اکارت ہوا۔ اور یہی لوگ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ میں رہنے والے ہیں (حقیقۃ میں تو) اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتا ہے جو اللہ اور روز آخرۃ پر ایمان لایا اور نماز پڑھتا اور زکوۃ دیتا رہا اور خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ مانا تو ایسے لوگوں کی نسبت توقع کی جاسکتی ہے کہ (آخر کار) اُن لوگوں میں جا شامل ہوں گے جو منزل مقصود پر پہنچے۔

من المترجم۔ ضرورۃ کے موقع پر مسجد کے بنانے کا بڑا ثواب ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا کی خوشنودی کے لیے مسجد بناتا ہے خدا اُس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ مسجد کے بنانے والے کو نہ صرف اُس کی زندگی

تک بلکہ مرنے کے بعد بھی ثواب ملتا رہتا ہے اور جب تک مسجد کی نمود باقی رہتی ہے اُس کے نامۂ اعمال میں ثواب درج ہوتا چلا جاتا ہے۔ اُس کے بعد اُس شخص کا مرتبہ ہے جو مسجد کو آباد کرنے اور صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کرتا ہے پیغمبر صاحب کے عہدِ مبارک میں ایک کالی کلوٹی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی جب وہ مرگئی تو آپ اُس کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھ کر فرمایا اے عورت تُو نے کون سے عمل کو افضل پایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت کیا یہ عورت سُنتی ہے۔ فرمایا ہاں تم سے بہتر سُنتی ہے۔ دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ عورت نے جواب دیا کہ میں نے سب عملوں سے افضل مسجد کی جاروب کشی کو پایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم کو پیغمبر صاحب نے گھروں میں مسجدیں بنانے اور انھیں پاک صاف اور خوشبودار رکھنے کا حکم فرمایا۔ مسجد کی طرف نماز کے لیے ہر ہر قدم اُٹھانا نماز ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں [1] اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور بعض روایتوں میں یہ دعا آئی ہے [2] اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اور نکلیں تو یوں کہیں [3] اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔ مسجد میں جا کر اول دو رکعت نماز نفل پڑھے اور اسے تحیۃ المسجد کہتے ہیں۔ سفر سے آنے والا بھی پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے پھر مکان میں آئے۔ محلے کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے والے کو پچیس نماز کا اور جامع مسجد میں پانسو نماز کا اور بیت المقدس اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار نماز کا اور بیت اللہ میں لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے۔ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ ایک صحابی ابو حمید ساعدی تھے۔ اُن کی بی بی نے پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔ فرمایا مجھے تیرا شوق معلوم ہے لیکن تیرا گھر کے اندر یعنی کوٹھری میں نماز پڑھنا دالان میں پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور دالان میں نماز پڑھنا صحن میں پڑھنے سے بہتر ہے اور قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں پڑھنے سے بہتر ہے۔ خلاصہ یہ کہ عورۃ کو پردہ داری میں کوشش کرنی چاہیے جہاں تک ممکن ہو۔ بے شک احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مستورات مردوں کے ساتھ نمازِ جماعت میں بھی شریک ہوتی تھیں جہاد میں بھی مردوں کا ساتھ دیتی تھیں جمعہ اور عیدین کی نمازیں بھی عورتوں کا ہونا پایا جاتا ہے۔ مگر ہمارے سمجھنے میں تو یہ آزادی ضرورۃ کی وجہ سے عمل میں لائی جاتی تھی وہ وقت تھا جبکہ مسلمانوں کا گروہ تھوڑا تھا۔ عورتوں کے شریک کرنے سے کثرۃِ گروہ کا دکھانا منظور تھا اب خدا نے اسلام کو ایسی نمود و نمائش سے مستغنی کر دیا ہے۔ خدا کے فضل سے مسلمان بکثرۃ ہوگئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ علاوہ بریں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک کے مقابلے میں بوجہ بُعدِ زمانہ لوگوں کے دینی خیالات بھی فاسد ہوگئے ہیں غرض نظر بحالتِ موجودہ عورتوں کا پردے کی رعایت کے ساتھ مشغولِ عبادۃ ہونا بہتر ہے۔ جب ہم حصہ دوم حقوق العباد میں اور حقوقِ زوجین اور حقوقِ نفس کے ذیل میں پردے پر بحث کریں گے وہاں اس سے زیادہ وضاحت کی جائے گی +

---

[1] خداوندا میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے ۱۲ [2] میں خدائے بزرگ اور اُس کی ذاتِ کریم اور سلطنتِ قدیم کا واسطہ دے کر شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [3] خداوندا میں تجھ سے تیرا فضل و کرم مانگتا ہوں ۱۲

نماز کے اوقات

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ (ہود ع ۹ - پارہ ۱۲)	(اے پیغمبر) دن کے دونوں سرے (یعنی صبح اور شام) اور اوائل شب نماز پڑھا کرو (کیونکہ) نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں جو لوگ ذکر (الٰہی) کرنے والے ہیں اُن کے حق میں یہ (ہمارا فرمانا ایک طرح کی) یاددہانی ہے۔
اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا ○ وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ ؕ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل ع ۹ - پارہ ۱۵)	(اے پیغمبر) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر عصر مغرب عشا کی) نمازیں پڑھا کرو۔ اور نماز صبح (بھی کیونکہ) نماز صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے اور رات کے ایک حصے میں (نماز) تہجد بھی پڑھا کرو (اور نمازیں تو فرض ہیں اور یہ) تمہاری (نماز نفل رہی) عجب نہیں کہ (اس کی برکت سے) تمہارا پروردگار (قیامت کے دن) تم کو مقام محمود میں پہونچائے ف ۱
فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ (الروم ع ۲ پارہ ۲۱)	پس جس وقت تم لوگوں کو شام ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو اور آسمان و زمین میں وہی اللہ تعریف کے لائق ہے اور (نیز) تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو (اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو) ف ۲

من المترجم۔ سورج کے ڈھلتے ہی ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور یہ نماز ظہر کا اول وقت ہے مگر جب ہر چیز کا سایہ اصلی سایے کو چھوڑ کر اس کے برابر ہو جاتا ہے تو یہ نماز ظہر کا اخیر اور عصر کا اول وقت ہے اور جب تک سورج زرد نہ پڑے اور خوب صاف چمکتا رہے عصر کا اخیر وقت ہے۔ سورج کے ڈوب جانے پر مغرب کا اول وقت اور شفق کی سرخی چھپنے کے قریب تک اس کا اخیر وقت ہے۔ عشا کا اول وقت شفق کی سرخی غائب ہونے سے شروع ہوتا اور نصف رات کے گزرنے تک باقی رہتا ہے۔

فجر کا وقت صبح کی پو پھٹنے سے شروع ہوتا اور سورج کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔ ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور نماز کے اوقات دریافت کیے۔ فرمایا کہ تو دو روز ہمارے ساتھ نماز پڑھ لے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ صبح کی نماز کا وقت ہوا تو آپ نے فجر کی پو پھٹتے ہی بلال کو اذان دینے کا حکم دیا اور نماز ادا کی۔ اس وقت لوگ باہم ایک

ف ۱ مقام محمود کے لفظی معنی تو ہیں مقام پسندیدہ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ مقام محمود جس کا پیغمبر صاحب سے وعدہ ہوا مرتبہ شفاعت ہے کہ قیامت کے دن لوگ مضطر ہو کر تمام انبیا کے پاس یکے بعد دیگرے جائیں گے [illegible] ہر ایک یہی کہے گا کہ مجھ سے فلاں لغزش بتقاضائے بشریت ہو گئی ہے۔ انبیاء سابقین اپنی لغزشوں کو یاد کر کے شفاعت کی جرأت نہ کر سکیں گے آخر پیغمبر آخر الزمان سربسجود ہو کر خدا سے اُن کو تمام لوگوں کی شفاعت کی اجازت ہوگی اور

خدا کی رحمت عام اس پیرایہ میں ظاہر ہوگی کہ ہمارے پیغمبر سب کی شفاعت کریں اور خدا کی جناب میں اُن کی شفاعت قبول ہو۔

دوسرے کو جھٹ پٹے کے وقت کی وجہ سے پہچان نہیں سکتے تھے۔ پھر سورج ڈھلا تو ظہر کی نماز پڑھی اس وقت بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ابھی دوپہر ہی ہے۔ حالانکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے اوقات سب سے بہتر جانتے تھے اس کے بعد جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو چکا اور ہنوز سورج بہت بلند تھا۔ آپ نے عصر کی نماز پڑھی۔ اور آفتاب کا قرص ڈوبا تو نماز مغرب کھڑے ہو گئے۔ ازاں بعد شفق کی سرخی غائب ہوئی تو عشا کی نماز ادا کی۔ دوسرا دن ہوا تو آپ نے صبح کی نماز اُس وقت پڑھی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کسی نے کہا سورج نکل آیا اور کسی نے کہا کہ نہیں بلکہ نکلنے کے قریب ہے اور ظہر کی نماز میں یہاں تک تاخیر کی کہ ہر چیز کا سایہ اُس کے مثل کے قریب قریب پہنچ گیا تھا عصر کی نماز میں اس قدر دیر کی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کوئی کہتا تھا کہ سورج زرد پڑ گیا اور کوئی کہتا تھا کہ زرد پڑنے کے قریب ہے۔ اور جب شفق کی سرخی غائب ہونے والی تھی تو مغرب کی نماز پڑھی۔ عشا کی نماز میں یہاں تک دیر کی کہ رات کے نصف اول کا تیسرا حصہ گزر چکا تھا۔ تیسری صبح ہوئی تو آپ نے سائل کو بلا کر فرمایا کہ اوقات نماز ان وقتوں میں دائر ہیں ۔ (صحیح مسلم)

جمع بین الصلاتین

بحالت سفر تو باتفاق جمہور علماء ظہر و عصر اور مغرب و عشا کی نمازیں جمع کرنا درست ہے مگر بعض علماء محدثین کے نزدیک بغیر سفر اور بے عذر کے یوں بھی موقع آ پڑے تو دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے اور وہ صحیح مسلم کی اس خبر سے استدلال کرتے ہیں جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حالت اقامت میں بغیر کسی عذر کے دو نمازیں جمع کر کے پڑھیں ظہر و عصر اور مغرب و عشا۔ تو اگر کبھی کسی کو یہ صورت پیش آ جائے تو عصر کے وقت ظہر و عصر کو اور عشا کے وقت مغرب و عشا کو جمع کرے اور بہ نیت ادا جمع کرے مگر جمہور علماء اسے جمع صوری پر محمول کرتے ہیں یعنی اگر کبھی ایسی صورت واقع ہو تو دو نمازیں اس طرح جمع کرے کہ پہلی نماز کا اخیر اور دوسری نماز کا ابتدائی وقت ہو۔ مثلاً ظہر و عصر کی دو نمازوں کے جمع کرنے کا کسی کو موقع پیش آئے تو وہ ظہر کے آخیر وقت اور عصر کے ابتدائی وقت میں دونوں نمازیں جمع کرے ۔

اذان کی فضیلت اور اس کے احکام

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝ (المائدہ ع ۹ - پارہ ۶)

اور (مسلمانو) جب تم اذان دے کر (مسلمانوں کو) نماز کے لیے بلاتے ہو تو یہ (یہود و نصاریٰ اور کفار) نماز کو ہنسی اور کھیل بناتے ہیں اور یہ (حرکت بے جا ان سے) اس لیے (سرزد ہوتی ہی) کہ یہ (ایسے بے وقوف) لوگ ہیں کہ (بالکل) نہیں سمجھتے ✦

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(جمعہ ع ۲ - پارہ ۲۸)

مسلمانو! جب جمعے کے دن نماز (جمعہ) کے لیے اذان دی جائے تو یادِ الٰہی (یعنی نماز) کے لیے لپکو اور اس وقت بیچنا (کھوچنا) چھوڑ دو یہ تمھارے حق میں بہتر ہی بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو ✦

من المترجم۔ نماز کے وقت اذان کہنا سنت ہی اور سنت بھی مؤکدہ۔ پھر اس کے لیے کوئی خاص شخص مقرر نہیں بلکہ ہر مسلمان اذان دینے کا منصب رکھتا ہی۔ باوضو ہو تو اور بے وضو ہو تو مگر بہتر ہی کہ وضو کر کے اذان دے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ اذان دینے اور صفِ اول میں کس قدر اجر ملتا ہی اور اس پر کامیاب ہونے کے لیے بجز قرعہ ڈالنے کے اور کوئی تدبیر نہ بن پڑے تو ضرور قرعہ ڈالیں (ابوداؤد)

پیغمبر صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ خدا کے بہتر بندے وہ ہیں جو یادِ الٰہی کے لیے چاند سورج اور تاروں کی رعایت رکھتے ہیں یعنی ان کے طلوع و غروب کو دیکھتے رہتے اور اس سے اوقاتِ نماز پہچانتے ہیں اور چونکہ اذان تمہیدِ نماز ہی اس لیے مؤذنوں کو پیغمبر صاحب نے بہترین بندے ارشاد فرمایا۔ تین طرح کے آدمی قیامت کے روز مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے جن پر اگلی پچھلی امتوں کو رشک ہوگا۔ ایک وہ جنھوں نے خدا کا حق ادا کیا اور خدا کے حق کے ساتھ اپنے آقا کا حق بھی۔ دوسرے وہ جنھوں نے ایک قوم کی امامت کی۔ اور وہ ان سے خوش رہی تیسرے وہ جو پنجوقتہ نماز کے لیے اذان کہتے ہیں[1] ✦

[1] اذان کی بزرگی اور مؤذنوں کے فضائل میں جو حدیثیں وارد ہیں تو اس کی بڑی وجہ یہ ہو کہ اذان اسلام کی بڑی علامت ہی اور مؤذن لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا اور الدال علی الخیر کفاعلہ کا ثواب حاصل کرتا ہی مگر افسوس ہو کہ اس زمانے میں اکثر مؤذن اس ثواب کے حاصل کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ مسجد کی خدمت از قسم جاروب کشی وغیرہ کے لیے مقرر ہوتے ہیں اور اس میں اذان کی تذلیل ہی بعض لوگوں نے اذان کو ایک متبذل خدمت سمجھ رکھا ہی یہی وجہ ہو کہ یہ منصب ان لوگوں کے سپرد کیا جاتا ہی جو کم ذات اور جاہل ہوتے ہیں خود اذان کہنے میں اپنی توہین اور بے وقعتی سمجھتے ہیں ہاں امامت کرنے پر دوڑ پڑتے ہیں کیونکہ یہ ان کی نظروں میں اذان کی نسبت زیادہ رفیع ہوتی ہی حالانکہ مؤذن کا خدا کے نزدیک بڑا درجہ ہی وہ لوگوں کو خدا کی یاد کی طرف بلاتا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے ۱۲ ✦

سلہ یعنی ان کی بزرگی سے مستفید ہوں گے اور اس اعلیٰ مرتبہ پر رشک کریں گے واللہ اعلم ۱۲

حالت سفر میں بھی اذان و تکبیر دونوں کہنی چاہییں۔ گو مسافر منفرد ہو۔ موذن ایسا شخص ہونا مناسب ہے جو خوش لہجہ اور بلند آواز ہو۔ اذان دینے پر تنخواہ کا طالب نہ ہو۔ نماز کے اوقات کا پورا اور کامل عارف ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان اسلام کی بڑی نشانی ہے۔ اذان کے کلمات یہ ہیں۔[1] اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

صبح کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوةُ[2] خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی دو دفعہ کہنا چاہیے۔ اذان سننے والے کو مناسب ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ سن کر تو لَا حَوْلَ[3] وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ سن کر صَدَقْتَ[4] وَبَرَرْتَ کہے اور باقی وہی الفاظ کہتا جائے جو موذن کہتا ہے۔

اذان کے بعد سننے والے یہ دعا پڑھیں[5]۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ۔ جو شخص یہ دعا پڑھے گا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خدا کی جناب میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کریں گے۔ اذان کے بعد یہ دعا بھی حدیث میں آئی ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا۔

تکبیر کے الفاظ یہ ہیں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ بعض حدیثوں میں الفاظ تکبیر صرف ایک ایک دفعہ بھی آئے ہیں۔ اور اذان میں ترجیع یعنی شہادتین کی تکرار بھی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ مگر علمائے حنفیہ اسے تعلیم وغیرہ پر محمول کرتے ہیں۔ تکبیر سنتے وقت بھی یہی الفاظ کہنے چاہییں جو مکبر کہتا ہے مگر قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ کی جگہ اَقَامَهَا[6] اللّٰهُ وَاَدَامَهَا کہیں۔ اذان اور اقامت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اذان میں جہر کیونکہ اس سے دور کے لوگوں کو بلانا اور مطلع کرنا مقصود ہوتا ہے بخلاف اقامت کے کہ اس سے صرف مسجد ہی کے لوگوں کو آگاہ کرنا ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اذان میں سکتات اور وقفات ہوتے ہیں اور اقامت میں نہیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

[1] اللہ بہت بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد رسول خدا ہیں۔ نماز کی طرف آؤ۔ بہتری کی طرف آؤ اللہ بہت بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ۱۲ [2] نماز نیند سے بہتر ہے ۱۲۔ [3] میں گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کی قوۃ نہیں مگر خدا کی مدد سے ۱۲ [4] تو نے سچ کہا اور ہماری بھلائی کی بات کہی ۱۲ [5] اس دعا کے معنی تفصیل کے محتاج ہیں اور وہ یہ ہے کہ دعوۃ تامہ سے مراد ہے دعوۃ عامہ اس لیے کہ تمام نمازیوں کو اذان کے ذریعے سے نماز کے لیے بلایا جاتا ہے۔ صلاۃ قائمہ سے مراد ہے وہ نماز جو قائم ہونے کو ہو اور جس کے لیے لوگوں کو بلایا گیا ہے۔ اچھا پھر دعوۃ تامہ اور صلاۃ قائمہ کے رب سے مراد ہے خدائے تعالے۔ خدا کا رب الصلاۃ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ نماز دعا ہے اور خدا ہی سے مانگی جاتی ہے۔ رہی اذان اس میں کوئی کلمہ دعائیہ نہیں مگر وہ بڑی دعا یعنی نماز کی تمہید ہے اور اس اعتبار سے گویا جزو نماز ہے تو خدا جو نماز کا پروردگار یعنی مالک مخاطب ہے اذان کا بھی مالک مخاطب ٹھہرا۔

وسیلہ سے مراد ہے شفاعت کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور رسے شفاعت مسلمانوں کے لیے ذریعہ نجات ہوں گے مقام محمود کے لیے اوقات نماز کے نمبر ۱۔ آیۃ کا فائدہ دیکھو

نے فرمایا ہے۔ دو ساعتیں ایسی ہیں جن میں دعا کرنے والے کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک اقامتِ نماز کے وقت۔ دوسرے جہاد میں صف بندی کے وقت۔ جب تکبیر کہی جاتی ہے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

نماز کے شرائط و ارکان

جسم کپڑے پر نماز پڑھی جائے نجاست سے پاک و مطہر ہو۔ ستر جسم پاک ہو۔ نماز کی جگہ ستھری صاف ہو۔ استقبالِ کعبہ۔ اوقاتِ نماز میں نماز پڑھنا۔ جو سی نماز پڑھتا ہو اس کی نیت دل میں کرنی۔ اور نیت سے مراد ہے ارادہ۔ نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ کوئی عذر نہ ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا کیونکہ معذور کو قیام معاف ہے۔ نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا الحمد یاد نہ ہو تو سبحان اللہ والحمد للہ پڑھنا۔ رکوع کرنا۔ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔ پھر بعد ازاں دو سجدے کرنی۔ دونوں سجدوں کے بیچ میں قدرے بیٹھنا۔ آخر رکعت میں التحیات اور درود شریف پڑھنے کے لیے بیٹھنا۔ دائیں بائیں سلام پھیرنا۔ بعض حدیثوں سے جو خشوع و خضوع کا شرطِ نماز ہونا مفہوم ہوتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر خشوع و خضوع نماز کامل نہیں ہوتی یعنی خشوع و خضوع اصل نماز کے رکن نہیں ہیں بلکہ کامل و پوری نماز کے ستر عورۃ بھی شرطِ نماز ہے۔ اور عورۃ سے مراد ہے جسم کا وہ حصہ جس کا کشف شرعاً ناجائز ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات میں لکھتے ہیں سَتْرُ الْعَوْرَةِ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الصَّلٰوةِ وَاِنْ كَانَ فِيْ مَكَانٍ خَالٍ فِيْ غَيْرِ حَالَةِ الصَّلٰوةِ يَجِبُ سَتْرُهَا عَنْ اَعْيُنِ النَّاسِ مِمَّنْ يَحْرُمُ نَظَرُهُ یعنی ستر ڈھانکنا صحتِ نماز کے لیے شرط ہے۔ گو آدمی خالی مکان میں کیوں نہ ہو۔ نماز میں مرد کے لیے زانو سے ناف تک عورۃ ہے یعنی اُسے زانو سے ناف تک ڈھانکنا فرض ہے اسی طرح لونڈی کو زانو سے ناف تک اور پیٹ پیٹھ ڈھانکنا فرض ہے۔ مگر آزاد عورۃ کو چہرے اور ہاتھ کی پہونچوں کے علاوہ سارا بدن ڈھانکنا فرض ہے۔ اگر نماز میں اس جسم کا کوئی حصہ کھلا رہے گا تو نماز درست نہ ہوگی) نماز کے علاوہ نامحرموں یعنی اُن جنہوں سے ستر عورۃ کرنا واجب ہے جن سے شرعاً نکاح کرنا جائز ہو۔ دو کپڑے کے ہوتے صرف ایک چادر سے بھی نماز ہو جاتی ہے بشرطیکہ تمام ستر چھپا ہوا ہو۔ مونہہ ڈھانک کر یا کپڑا لپیٹ کر نماز پڑھنی منع ہے مطلب یہ ہے کہ بے پردگی داخل بے شرمی ہے اور خلافِ ادب اس واسطے اس کو مبطلِ نماز ٹھیرایا گیا ہے۔ جب نماز میں آدمی خدا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کو خواہی نخواہی پاس ادب ملحوظ رکھنا ہوگا جواز و عدم جواز کی بحث دوسری ہے۔ آدمی کو عبادۃ کے وقت مؤدب ہونا ضرور ہے اور ہر شخص رسم و رواج اور اپنی حالت کے مناسب اپنے لیے ادب کی عد قرار دے سکتا ہے۔ مجھے ایک بزرگ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ وہ مقربانِ شاہی میں سے تھے اور ۱۸۵۷ء عیسوی غدر سے پہلے کی بات ہے تو وہ بزرگ بہ تعلق خدمت ہر روز بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتے تو دربار میں جانے سے پہلے ہاتھ مونہ دھو کر ڈاڑھی میں کنگھی کرتے بہتر سے بہتر لباس پہنتے کمر باندھتے اور میں نے بچشم خود دیکھا کہ پانچوں نمازوں کے لیے وہ یہی اہتمام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خدمتگار دروازے ہی کی ہتھیلی جوتی ناکر رکھ دیتا۔ اور نماز کے بعد وہ درباری کپڑے اتار دیتے اور خدمتگار جوتی بھی اٹھا کر رکھ دیتا۔ ادب شناس بندے ایسے ہوتے ہیں۔

لفظ نیۃ کا عربی یا اپنی زبان میں ادا کرنا ضرور نہیں لوگوں نے جبرا سے جزو نماز قرار دے رکھا ہے۔ یہ اُن کی غلطی ہے ۱۲۔

استقبال قبلہ و ترکیب نماز

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ط (بقرہ ع ۱۵۔ پارہ ۱)

اور[1] اللہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ) ابراہیم کی جگہ کو نماز کی جگہ مقرر رکھو۔

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ط (بقرہ ع ۱۷۔ پارہ ۲)

(اے پیغمبر حکم تحویل قبلہ کے انتظار میں) تمہارا مُونہ پھیر پھیر کر آسمان کی طرف دیکھنا ہم ملاحظہ فرما رہے ہیں تو گھبراؤ نہیں جو قبلہ تم چاہتے ہو ہم تم کو اسی کی طرف پھر جانے کا حکم دیں گے (اچھا) تو (آپ نماز پڑھتے وقت) مسجد محترم (یعنی کعبہ) کی طرف اپنا مُونہ کر لیا کرو اور (مسلمانو تم بھی) جہاں کہیں ہو اکرو اُسی کی طرف کو اپنا مُونہ کر لیا کرو۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ط وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○ بقرہ ع ۱۸۔ پارہ ۲۔

اور (اے پیغمبر) تم کہیں سے بھی نکلو یہاں تک کہ مکے سے بھی تو جہاں ہو نماز میں) اپنا مُونہ مسجد محترم کی طرف کر لیا کرو اور یہ (یعنی نیا قبلہ) برحق (اور) تمہارے پروردگار (کے حکم) سے ہے اور (مسلمانو!) اللہ تمہارے عملوں سے بے خبر نہیں ۔

من المترجم۔ نماز پڑھنے کھڑے ہوں تو قبلے کی طرف مُونہ کر کے دونوں ہاتھ کانوں یا مونڈھوں تک اُٹھائیں اور تکبیر تحریمہ[2] یعنی اللہ اکبر کہہ کر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پونہچے پر رکھ کر ہاتھ باندھیں پھر آہستہ سے یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ یعنی خداوندا مجھ میں اور میرے گناہوں میں اتنی دوری ڈال دے جتنی پورب اور پچھم میں دوری ڈال رکھی ہے۔ الٰہی! تو مجھے گناہوں سے ایسا ہی پاک کر دے جیسا سفید کپڑا میل کچیل سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ الٰہی! تو میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اولوں سے دھو ڈال۔ ازاں بعد آہستہ سے تعوذ[3] پڑھیں یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ[4] پڑھ کر الحمد پڑھیں۔ پھر امام اور اکیلا نمازی مجبور اور

[1] مراد ابراہیم کی جگہ سے تمام مسجد حرام ہو تو مطلب یہ ہو کہ نماز میں مسجد حرام کی طرف مُونہ کر لیا کرو ۱۲ [2] اسے تکبیر اُولےٰ بھی کہتے ہیں کیونکہ رکوع سجود وغیرہ میں جو تکبیریں ہوتی ہیں اُن سب میں یہ پہلی تکبیر ہے۔ اور تکبیر تحریمہ کہنے کی یہ وجہ ہے کہ اس کے بعد سوائے نماز کے اور فعل حرام ہو ۱۲ [3] سننے والے اور جاننے والے خدا کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود کے خطرے اور اس کے وسوسے اور اس کے جادو منتر سے ۱۲ [4] شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے ۱۲

مغرب اور عشا کی دونو نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور قرآن کی چند اور آیتیں یا کوئی سورہ پکار کے پڑھے اکیلا آدمی ان نمازوں میں آہستہ قراۃ کرے تو بھی کچھ مضایقہ نہیں۔ ظہر اور عصر کی دونوں نمازوں میں قراۃ چپکے سے پڑھیں مسبوق[1] کو چاہیئے کہ امام کو جس حالت میں پائے فوراً شریک جماعت ہو جائے اور نماز کا جتنا حصہ باقی رہ جائے امام کے سلام پھیرنے کے بعد پورا کرے۔ غرض کہ جب پہلی رکعت پوری ہو چکے تو اللہ اکبر کہہ کے رکوع میں جائیں رکوع میں سر کو اونچا نیچا نہ کریں بلکہ ہموار رکھیں اور گھٹنوں کو ہاتھوں سے مضبوط پکڑیں اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ[2] تین یا زیادہ دفعہ کہیں۔ تین دفعہ کہنا تعدیل کا ادنےٰ درجہ ہے اور تعدیل کہتے ہیں سکون اطمینان سے ہر رکن کے ادا کرنے کو اور یوں تو ایک دفعہ کے کہنے سے بھی رکوع ادا ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ[3]۔ رکوع کی حالت میں قرآن پڑھنا منع ہے۔ رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ امام ہو تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ[4] اور بعض روایات کے مطابق سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ[5] پڑھے مقتدی ہو تو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ یا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ[6] کہے۔ زاں بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائیں اور تین دفعہ یا زیادہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى یا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ[7] کہیں۔ سجدے میں کپڑوں کو سمیٹیں نہیں۔ اور پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں و قدموں کے دونوں پنجوں پر سجدہ کریں۔ اور ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھیں۔ پاؤں کی انگلیوں کے سرے قبلہ رُخ رہیں اور دونوں ہاتھ کانوں کے پہلو میں کہنیاں زمین سے اس قدر اونچی رہیں کہ اگر بیچ میں سے بکری کا بچہ گذرنا چاہے تو آسانی گذر جائے۔ اور دونوں بغلوں کی سفیدی صاف نمایاں ہو۔ کسی شاعر نے سجدے کی کیفیت ایک مصرع میں یوں ظاہر کی ہے مصرعہ شکم ران سے، ران پنڈلی سے دور سجدے میں زمین پر ہاتھ بچھانے منع ہیں۔ سجدے سے فارغ ہوں تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر چین سے بیٹھیں اور یہاں تک بیٹھیں کہ ہر ہڈی اپنے ٹھکانے پر آ جائے۔ محدثین اسی کو جلسۂ استراحت کہتے ہیں۔ اس جلسے میں یہ دعا پڑھنی حدیث سے ثابت ہوتی ہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ[8] اب دوسرا سجدہ کریں اور جو پہلے سجدے میں پڑھا تھا۔ اس میں بھی پڑھیں۔ دوسرے سجدے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر اٹھیں اور زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعت کے لیئے کھڑے ہو جائیں۔ یہ دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح ادا کریں۔ مگر اس میں دعاء استفتاح نہ پڑھیں دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر بایاں پاؤں بچھائیں اور دایاں پاؤں کھڑا کر کے بیٹھیں دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھ کر تشہد پڑھیں۔ تشہد یہ ہے۔

---

[1] جو شخص نماز میں بعد کو شامل ہو اور اس کے شامل ہونے سے پہلے کچھ نماز پڑھی جا چکی ہو اسے مسبوق کہتے ہیں ۱۲ [2] پاک ہے میرا پروردگار سب سے بڑا ۱۲ [3] اے خدا تو پاک ہے اے ہمارے پروردگار اور ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ خداوندا مجھے بخش دے ۱۲ [4] خدا نے اس کی بات سنی جس نے اس کی تعریف کی اے خدا اے ہمارے پروردگار تیرے لیئے تعریف ہے آسمانوں بھر اور زمینوں بھر اور بقدر بھرنے اس چیز کے کہ چاہے تو اس کے بعد ۱۲ [5] اے خدا اے ہمارے پروردگار تیرے ہی لیئے حمد ہے اے ہمارے پروردگار اور تیرے ہی لیئے تعریف ہے بہت پاک مبارک تعریف ۱۲ [6] خداوندا مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور میرے نقصان کو پورا کر اور مجھے ہدایت اور روزی نصیب کر ۱۲

[7] خداوندا تو پاک ہے اے ہمارے پروردگار اور ہم تیری حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں خداوندا مجھے بخش دے ۱۲ [8] پاک ہے میرا پروردگار عالی شان ۱۲

التحیات للّٰہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ السلام علینا
وعلیٰ عباد اللّٰہ الصالحین اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ اشھد ان لا الٰہ
کہتے وقت شہادۃ کی انگلی اُٹھا کر اشارہ کریں تشہد پڑھ کر تیسری رکعۃ کے لیے اُٹھیں تیسری اور چوتھی رکعۃ بھی پہلی
اور دوسری رکعۃ کی طرح پڑھیں لیکن فقہاء نے فرض و سنت کی تیسری اور چوتھی رکعۃ میں اختلاف کیا ہی۔ فرض نماز کی
تیسری اور چوتھی رکعۃ میں ان کے نزدیک صرف سورۃ فاتحہ پڑھ لینی کافی ہی۔ اور سنن کی پچھلی دو رکعتیں اول اور دوسری
رکعتوں کی طرح پڑھنی چاہئیں یعنے فاتحہ کے ساتھ کوئی اَور سورۃ بھی ملانی ضرور ہی۔ آخر رکعۃ کے دونوں سجدوں کے بعد اسی طرح
بیٹھیں جس طرح دوسری رکعۃ کے بعد بیٹھے تھے۔ مگر محدثین کے نزدیک اس آخری تشہد میں بایاں پاؤں نکال کر بائیں جانب
کے پہلو پر بیٹھنا بھی مسنون ہی اور اسی کو تورک کہتے ہیں۔ الغرض آخری رکعۃ سے فارغ ہو کر بیٹھیں تو التحیات اور التحیات کے بعد
یہ درود پڑھیں اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید اللّٰھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل
محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید درود کے بعد دعا پڑھیں اللّٰھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب
الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم اللّٰھم انی اعوذبک من عذاب
القبر واعوذبک من فتنۃ المسیح الدجال واعوذبک من فتنۃ المحیا وفتنۃ الممات اللّٰھم انی
اعوذبک من المأثم والمغرم یہاں تک پونہچ کر دائیں جانب گردن پھیر کر کہیں السلام علیکم ورحمۃ
اللّٰہ اور اسی طرح بائیں طرف گردن موڑ کر کہیں السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ (تم پر سلام ہو اور خدا کی رحمت ہو ۱۲)۔ یہ مسلمانوں کا باہمی سلام ہی اور
اس میں وہ فرشتے بھی داخل ہیں جو اس وقت حاضر ہوتے ہیں ❖

سُترہ کا بیان

جناب پیغمبر خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم عیدگاہ تشریف لے جاتے اور اس وقت عیدگاہ بنی نہ تھی کھلے میدان میں نماز پڑھی ہوتی
تو آپ کے سامنے برچھی گاڑ دی جاتی اور آپ اس کی آڑ میں نماز پڑھتے جب کوئی جنگل میں یا لوگوں کی گذرگاہ پر نماز پڑھنے
کھڑا ہو تو اپنے مونہ کے سامنے کوئی چیز کھڑی کرلے۔ اور نہیں تو صرف ایک لکڑی ہی گاڑ لے اور یہ بھی نہ ہو تو صرف ایک لکیر ہی
کھینچ لے۔ اس کے بعد اگر کوئی آگے سے گذرے گا تو نماز میں کچھ خلل نہ آئے گا۔ سترہ اونٹ کے کجاوے کی پچھلی لکڑی کے برابر
ہونا چاہئیے جو ایک ہاتھ کے قریب لمبی ہوتی ہی صرف امام کے سامنے سترہ ہونا مقتدیوں کے لیے بھی بس کرتا ہی نمازی کے

۱؎ ترجمہ: سب تحفے یعنی بندگی خدا کے واسطے ہیں اور بدن کی بندگی اور مال پاک کی بندگی خدا ہی کے لئے ہی سلام تم پر اے خدا کے نبی اور رحمۃ
اللّٰہ کی اور برکتیں اس کی۔ اور سلام ہم پر اور جتنے خدا کے نیک بندے ہیں سب پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی
دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں ۱۲ ۲؎ خداوندا محمد اور آل محمد پر ویسی ہی رحمت بھیج جیسی تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت بھیجی بے شک
تو بہت تعریف کیا گیا ہی بزرگی والا۔ خداوندا محمد اور آل محمد پر برکت بھیج جیسی تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت بھیجی بے شک تو ہی تعریف کیا گیا
ہی بزرگی والا ۱۲ ۳؎ خداوندا میں نے اپنی جان پر بہت بڑا ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔ تو تو بخش دے اپنے پاس
سے بخشنا اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہی۔ خداوندا میں عذاب قبر سے پناہ مانگتا اور دجال کے فتنے سے دوری چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے
[illegible]

کے سامنے دیوار یا درخت یا اونٹ ہو تو وہی سترہ ہے۔ نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو اس کی بُرائی معلوم ہو جائے تو سو برس تک رُکا رہے اور آگے سے نہ گزرے ✤

نمازِ فجر کی کیفیت

فجر کی نماز میں پہلی دو رکعتیں بہ نیتِ سنتِ مؤکدہ پڑھیں پھر دو رکعت بہ نیتِ فرض۔ فجر کی سُنتیں ادا کرکے دائیں کروٹ کے بَل تھوڑی دیر لیٹنا مسنون ہے۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر تھوڑی دیر دائیں کروٹ پر استراحت فرما لیا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ رات کا بڑا حصہ عبادتِ الٰہی میں صرف کرتے تھے اور اس قدر قیام کرتے تھے کہ پاؤں مبارک وَرم کر آتے تھے اور خوف تھا کہ فیل پائی کا مرض پیدا ہو جائے اسی لیے خدا نے آپ کے حال پر مزید عنایت و شفقت ظاہر کرنے کے لیے آیۃ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى[1] نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ شب بیداری اور عبادت گزاری کی اس قدر مشقت نہ اُٹھاؤ۔ غرضکہ پیغمبر صاحب رات کو مصروفِ عبادت رہتے اور دن کو طرح طرح کے شغلوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس وقت تھوڑی دیر راحت پانے کی غرض سے لیٹ رہتے تھے۔ نیز آپ کو یہ بھی مدِنظر رہتا تھا کہ قرب جوار کے لوگ جمع ہو جائیں تو جماعتِ کثیر کے ساتھ نمازِ فجر ادا ہو۔ وائے ہو اُن لوگوں کے حال پر جو رات بھر تو پاؤں پھیلائے ہوئے نیند سوتے رہیں اور فجر کی سنتوں کے بعد اس اعتقاد سے کہ یہ پیغمبر صاحب کی سنت ہے بائیں کروٹ لیٹیں۔ جائے شرم ہے کہ جس کام پر یہ استراحت متفرع ہوئے اُسے تو بالائے طاق رکھیں اور استراحت کی نسبت سنت کا دعویٰ کریں۔ سُنتیں اگر جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہوں تو فرضوں کے بعد پڑھ لینے کا مضایقہ نہیں۔ اِن کے علاوہ اَور کوئی نماز فرضوں کے بعد سے سورج طلوع ہونے تک درست نہیں۔ فقہا رحمہم اللہ کے نزدیک یہ سُنتیں بھی فرضوں کے بعد پڑھنی درست نہیں۔ ہاں آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد پڑھنی چاہئیں۔ نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک نہ تو کوئی نماز ہی درست ہے نہ میت کو دفن کرنا اور نمازِ جنازہ ہی پڑھنا درست ہے۔ فجر کی فرض دو رکعتوں میں امام تو پکار کر قرأۃ پڑھے ہی گا اکیلا نماز پڑھنے والا بھی پکار ہی کر قرأۃ پڑھے تو بہت بہتر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھتا ہے وہ ڈیڑھ رات کے برابر نماز پڑھتا ہے۔ (مسلم) یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے والا امانِ الٰہی میں آ جاتا ہے (ابوداؤد و نسائی) پیغمبر صاحب فجر کی سنتوں کی بہت ہی حفاظت کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ آپ فجر کے فرض اکثر ایسے وقت ادا فرماتے کہ عورتیں نماز سے فارغ ہو کر جاتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پہچان نہیں پڑتی تھیں ✤

[1] (اے پیغمبر) ہم نے تم پر قرآن اس لیے تو نازل کیا نہیں کہ تم (اس کی وجہ سے) اس قدر مشقت اُٹھاؤ ۱۲ ف

ف پیغمبر صاحب پیغمبر ہوئے پیچھے اپنے نفس پر بڑی مشقت اُٹھاتے تھے راتوں کو نماز میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے پھر سارا سارا دن لوگوں کے سمجھانے اور وعظ کرنے میں گزرتا تھا۔ اور مسلمانوں کا کافروں کی ایذاؤں سے بچانا بجائے خود بڑا کام تھا۔ غرض منصبِ نبوت کی شرائط کا ادا کرنا کچھ آسان کام نہ تھا اور پیغمبر صاحب خدمتِ رسالت کے بجا لانے میں اس قدر زحمتیں اُٹھاتے تھے جس سے خوف ہوتا تھا کہ اُن کی تندرستی میں خلل واقع ہوگا اس لیے خدا نے بنظرِ مزید عنایت اُن کو زحمتِ شاقہ سے روک دیا ۱۲۔

نمازِ ظہر کی کیفیت

ظہر کی نماز میں فرضوں سے پہلے چار رکعتیں سنت ہیں اور بعض حدیثی روایات سے دو رکعتیں بھی ثابت ہیں۔ اس کے بعد چار رکعۃ فرض اور فرض کے بعد دو رکعۃ سنت۔ ظہر کی چاروں فرض رکعتوں میں امام اور اکیلے نمازی کو سورۃ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورۃ بھی چپکے سے پڑھنا مسنون ہے۔ لیکن پچھلی دو رکعتوں میں اگر صرف سورۃ فاتحہ ہی پر اکتفا کریں تو بھی کافی ہے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ظہر کی اِن چھ یا آٹھ سنتوں پر مواظبت کرے گا خدا اُس پر دوزخ کی آگ حرام کردے گا۔ عین دوپہر ڈھلتے وقت نماز پڑھنا میت کو دفن کرنا نمازِ جنازہ پڑھنا حرام ہے۔

نمازِ عصر کی کیفیت

عصر کے وقت صرف چار رکعتیں فرض ہیں۔ اِس نماز میں الحمد کے بعد چھوٹی اور مختصر سورتیں آہستہ سے پڑھیں۔ نمازِ فرض سے پیچھے اور کوئی نماز نہ پڑھیں۔ لیکن ہاں اُسی دن کی فرض نماز قضائیہ پڑھنی جائز ہے۔ حدیث میں اس نماز کی بہت تاکید آئی ہے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی نمازِ عصر ترک ہوگئی اُس کے تمام عمل ضائع گئے گذرے ہوئے وہ شخص دین کے اعتبار سے ایسا مفلس اور نادار ہو جاتا ہے گویا اُس کا سارا مال اور اہل و عیال لوٹ لیے گئے۔ فرضوں سے پیشتر چار رکعۃ سنتیں اور دو بھی آئی ہیں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فرضِ عصر سے پہلے چار رکعۃ سنت پڑھے۔ خدا اُس پر رحم فرمائے (ابوداؤد)

نمازِ مغرب کی کیفیت

مغرب کی تین رکعتیں فرض ہیں بعد کو دو سنتیں۔ گو مغرب کے فرضوں سے پہلے آفتاب کے غروب ہونے کے بعد بھی دو رکعتیں سنت ہیں مگر مؤکدہ نہیں۔ مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں امام اور اکیلے نمازی کو سورۃ فاتحہ اور کوئی اور سورۃ پکار کر پڑھنی چاہیئے اور تیسری رکعۃ میں خفیہ اِس میں اگر صرف الحمد پر اکتفا کیا جائے تو بھی کافی ہے۔ فرض کے بعد جو دو سنتیں پڑھی جاتی ہیں مؤکدہ ہیں ❊

نمازِ عشا کی کیفیت

عشا کے وقت چار رکعۃ فرض ہیں۔ پھر دو سنتیں۔ فرضوں سے پہلے بھی بعض حدیثوں میں چار اور بعض میں دو رکعتیں سنت آئی ہیں۔ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں قراءۃ پکار کر پڑھیں اور پچھلی دو رکعتوں میں آہستہ ❊

پانچوں وقت کی نمازوں میں بارہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں۔ فجر کے فرضوں سے پہلے دو۔ ظہر کے فرضوں سے پہلے چار بعد کو دو[2]

لہ عنوانِ صلاۃ کے نمبر ۲ میں آیہ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰى مع ترجمہ فائدہ گذر چکی ہے اُسے بھی دیکھنا چاہیئے ۱۲

مغرب کے فرضوں کے بعد دو۔ عشاء کے فرضوں کے بعد دو۔ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ان بارہ رکعتوں پر مداومت کرے گا اس کے لیے جنت میں ہر روز ایک نیا مکان بنایا جائے گا۔ (مسلم)

نماز سے فارغ ہونے کے بعد کے اوراد

اول تین دفعہ قدرے بلند آواز سے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہے پھر جونسی دعا چاہے پڑھے صحیح حدیثوں میں جو دعائیں بالخصوص فرض نماز کے بعد پیغمبر صاحب سے آئی ہیں ان کا یہاں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے دعائے اول[1] اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ مسلم کی روایت میں اس دعا کے الفاظ کسی قدر مختصر آئے ہیں اور وہ یہ ہیں اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ دعائے دوم[2] لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ دعائے سوم[3] اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ دعائے چہارم[4] اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔ دعائے پنجم[5] اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ۔

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے پیچھے ۳۳ تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۴ چونتیس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور ایک دفعہ[6] لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص اس طرح کہے گا اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اگرچہ دریا کے جھاگ کے برابر ہوں آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جو شخص فجر کی نماز کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھے گا[7] سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضٰی نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ تو قیامت کے دن سب سے زیادہ درجے پائے گا (مسلم)

الغرض ان دعاؤں میں سے جونسی دعا چاہیں پڑھیں۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا درست نہیں محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ یہ تو مشتبہ ہو گداگر کے ساتھ کہ جس طرح فقیر ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے۔ نمازی اپنا عرض مطلب بارگاہ

[1] خداوندا تو سلام ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلامتی رجوع کرتی ہے اے ہمارے پروردگار تو ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور ہمیں دار السلام یعنی جنت میں داخل کر۔ اے بزرگی و بخشش والے تو بڑا برکت والا ہے ۱۲ [2] خدا کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں تنہا اور اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے سلطنت اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے خداوندا جو چیز تو عطا کرے اس کا منع کرنے والا کوئی نہیں اور جو چیز تو منع کرے اس کا دینے والا کوئی نہیں اور تیرے قہر سے دولتمند کو اس کی دولتمندی کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی ۱۲ [3] خداوندا میں بزدلی اور بخیلی اور نکمی عمر کی طرف لوٹ جانے اور دنیا کے فتنے اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [4] خداوندا اپنے ذکر و شکر اور اپنی بہترین عبادت پر میری مدد کر ۱۲ [5] الٰہی میں تیری نعمت کے زائل ہونے اور تیری عافیت کے بدل جانے اور تیرے عذاب کے یکایک ٹوٹ پڑنے اور تیری تمام ناخوشیوں سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [6] خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں [illegible] ۱۲ [7] ہم خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں اس کی تعریف کے ساتھ اس کی مخلوق کی تعداد اور اس کی ذات کی رضامندی اور اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر ۱۲

مسلم کی روایت [illegible] ۱۲

سلام [illegible] بیان [illegible]

خداوندی میں ہاتھ پھیلا کر کرتا ہے۔ حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب پیغمبر صاحب ﷺ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ حدیث بیہقی میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہے اور ہر دو رکعت کے پیچھے التحیات ہے اور عاجزی مسکینی کا اظہار ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کا ہتھیلیوں کی طرف سے اٹھانا ہے اس وقت بندے کو کہنا چاہیے یا رب یا رب جس نے ایسا نہ کیا اس کی نماز ہو تو جاتی ہے مگر ناقص اور ناکمل ہوتی ہے۔

بیہقی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت یہاں تک ہاتھ اونچے کرتے تھے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی پیچھے والوں کو چمکتی دکھائی دیتی تھی۔

نماز جماعت کی فضیلت اور اس کی تاکید

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ (بقرہ ع ۵ پارہ الم)

اور نماز پڑھتے رہا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو تمہارے سے پہلے خشوع والے ہیں یعنی وقت ادائے نماز جھکتے ہیں اُن کے ساتھ تم بھی جھکا کرو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً (بخاری و مسلم)

ابن عمر سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز جماعت نماز منفرد سے (ثواب میں) ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ لَّا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا اَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ کسی کو لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم کروں اور جب لکڑیاں جمع ہو جائیں تو نماز کا حکم دوں اور اس کے لیے اذان کہی جائے پھر میں ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے اور میں اُن لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے پھر اُن کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تارکین جماعت میں سے کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ اس کو گوشت کی فربہ ہڈی یا دو عمدہ کُھر بکری کے پائے ملیں گے تو

لَشَهِدَ الْعِشَاءَ ◆ (بخاری)	تو نماز عشا میں ضرور حاضر ہوتا ◆

من المترجم - جماعۃ سے نماز پڑھنا اگرچہ سنت مؤکدہ ہے مگر پیغمبر صاحب کو اس بارے میں اس درجہ تاکید منظور تھی کہ جو شخص بلا عذر شرعی جماعۃ میں حاضر نہ ہوتا وہ منافق سمجھا جاتا اور اس قابل خیال کیا جاتا کہ اس کا گھر بار جلا دیا جائے عہد پیغمبر صاحب میں لوگوں کو جماعۃ کا یہاں تک اہتمام تھا کہ مریض اور معذور اور اپاہج تک دو آدمیوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلتا اور صف میں کھڑا کیا جاتا۔ عبد اللہ بن ام مکتوم جو نابینا صحابی تھے اور کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہ رکھتے تھے وہ بھی نماز جماعۃ میں حاضر ہونے سے معذور نہیں سمجھے گئے پیغمبر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہوتی ہے لیکن اگر ان کو خبر ہو ان نمازوں کی خوبی معلوم ہوتی تو گھٹنوں کے بل چل کر حاضر جماعۃ ہوتے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تندرست اور فارغ آدمی اگر بغیر عذر جماعۃ میں شریک نہ ہو تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ ہاں سرد راتوں اور بارش کی شبوں میں اگر جماعۃ میں حاضر نہ ہو تو کچھ مضایقہ نہیں۔ اسی طرح دشمن یا مخالف کا خوف ہو یا بیماری کے زیادہ ہونے کا تو جماعۃ کے ترک کرنے کا مضایقہ نہیں۔ اگر پیشاب یا پاخانے کی حاجۃ ہو یا کھانا سامنے رکھ دیا گیا ہو تو جائز ہے کہ ان سب کاموں سے فارغ ہو کر اطمینان سے شریک جماعۃ ہو۔ غرضکہ معذور آدمی کو جماعۃ سے غیر حاضر رہنا معاف ہے مسلم میں آیا ہے کہ عتبان بن مالک صحابی نے پیغمبر صاحب کی خدمۃ میں عرض کیا کہ میری آنکھیں جاتی رہی ہیں اور ایک قوم کی امامۃ میرے سپرد ہے۔ لیکن جب مینہ برستا ہے تو میرے اور مسجد کے بیچ میں نالہ بہتا ہے ایسی صورۃ میں میں امامۃ کرانے نہیں جا سکتا ہوں میری آرزو ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر میرے لیے نماز کی جگہ تجویز فرماویں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ ان شاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ آپ دوسرے روز کو حضرت ابو بکر صدیق رضی کو ساتھ لے کر عتبان کے مکان پر پہنچے اور فرمایا تم کس جگہ نماز پڑھنا چاہتے ہو۔ انھوں نے مکان کا ایک گوشہ متعین کر دیا۔ آپ نے تکبیر کہہ کر دو رکعۃ نماز نفل جماعۃ سے ادا فرمائی۔ اور اس خوشی میں عتبان کے گھر والوں نے پیغمبر صاحب کے لیے کھانا تیار کیا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام کی ابتدا تھی اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا تو کہیں فتح مکہ کے بعد حضرۃ کی وفاۃ کے قریب ہوا ہے ورنہ شروع شروع میں تو حضرۃ کے سمجھانے سے صرف معدودے چند اسلام لائے تھے اور وہ معدودے چند بھی یا تو وہ لوگ تھے جو حضرۃ کے جزو کل اندرونی حالات سے واقف تھے۔ اور حضرۃ کی صداقت اور دیانت کا ان کو کامل یقین تھا جیسے ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا یا حضرۃ ابو بکر رض یا حضرۃ علی رض۔ اور جو غیر تھے تو وہ دنیاوی وجاہت کے اعتبار سے لوگوں کی نظر میں کچھ بھی وقعۃ اور اعتبار نہیں رکھتے تھے اور انھوں نے اسلام کے اختیار کرنے میں سبقت بھی اسی وجہ سے کی تھی کہ جاہ و حشم دنیا سد راہ نہ تھا جیسے مغیرہ بن ولید کے غلام بلال رض جن کو ان کا موذی و ظالم آقا ان میں اسلام کی طرف کا میلان پا کر طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا اور آخر کار حضرۃ ابو بکر رض نے ان کو خرید کر مغیرہ کے پنجۂ ظلم سے چھڑایا تھا۔ یا عمار بن یاسر یا اسی طرح کے اور چند ضعفاء۔ تو ایسے ضیق کے وقت میں پیغمبر صاحب کو کفار کی ایذا دہی سے بچنے کے لیے تکثیر جماعۃ کی سخت ضرورۃ تھی۔ اور نماز جماعۃ کی تاکید بھی اسی غرض سے تھی کہ جتنے مسلمان ہیں مرد و زن ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھیں تاکہ مخالفوں پر اس گروہ کا کچھ اثر پڑے۔ سو خدا کے فضل سے اب ویسی ضرورۃ تو باقی نہیں رہی مگر تاہم اسلامی قوۃ

اسلامی شوکت یعنی مسلمانوں کی کثرت کا اظہار بھی جہاں تک ہو سکے اور جس جس طرح پر ہو سکے اسلام کی خدمت ہے اور نماز جماعت بھی اسلام کی خدمت کا ایک پیرایہ ہے۔ خدا غریق رحمت کرے شاہجہاں بادشاہ کو کہ وہ دہلی میں جامع مسجد بنوا گیا ہے جس کی شان کا معبد سارے ہندوستان میں کسی قوم کا نہیں۔ الوداع کے دن جب نمازیوں کا ہجوم ہوتا ہے اور اتنی وسعت پر اندر وہ مسجد جگہ نہیں ملتی۔ اور ایک اللہ اکبر کی آواز کے ساتھ ہزارہا آدمی رکوع میں جھکتے اور سجدے میں گرتے ہیں تو فرش زمین عرش بریں کا نمونہ بن جاتا ہے۔ جس کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ آسمان میں بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جس پر کوئی فرشتہ جبین نیاز سجدے میں نہ رکھے ہو +

جب نماز فرض کی تکبیر کہہ دی جائے تو اب بجز اس نماز کے اور کوئی نماز درست نہیں اگر کوئی شخص فرض یا نفل نماز پڑھ رہا ہو اور جماعت کی تکبیر کہہ دی گئی ہو تو نیت توڑ کر شریک جماعت ہو جائے ورنہ گنہگار ہے اذان ہوئے پیچھے مسجد سے نکلنا درست نہیں ہاں اگر کوئی شخص دوسری مسجد کا امام ہو یا پیشاب پاخانے کی حاجت رکھتا ہے یا مسجد کا امام بدعتی ہو یا مسجد میں کوئی بدعت کا کام ہو رہا ہو تو ان معذوریوں کی وجہ سے مسجد سے نکل جانا درست ہے +

صفوں کے برابر اور سیدھا کرنے کی تاکید میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ حدیث ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا لوگو! اپنی صفیں سیدھی کرو۔ اور سب مل کر نزدیک کھڑے ہو جاؤ میں تم کو پیچھے سے ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسا آگے سے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ فرمایا خدا کے بندو! صفیں برابر کرو ورنہ خدا تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا۔ یعنی صف کی پابندی نہ کر سکنا دلیل خود سری کی ہے۔ اور تمہید اختلاف کی +

امام کے نزدیک ایسے لوگوں کو کھڑا ہونا چاہیے جو دین میں زیادہ سمجھ رکھتے ہوں۔ جو لوگ پہلی صف میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کرتے اور ہمیشہ پچھلی صف میں کھڑے ہوتے ہیں وہ خدا کی رحمت سے پیچھے رہتے ہیں۔ عورتیں جماعت میں شریک ہوں تو سب سے پچھلی صف میں کھڑی ہوں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا ہے کہ مردوں کے لیے بہتر صف پہلی صف ہے اور بری پچھلی اور عورتوں کے لیے بہتر صف پچھلی اور بری پہلی۔ کیونکہ عورتیں جس قدر مردوں سے دور رہیں گی اتنا ہی ان کے حق میں بہتر ہو گا۔ مقتدیوں کو چاہیے کہ پہلے صف اول کو پورا کریں پھر دوسری تیسری کو غرض کہ آخر تک اسی طرح ہر صف کو پورا کرتے جائیں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ خدا اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور خدا اس شخص کو بہت عزیز رکھتا ہے جو صف اول میں قدم ملا کر کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح صف اول میں پہلے ان لوگوں پر رحمت خدا نازل ہوتی ہے جو دائیں طرف کھڑے ہوتے ہیں صف سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنی درست نہیں پیغمبر صاحب نے ایک شخص کو جو صف سے الگ ہو کر نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کہ پھر سے نماز پڑھ۔ صفوں میں اس طرح ترتیب ہونی چاہیے کہ سب سے پہلے مردوں کی صفیں اس پھر لڑکوں کی۔ پھر مخنثوں کی۔ پھر عورتوں کی۔ نمازی تھوڑے ہوں تو لڑکوں کو مردوں کی صف میں کھڑا ہونا جائز ہے پرے جما کر کھڑے ہونے میں ادب اور انتظام اور وقار کی شان پائی جاتی ہے جیسا کہ فوجی قواعد میں دیکھتے ہو اور نماز سے بہتر اس شان کے ظاہر کرنے کا اور کونسا موقع ہو سکتا ہے +

امامت

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاءَۃِ سَوَآءً فَاَعْلَمُھُمْ بِالسُّنَّۃِ فَاِنْ کَانُوْا فِی السُّنَّۃِ سَوَآءً فَاَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً فَاِنْ کَانُوْا فِی الْھِجْرَۃِ سَوَآءً فَاَقْدَمُھُمْ سِنًّا ۔ (مسلم)

ابو مسعودؓ سے روایت ہو کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا امام وہ شخص ہو جو سب میں قرآن اچھا پڑھتا ہو اور قرآن کے پڑھنے میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امام بنے جو سنت سے زیادہ واقف ہو اور جو قرآن و سنت میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امامۃ کا زیادہ استحقاق رکھتا جس نے سب سے پہلے ہجرۃ کی ہو اور جو اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ امام بنے جو عمر میں سب سے بڑا ہو ۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانُوْا ثَلٰثَۃً فَلْیَؤُمَّھُمْ اَحَدُھُمْ وَاَحَقُّھُمْ بِالْاِمَامَۃِ اَقْرَؤُھُمْ ۔ (مسلم)

ابو سعید کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امام بنے اور امامۃ کا حقدار وہ شخص ہو جو سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو ۔

ف ۔ اَلْمُقْتَدِیْھِمْ ۔ امام جماعۃ میں چند لیاقتوں کا ہونا ضرور ہو اُن میں سب سے مقدم اقرأ لکتاب اللہ ہونا ہو ۔ کتاب اللہ سے مراد ہی قرآن ہو اقرأ افعل التفضیل کا صیغہ ہو جس کے معنی ہیں قرأۃ یعنی پڑھنے میں سب سے افضل مگر فضل کس بات میں (۱) خوش آوازی میں (۲) کثرۃ تلاوۃ میں (۳) حفظ آیات میں (۴) تجوید میں کہ آ اور ع ۔ ت اور ط ز اور ذ ض اور ظ س اور ص کے مخارج میں اُس کو امتیاز صحیح ہو ۔ جس میں یہ سب باتیں ہوں اُس کو ہم اقرأ کہیں گے ۔ ان سب سے بڑی بات فہم قرآن ہو جس کی سخت ضرورۃ ہو اور اس کی طرف سے لوگ سخت غفلۃ اور بے پروائی کرتے ہیں اور ان کا پڑھنا طوطے کا سا پڑھنا ہو بلکہ تیتر کا سو بولنا کہ کوئی اُس کی آواز کو سبحان تیری قدرۃ سمجھتا ہو کوئی نون تیل ادرک ۔

جماعۃ کے لیے دو آدمیوں کا ہونا کافی ہو یعنی اگر ایک امام دوسرا مقتدی ہوگا تو بھی جماعۃ ہو جائے گی ۔ نابینا آدمی کو امام بنانا درست ہو ۔ پیغمبر صاحب نے عبداللہ ابن ام مکتوم کو خود اپنی غیبۃ میں امام مقرر کیا حالانکہ وہ نابینا تھے جوان اور بڑی عمر والوں کے ہوتے نابالغ لڑکا امام بنے تو اس کی امامۃ جائز ہو بشرطیکہ سب سے بہتر قرآن پڑھنا جانتا ہو صرف بدگمانی کی وجہ سے کسی مسلمان کی امامۃ سے انکار کرنا نہ چاہیے بلکہ ہر مسلمان کے پیچھے جس کا عقیدہ و طریقہ معلوم نہ ہو نماز پڑھنی درست ہو ۔ ہاں بدعتی اور منکر حدیث اور فرقہ امامیہ کے پیچھے نماز نادرست ہو پیغمبر صاحب نے فرمایا ہو اَلصَّلٰوۃُ وَاجِبَۃٌ عَلَیْکُمْ خَلْفَ کُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا کَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْکَبَائِرَ یعنی ہر مسلمان کے پیچھے نماز واجب ہو نیکوکار ہو یا گنہگار اگرچہ کبیرہ گناہ ہوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو ۔ امام کو چاہیے کہ قرأۃ میں تخفیف سے کیونکہ جماعۃ میں بچے بوڑھے ضعیف کمزور اور بیمار و حاجتمند سب ہی طرح کے لوگ ہوتے ہیں البتہ

تنہا نماز پڑھنے میں جس قدر چاہے قراءة طویل کرے۔ عورة عورتوں کی امامة کرسکتی ہی مگر اُسے صف کے بیچ میں کھڑا ہونا چاہئے
جناب ام المومنین حضرة عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامة کی اور اُن کے بیچ میں کھڑے ہوکر نماز پڑھائی۔ اسی طرح
حضرة ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامة کی۔ اور صف کے بیچ میں کھڑی ہوئیں۔ افضل امام کے ہوتے کم رتبے والے
کو امام بنانا بہتر نہیں مگر ایسی صورة میں نماز درست ہوجاتی ہی۔ کم رتبے کا آدمی امامة کر رہا ہو اور بڑے درجے کا آدمی آجائے تو
امام کو جائز ہی کہ خود مقتدی بن جائے اور اُسے امام بنائے نماز میں اگر امام قراءة میں بھول جائے تو مقتدی کو بتانا جائز ہے
ابو داؤد میں آیا ہی کہ ایک صحابی نے آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی آپ قراءة کرتے وقت کچھ آیتیں چھوڑ گئے
نماز کے بعد عرض کیا گیا کہ حضرة! آپ اتنائے قراءة میں فلاں فلاں آیتیں چھوڑ گئے۔ فرمایا تُو نے یاد کیوں نہیں دلادیں عرض
کیا گیا میں سمجھا تھا کہ شاید ان آیتوں کا پڑھنا منسوخ ہوگیا ہی۔ محدثین کے نزدیک نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے فرض نماز پڑھنی
درست ہی۔ اسی طرح فرض نماز پڑھنے والے کے پیچھے نفل نماز جائز ہی۔ امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کو
کھڑے ہوکر نماز پڑھنا چاہیئے ❊

مقتدی کو بہر حال امام کی اقتدا کرنی چاہیئے۔ رکوع سجدے قیام وغیرہ میں امام سے سبقة کرنا ناجائز اور بہت بُرا ہی۔ حدیث
میں آیا ہی کہ جو شخص امام سے پیشتر سر اُٹھاتا ہی قیامة کے دن اُس کا سر گدھے کا سا ہوگا۔ امام مقتدیوں کی رعایت نہ کرے اور
نماز میں کوئی بڑی سورة شروع کرے تو حاجتمند اور تھکے ماندے کو جائز ہی کہ نیّة توڑ کر علیحدہ نماز پڑھ لے جب کوئی شخص تنہا
نماز پڑھ رہا ہو اور ایک شخص پیچھے سے آکر نماز میں شریک ہونا چاہتا ہو تو اُسکے دائیں طرف پہلو میں کھڑا ہو جائے اور اگر
کوئی اَور بھی آجائے تو دونوں شخص امام سے پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوں۔ اگر خود نہ ہٹیں تو امام کو اُنھیں پیچھے ہٹا دینا چاہئے
لیکن پیچھے جگہ نہ ہو تو امام خود آگے بڑھ جائے اور جو آگے پیچھے کچھ بھی جگہ نہ ہو تو سب برابر کھڑے ہوکر نماز پڑھیں جب
کوئی شخص جہری نماز آہستہ پڑھ رہا ہو اور دوسرا شخص اُس کے پیچھے آکھڑا ہو تو وہ وہیں سے پکار کر پڑھنے لگے جہاں تک پڑھ
چکا تھا اور جو کچھ پڑھ چکا اُس کا دوہرانا ضرور نہیں ❊

مسبوق (جو ابتدائے نماز سے امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا پیچھے آکر ملا ہی) اگر امام کے ساتھ ایک رکعة بھی پائے گا تو اُسے تمام نماز کا ثواب
حاصل ہوگا۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ اس
حدیث کے دو محل ہیں ایک یہ کہ جس نے ایک رکعة بھی جماعة میں پائی اُس نے جماعة کی نماز کا ثواب حاصل کیا۔ دوسرے یہ کہ جس نے
بقدر ایک رکعة کے نماز کا وقت پایا اُس کی باقی نماز ادا ہی قضا نہیں۔ مثلاً صبح کی نماز میں ایک رکعة کے بعد آفتاب طلوع ہوا
یا عصر کے وقت ایک رکعة کے بعد آفتاب غروب ہُوا تو نماز ادا ہوگئی۔ یہی مذہب ہی امام شافعی رح کا لیکن امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک اس صورة میں عصر کی نماز تو ہوگئی لیکن فجر کی نماز آفتاب نکلنے سے باطل ہوگئی و دلائل الفریقین مبینة
فی المطولات ❊

فوت شدہ نمازوں کی قضا

۱ عَنْ اَنَسٍ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً فَلْیُصَلِّ اِذَا ذَکَرَھَا لَا کَفَّارَۃَ لَھَا اِلَّا ذٰلِکَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلشَّیْخَیْنِ اِذَا رَقَدَ اَحَدُکُمْ عَنِ الصَّلٰوۃِ اَوْ غَفَلَ عَنْھَا فَلْیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (صحیحین)

حضرۃ انس رض سے روایت ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آئے فوراً پڑھ لے اس کا بجز اس کے اور کچھ کفارہ ہی نہیں شیخین کی ایک روایۃ میں یوں آیا ہو کہ جب کوئی بے نماز پڑھے سو جائے یا غافل ہو جائے تو جس وقت یاد آئے پڑھ لے کیونکہ خدا فرماتا ہو وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (یعنی ہماری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو)

۲ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رض قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَخَافُ اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوۃِ فَقَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُکُمْ فَاضْطَجَعُوْا وَاَسْنَدَ بِلَالٌ ظَھْرَہٗ اِلٰی رَاحِلَتِہٖ فَغَلَبَتْہُ عَیْنَاہُ فَنَامَ فَاسْتَیْقَظَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ یَا بِلَالُ اَیْنَ مَا قُلْتَ فَقَالَ مَا اُلْقِیَتْ عَلَیَّ نَوْمَۃٌ مِثْلُھَا قَطُّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ قَبَضَ اَرْوَاحَکُمْ حِیْنَ شَآءَ وَرَدَّھَا عَلَیْکُمْ حِیْنَ شَآءَ یَا بِلَالُ قُمْ

ابو قتادہ رض کہتے ہیں کہ ہم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے بعض لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ پچھلی شب کو ہمارے ساتھ استراحۃ کے لیے اُتر پڑیں تو اچھا ہو فرمایا مجھے اندیشہ ہو کہ تم سو جاؤ اور نماز کا وقت نکل جائے بلال بولے کہ میں جگا دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ لیٹ گئے اور بلال کجاوے سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے ہانجام کار اُن پر بھی نیند نے غلبہ کیا اور وہ بھی سو گئے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اُس وقت بیدار ہوئے جب کہ سورج کا کنارہ نمودار ہو چکا تھا۔ فرمایا بلال! تم نے جو کہا تھا کہ میں جگا دوں گا وہ کہاں گیا عرض کیا مجھے تو اس جیسی نیند کبھی آئی ہی نہیں پیغمبر صاحب نے فرمایا خدا جب چاہتا ہو تمھاری روحیں قبض کر لیتا ہو اور جب چاہتا ہو پھیر دیتا ہو بلال! اُٹھو

۱ اس آیۃ کے ظاہر معنی تو وہی ہیں جو ہم نے ترجمے میں اختیار کیے اور اسی کو سیاق کلام مقتضی ہو مگر حضرۃ انس جو اس حدیث کے راوی ہیں اُن کا استدلال آیۃ سے اُسی وقت ٹھیک بیٹھتا ہو جب لذکری کے لام کو حین یا عند کے معنی میں لیا جائے اور آیۃ کا ترجمہ یوں کیا جائے کہ نماز پڑھا کرو جس وقت تمھیں ہماری یاد آجائے یعنی جب نماز پڑھنا بھول جاؤ تو جس وقت یاد آئے پڑھ لو ۱۲ منہ۔

فَاَذَّنَ النَّاسَ بِالصَّلٰوۃِ فَتَوَضَّأْنَا فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ قَامَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ جَمَاعَۃً ۔ (بخاری)	اور لوگوں میں نماز کے لیئے اذان دے دو زاں بعد پیغمبر صاحب نے وضو کیا اور جب سورج خوب اونچا ہو کر سفید پڑ گیا تو آپ نے جماعت سے نماز پڑھی ۔
عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ شَغَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ مِنْ اَرْبَعِ صَلَوٰتٍ حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰہُ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ۔ (ترمذی نسائی)	حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ خندق کی لڑائی میں مشرکوں نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں سے باز رکھا یعنی لڑائی کی تنگ و دو میں نماز پڑھنے کی فرصت نہیں ملی حتےٰ کہ رات کا کچھ حصہ گذر گیا تو آپ نے بلال کو اذان دینے کا حکم فرمایا۔ انھوں نے اذان دے کر اقامت کہی تو پیغمبر صاحب نے ظہر کی نماز پڑھی پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھی پھر اقامت کہی تو مغرب اور مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تو اقامت کہہ کر عشا کی نماز پڑھی ۔

من المترجم۔ خدا نے اپنے تعلق سے جتنے اعمال ہم پر فرض کیئے ہیں قلبی ہوں یا لسانی بدنی ہوں یا مالی اُن سے خدا کا تو کوئی فائدہ نہیں اس لیئے کہ وہ بے نیاز ہے اور فرماتا ہے اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِيْدٌ۔ غور کرکے دیکھا تو یہ اعمال ہمارے اور ہمارے ابنائے جنس ہی کے فائدے کے لیئے ہم پر فرض کیئے گئے ہیں تاکہ آدمی دنیا کی زندگی میں نہ آپ کسی طرح کی تکلیف اٹھائے اور نہ دوسروں کو کسی طرح کی تکلیف پہنچائے یعنی مرنج و مرنجاں طور پر زندگی بسر کرے۔ اب رہی یہ بات کہ خدا نے جو اعمال اپنے تعلق سے ہم پر فرض کیئے ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ ان کی بجا آوری میں ہمارا یا ہمارے ابنائے جنس کا کیا فائدہ ہے۔ سو ہر ایک عمل کے ذیل میں بقدر ضرورت ہم نے یہ بات بتا دی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اصل میں تو حقوق العباد کی حفاظت مقصود ہے اور حقوق اللہ کا عاجل نتیجہ یہ ہے کہ خدا کا خیال تازہ ہوتا رہے کیونکہ خدا کا خیال تازہ ہوتا رہے گا تو اس کے ساتھ یہ خیال بھی ضرور پیدا ہوگا کہ حقوق العباد خدا کے ٹھیرائے ہوئے ہیں تو خدا کا خیال حقوق العباد کو زیادہ مستحکم کرے گا حقوق العباد کو معاہدے کی دستاویز سمجھو اور حقوق اللہ کو اس کی رجسٹری تو حقوق اللہ کے شمول سے حقوق العباد کے لیئے دوہرے تقاضے ہو گئے۔ ایک اپنا اور اپنے ابنائے جنس کا فائدہ دوسرے خدا کا فرمودہ۔ حقوق العباد جو حقوق اللہ کے ملنے سے مؤکد ہو گئے ہیں اتنے بہت ہیں کہ آدمی اُن کی تمام و کمال بجا آوری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا کسی نہ کسی حق کی فروگذاشت سرزد ہوتی رہتی ہے اور اسی فروگذاشت کا نتیجہ ہے فساد۔ جس سے دنیا کبھی بھی خالی نہیں رہی ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِی النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ

۷ اگر تم اور جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں وہ سب کے سب مل کر بھی خدا کی ناشکری کرو تو خدا کو ذرا بھی پروا نہیں کیونکہ وہ بے نیاز اور ہر حال میں سزاوار حمد و ثنا ہے ۱۲

یعنی خود لوگوں کی ہی کرتوتوں سے (کیا) خشکی (میں) اور (کیا) تری میں (یعنی ہر جگہ ہر طرح کی) خرابیاں ظاہر ہو چکی ہیں اور اس کا ضروری نتیجہ یہ ہو (کہ لوگ جیسے جیسے عمل کر رہے ہیں خدا) اُن کو اُن کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تاکہ وہ (ایسی حرکات سے) باز آئیں" ❖

چونکہ حق حقوق کے سارے جھگڑے زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں اور زندگی کا زمانہ محدود ہو اس لیے اکثر حقوق مُوقت ہیں یعنی حق کے لیے ایک وقت مقرر ہو کہ اُس حق کو اُس وقت میں ادا ہونا چاہیے۔ مثلاً حقوق اللہ میں ایک حق نماز ہو کہ ہر ایک نماز کے لیے شارع نے ایک وقت ٹھیرا دیا ہو۔ اگر نماز وقتِ مقرر میں نہیں پڑھی تو بس اُس نماز کا کچھ عوض نہیں ہو سکتا اس لیے کہ جس وقت کا فریضہ تھا وہ وقت ہی گیا گزرا ہوا اور اُس کا لوٹا لانا انسان کے اختیار سے خارج ہو۔ اسی لیے تمثیل کے طور پر کہا گیا ہو کہ جب آدمی گناہ کرتا ہو تو گناہ کے اثر سے دل پر سیاہ نقطہ ہو جاتا ہو۔ اسی طرح ہر گناہ کے ساتھ نقطہ ہوتا رہتا ہو یہاں تک کہ بہت گناہ کرنے سے سارا دل سیاہ ہو جاتا ہو۔ حقوق جتنے بھی ہیں چاہے وہ خدا کے حقوق ہوں یا بندوں کے ایک طرح کا فرض ہیں اور اُس کو چاروناچار ادا کرنا ہو۔ حقوق اللہ میں اعمالِ موقت نماز[۱]۔ روزہ[۲]۔ زکوٰۃ[۳] اور حج[۴] چار حق ہیں نماز دن رات میں پانچ دفعہ۔ روزہ رمضان میں۔ زکوٰۃ نصاب پر حولِ کامل گزر جانے سے۔ حج مستطیع کے لیے زندگی بھر میں ایک بار۔ اِن حقوق میں سے روزے کی قضا کے لیے قرآن میں صریح حکم موجود ہی فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ حج کی قضا زندگی میں ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لیے کہ مستطیع کے دمِ واپسیں پر حج کا قضا ہونا محقق ہوتا ہو اسی لیے وارثانِ میت پر حج کی قضا رکھی ہو امام نسائی اَلْحَجُّ عَنِ الْمَيِّتِ الَّذِيْ لَمْ يَحُجَّ کے عنوان کے ذیل میں نقل کرتے ہیں اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَرَتْ اِمْرَاَةُ سِنَانِ بْنِ سَلَمَةَ الْجُهَنِيِّ اَنْ يَّسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اُمَّهَا مَاتَتْ وَلَمْ تَحُجَّ اَفَيُجْزِئُ عَنْ اُمِّهَا اَنْ تَحُجَّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّهَا دَيْنٌ فَقَضَتْهُ عَنْهَا اَلَمْ يَكُنْ يُجْزِئُ عَنْهَا فَلْتَحُجَّ عَنْ اُمِّهَا یعنی حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ سنان بن سلمہ جُہنی کی عورت نے کسی کو حکم کیا کہ وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرے کہ میری ماں حج کیے بغیر مر گئی۔ کیا اگر اس کی طرف سے حج کر دیا جائے تو وہ کافی ہو جائے گا پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا بے شک کافی ہو جائے گا۔ فرض کرو کہ اگر اُس کی ماں پر قرض ہوتا اور وہ اُس کی طرف سے ادا کرتی تو کیا اُس کی طرف سے ادا نہ ہوتا۔ ہوتا اور ضرور ہوتا۔ تو اُسے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنا چاہیے۔ ایک اور حدیث بایں مضمون آئی ہو اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ

---

[۱] پوری آیۃ اس طرح ہو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں (یعنی اہلِ کتاب) پر روزہ رکھنا فرض تھا تم پر بھی فرض کیا گیا تاکہ تم بہت سے گناہوں سے بچو (وہ بھی گنتی کے چند روز (میں) اس پر بھی جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں (ہو) تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری کر دے) اور جن کو کھانا دینے کا مقدور ہو اُن پر (ایک روزہ کا) بدلہ ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہو اور جو شخص اپنی خوشی سے نیک کام کرنا چاہے تو یہ اُس کے حق میں زیادہ بہتر ہو اور سمجھو تو روزہ رکھنا (بہرحال) تمہارے حق میں بہتر ہو ۱۲ ف

ف مطلب یہ معلوم ہوتا ہو کہ ہر ایک مسلمان کو فرضی روزہ رکھنا چاہیے مگر بیمار اور مسافر کو رخصت ہو کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے بعد کو قضا رکھ لے اور مقدور والا ہو تو قضا بھی نہ رکھے بلکہ روزے پیچھے ایک محتاج کا پیٹ بھر دے اور روزہ قضا بھی رکھے اور محتاج کا پیٹ بھی بھرے تو نور علیٰ نور کہ روزے کے بدلے روزہ ہوا اور فضیلۃ رمضان جو فوت ہو گئی تھی اُس کی تلافی کے لیے محتاج کا پیٹ بھر دیا۔ اگرچہ بیماری اور سفر کی حالت میں مقدور والوں کو قضا کے بدلے فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا ہو مگر اُن کے لیے بھی روزہ قضا کا رکھنا افضل ہو تاکہ لوگ روزے سے بچنے کے لیے بہانے نہ ڈھونڈیں ۱۲ ❖

أَبِيهَا مَاتَ وَلَمْ تَحُجَّ قَالَ حُجِّي عَنْ أَبِيكِ یعنی ایک عورت نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ کی بابت دریافت کیا جو بغیر حج کیے مر گیا تھا۔ فرمایا اپنے باپ کی طرف سے حج کرلے ✦

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةً نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ فَمَاتَتْ فَاَتَى اَخُوهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَرَءَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰى اُخْتِكَ دَيْنٌ اَكُنْتَ قَاضِيَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاقْضُوا اللهَ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ

یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حج کی منت مانی اور بے حج کیے مر گئی اُس کا بھائی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے یہ مسئلہ دریافت کیا فرمایا بھلا اگر تیری بہن پر قرض ہوتا تو تو اُسے ادا کرتا کہ نہیں عرض کیا کیوں نہیں فرمایا تو خدا کا قرض ادا کر دے۔ کیونکہ دَینِ اللہ زیادہ تر مستحق ادا ہے ✦

الغرض بر قیاس حج زکوٰۃ واجب شدہ کو اگر صاحب نصاب نے اپنی زندگی میں ادا نہیں کیا تو اُس کے وارثوں کو ترکۂ میت میں سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ بے شک حج اور زکوٰۃ کے بارے میں وارثوں کو دشواریاں پیش آئیں گی مگر انصاف اور مروت کا یہی تقاضا ہے۔ فرائض چہارگانہ میں سے نماز کی قضا کا کوئی حکم صریح قرآن میں پایا نہیں جاتا اس لیے ہم نے حدیث کی طرف رجوع کیا اور قضائے فائتہ کے متعلق تین حدیثیں نقل کیں۔ پھر نمازی دو قسم کے ہیں۔ ایک صاحب ترتیب۔ جس کی صرف پانچ یا پانچ سے کم نمازیں قضا ہوئی ہوں اور خدا کے نیک بندے ایسے بھی ہوں گے دوسرے وہ لوگ جن کی نمازیں پانچ سے زیادہ قضا ہوئی ہوں اور ایسے لوگوں کا ایک جم غفیر ہے لیکن صاحب ترتیب کے لیے تو یہ حکم ہے کہ جس ترتیب سے نمازیں قضا ہوئی ہیں اسی ترتیب سے بلا قید وقت ادا کرے۔ اور جو صاحب ترتیب نہیں اُس کو ترتیب کا پابند نہیں کیا جا سکتا۔ یہ طریقہ جو لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے کہ ہر ایک نماز کے ساتھ قضائے عمری کے نام سے اُسی وقت کی فوت شدہ نماز پڑھ لیا کرتے ہیں محمود طریقہ ہے اگر قضائے عمری زیادہ ہو جائے گی تو وہ نفل کے شمار میں آجائے گی۔ اور اِن شاء اللہ کفارہ ہوگی دوسری فروگذاشتوں کا اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ✦

نمازِ تہجد و تراویح

رات کو سو کر اُٹھنے پیچھے جو نماز پڑھی جاتی ہے اُسے تہجد اور رمضان شریف میں نماز عشا کے بعد جو پڑھی جاتی ہے اُسے تراویح کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نمازیں دو دو رکعتیں ہیں تہجد اور تراویح کی نماز آخر شب کو اپنے اپنے گھروں میں پڑھنا بہت بہتر ہے۔ تہجد کی نماز جس قدر چاہیں پڑھیں جب تک دل ہشاش بشاش رہے۔ تراویح کی تعداد رکعات میں علماء کا اختلاف ہے لیکن صاف بات یہ ہے کہ یہ بھی نمازِ تہجد کی طرح جس قدر رکعات ہو سکیں پڑھیں حتی کہ اگر کوئی شخص کبھی آٹھ کبھی بیس کبھی چالیس رکعتوں تک پڑھے تو کچھ مضایقہ نہیں کیونکہ خود پیغمبر صاحب اور صحابہ سے اس کی تعداد معین صاف طور پر ثابت نہیں ہوئی۔ تراویح میں جس قدر قرآن شریف پڑھیں بہتر ہے۔ لیکن ایک رات میں ایک شخص کو سارا قرآن ختم کرنا جسے شبینہ کہتے ہیں بدعت اور گناہ ہے قرآن مجید میں فرمایا ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا یعنی اور (اے پیغمبر) قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو تو جو شخص ایک رات میں قرآن ختم کرتا ہے وہ کس طرح امر ترتیل پر عمل کر سکتا ہے۔ ہم نے اس حصہ

آخر میں حقوق قرآن کے عنوان میں آداب تلاوۃ قرآن لکھے ہیں وہاں اس کی مفصّل بحث ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین دن سے کم میں قرآن ختم کرتا ہے وہ قرآن نہیں سمجھتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں (ترمذی) حضرت نے فرمایا کہ سات روز میں قرآن ختم کیا کرو۔ تراویح میں اگر زیادہ قرآن پڑھنا چاہیں اور کھڑے رہنے سے تکلیف ہو تو امام بیٹھ کر قرآن پڑھے اور ختم ہونے کے قریب کھڑے ہو کر رکوع کرے حضرت نے فرمایا جب تک طبیعت میں شوق و ذوق ہو نماز میں مصروف رہیں اور جب سستی و ضعف غالب ہو فوراً بیٹھ جائیں مقتدی بھی اگر بیٹھکر قرآن سنیں اور رکوع میں جانے کے وقت کھڑے ہو جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ✝

نمازِ وتر

وتر سنّت[1] ہے یا واجب اس میں علمار کا قدرے اختلاف ہے۔ اکثر علما سنّت کہتے ہیں اور بعض واجب بہر صورت کچھ بھی ہو پیغمبر صاحب اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کا فعل ہے جس پر عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک برابر تعامل چلا آیا ہے۔ اس نماز کا وقت عشار کے فرضوں کے بعد سے صبح صادق کے طلوع ہونے تک ہے افضل تو یہی ہے کہ آخر شب میں پڑھے۔ لیکن جسے خوف ہو کہ پچھلی رات کو اٹھ نہ سکے گا وہ سونے سے پیشتر پڑھے۔ اگر کوئی وتر پڑھنا بھول گیا تو جب یاد آئے پڑھے۔ وتر کی تعداد رکعۃ میں بھی علمار کا وہی جھگڑا پڑا ہوا ہے جو تراویح کی تعداد رکعۃ میں تھا لیکن پیغمبر صاحب کی احادیث پر جہاں تک نظر ڈالی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی تو آپ نے ایک رکعۃ پڑھی ہے کبھی تین کبھی پانچ اس لیے ہمارے نزدیک یہ اس قدر جھگڑے کی بات نہیں ہے جتنا کہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں جب پیغمبر صاحب اور آپکے جاں نثار صحابہ نے تین رکعتیں بھی پڑھیں ہیں اور پانچ بھی اور ایک بھی تو ہم جو نبی ایک شق پر چاہیں عمل کریں اور چاہیں تو یکے بعد دیگرے سب پر عمل کریں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات وتر کی پہلی رکعۃ میں سبح اسم اور دوسری میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قل ھو اللہ پڑھا کرتے تھے۔ نمازِ وتر کے بعد تین دفعہ یہ تسبیح کہنا مسنون ہے سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ وتر میں دعائے قنوت پڑھنے کے بارے میں کئی حدیثیں آئی ہیں پہلی حدیث[2] اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ حضرت حسن بن علی فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت وتر میں پڑھنے کے لیے مجھے

[1] فرض اور واجب اور سنت میں فرق یہ ہے کہ فرض کا تارک کافر ہے اور واجب کا تارک گنہگار اور سنت کا تارک ملوم سنتیں اسلئے مقرر ہوتی ہیں کہ فرائض میں جو نقصان واقع ہو یہ اُس نقصان کا جبر اور تلافی کردیں سنن اور نوافل تنہا ادا کیے جاتے ہیں اور فرائض و واجبات کو جماعۃ سے ادا کرنا افضل ہے ۱۲

[2] ہمارا بادشاہ پاک اور ہر طرح کے عیب سے منزہ ہے ۱۲ [3] خداوند! جن لوگوں کو تونے ہدایۃ کی ہے ان کے زمرے میں مجھے بھی ہدایت دے اور مجھے دنیاوی اور اُخروی آفتوں سے عافیۃ میں رکھ۔ ان لوگوں کے زمرے میں جنھیں تُو نے عافیۃ دے رکھی ہے اور ان لوگوں کے گروہ میں میری کارسازی کر جن کی تُو نے مدد کی اور جو تو نے مجھے عطا کیا ہے اس میں برکت دے اور مجھے اس چیز کی برائی سے بچالے جو تو نے میرے مقدر میں لکھی ہے کیونکہ تیرا حکم سب پر چلتا ہے اور تجھ پر کسی کا حکم نہیں چلتا جس کا تو نگہبان ہوا وہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس کو تو نے دشمن رکھا وہ ہرگز عزت نہیں پا سکتا ۱۲ ✝

یہی دعا تعلیم فرمائی۔ دوسری حدیث میں دعائے قنوت یوں آئی ہےاَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ الْجِدَّ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ ۔ تیسری حدیث میں یہ دعا آئی ہےاَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْکَفَرَةَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَاءَکَ اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَاَنْزِلْ بِھِمْ بَاْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ الْجِدَّ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ اِنَّ عَذَابَکَ الْجِدَّ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ ۔ چونکہ آخر کی دونوں حدیثوں میں علمائے فن رجال نے بہت کچھ کلام کیا ہے۔ اس لیے وتر میں وہی دعائے قنوت پڑھنی بہتر ہے جو پہلے گزری ☆

اُن باتوں کا ذکر جو نماز میں ناجائز یا جائز ہیں

نماز کی حالت میں سانپ بچھو کو مار ڈالے تو نماز میں کچھ نقص نہیں آتا۔ اگر فرش مسجد تپ رہا ہو تو سجدے کی جگہ کپڑا یا مٹی ڈال لینے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز ظہر پڑھا کرتے زمین گرم ہوتی تو مٹی مٹھی میں ٹھنڈا کر کے سجدے کی جگہ ڈال لیتے اور اُس پر سجدہ کرتے۔ اندھیرے مکان میں نماز پڑھنا درست ہے بشرطیکہ استقبالِ قبلہ فوت نہ ہونے دے۔ نمازی چھینکنے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا کہے تو اس سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا آنے والا نمازی کو سلام کرے تو زبان سے جواب نہ دے بلکہ ہاتھ سے اشارہ کر دے اور یہ مبطلِ نماز نہیں۔ نماز میں سجدے کی جگہ کو مٹی اور غبار سے صاف کرنے کے لیے پھونکنا منع ہے کیونکہ اس میں ایک استکبار آتی ہے۔ بلکہ آدمی کو مناسب ہے کہ پیشانی کو اچھی طرح خاک آلودہ ہونے دے تاکہ گروہ سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ میں داخل ہو۔ ہاں کنکریاں تکلیف پہنچائیں تو ایک مرتبہ ہاتھ سے ہٹا دینا جائز ہے۔ اثنائے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے کیونکہ یہ ہیئت کسل و کاہلی پر دلالت کرتی ہے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا بھی جائز نہیں اس لیے کہ یہ منافی ادب اور مخالفِ خشوع و خضوع ہے۔ دعا کرتے وقت آسمان کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا نادرست ہے۔ وجہ یہ کہ اس سے خدا کی تجسیم کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ نمازی کو اگر کوئی شخص باہر سے پکارے اور یہ اسی

ف۱ خداوندا ہم تجھ سے مدد مانگتے اور تجھ سے بخشش چاہتے اور تجھ پر ایمان رکھتے اور تجھ پر بھروسا کرتے ہیں اور ہم تیری بہترین تعریف کرتے ہیں ہم تیرا شکر کرتے اور ناشکری سے بچتے ہیں ہم اُس کو چھوڑ دیں گے جو تیرا گناہ کرتا ہے خداوندا ہم تجھی کو بندگی کرتے اور صرف تیرے ہی لیے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں ہم تیری خدمت کی طرف دوڑتے اور تیری رحمت کی امید رکھتے اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا قطعی اور یقینی عذاب کفار کو پہنچنے والا ہے ۱۲ ف۲ الٰہی ہم کو اور سب ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور اُن کے دلوں میں میل جول پیدا کر دے اور اُن کے سارے کام سنوار دے اور تو اور اُن کے دشمنوں پر اُن کی مدد کر۔ خداوندا کفار کو جو تیری راہ سے لوگوں کو روکتے تیرے پیغمبروں کو جھٹلاتے تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں لعنت کر۔ الٰہی اُن کی باتوں میں مخالفت پیدا کر دے۔ اُن کے قدموں کو ڈگمگا دے۔ اُن پر اپنا وہ عذاب نازل کر جسے تو گنہگار قوم پر سے ردّ ہی نہیں کرتا شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے خداوندا ہم تجھ سے دعا مانگتے تجھ سے بخشش چاہتے تیری بھلائی کے ساتھ تعریف کرتے اور تیری ناشکری نہیں کرتے ہیں ہم اُس شخص کو چھوڑ دیں اور ترک کریں جو تیرا گناہ کرے گا۔ شروع اللہ کے نام سے جو بہت رحم والا نہایت مہربان ہے خداوندا ہم تجھی کو بندگی کرتے تیرے ہی لیے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے اور تیری ہی طرف دوڑتے اور تیری خدمت میں شتابی کرتے اور تیرے یقینی عذاب سے ڈرتے تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں بے شک تیرا عذاب یقینی کفار کو پہنچنے والا ہے ۱۲ ف۳ خدا کو تعریف ہے بہت تعریف پاک تعریف مبارک تعریف ۱۲ ف۴ اُن کی شناخت یہ ہے کہ سجدے کے گٹے اُن کی پیشانیوں پر ہیں ۱۲ ☆

مطلع کرنے کی غرض سے سبحان اللہ کہہ دے تو درست ہی۔ نماز میں حتی الامکان جمائی روکے اور مونھ سے ہا کا لفظ نہ نکالے کیونکہ اس وقت شیطان مونھ میں داخل ہوتا اور ہنستا ہی۔ نماز میں اگر امام قرأۃ کرتے ہوئے کچھ بھول جائے تو مقتدی کو جائز ہی کہ اُسے لقمہ دیدے گو فرض نماز ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ سنن ابو داؤد میں آیا ہی کہ ایک دفعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جہری نماز پڑھ رہے تھے۔ قرأۃ میں کچھ سہو ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو فلاں موقع پر سہو ہو گیا تھا۔ فرمایا پھر تُو نے بتایا کیوں نہیں۔ جب تم میں سے کسی کو قرأۃ میں سہو ہو جائے یا غلط پڑھنے لگے تو اُس کا بھائی اُسے بتا دیا کرے۔ مگر فقہاء متاخرین کہتے ہیں کہ اگر امام بقدر تین آیتوں کے پڑھ چکا ہی تو مقتدی کو لقمہ دینے کی ضرورۃ نہیں کیونکہ کم از کم تین آیتوں کے مقدار یا ایک بڑی آیۃ کی قرارۃ واجب ہے اور جب امام قرأۃ واجب ادا کر چکا تو اب مقتدی کو کیا ضرور ہی کہ اُسے لقمہ دے اگر وہ غلط بھی پڑھ رہا ہی تو واجب سے زائد پڑھ رہا ہی۔ بعض قرآنی آیات کے جواب جو حدیث میں آئے ہیں وہ اس سے مستثنٰی ہیں بلکہ امام اور مقتدی دونوں کے لیے مسنون اور موجب ثواب ہیں۔

قرآنی آیات کے جواب

جب کوئی شخص آیۃ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ[1] پڑھے یا سُنے تو سُننے اور پڑھنے والے دونوں کو یوں جواب دینا چاہیے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِّعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ وَلَکَ الْحَمْدُ[2]۔ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ قیامت کی اخیر آیۃ اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی[3] نماز میں پڑھے تو خارج از نماز پڑھے تو دونوں صورتوں میں لفظ بَلٰی[4] کہنا چاہیے اور جو سورۃ مرسلات کی اخیر آیۃ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ[5] نماز میں یا نماز کے باہر پڑھے اُسے اٰمَنَّا بِاللّٰہِ[6] کہنا چاہیے علی ہذا القیاس جو شخص سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی[7] پڑھے اُسے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی[8] کہنا چاہیے۔ سورۃ والتین کی پچھلی آیۃ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ[9] پڑھے تو پڑھنے اور سُننے والے دونوں بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰہِدِیْنَ[10] کہیں بہتر تو یہ ہی کہ اِن آیات کا جواب پکار کر دے کیونکہ سنت سے ایسا ہی ثابت ہوا ہی۔ لیکن اگر کوئی شخص آہستہ سے بھی جواب دے دے گا تو بھی جائز ہو جائے گا۔

---

[1] (اے جنو اور آدمیو!) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں سے مُکرو گے ۱۲ [2] اے ہمارے پروردگار ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمۃ کو نہیں مکرتے اور تیرے ہی لیے تعریف ہی ۱۲ [3] کیا وہ (خدا جس نے یہ کچھ کیا۔ قیامت میں) مُردوں کے جلا اٹھانے پر قادر نہیں ہی ۱۲ [4] ہاں کیوں نہیں ۱۲ [5] اب اس (قدر وعظ و نصیحت) کے بعد (ایسی اَور) کون سی بات (رہی جس) سے یہ لوگ ایمان لائیں گے ۱۲ [6] ہم خدا پر ایمان لائے ۱۲ [7] (اے پیغمبر) اپنے پروردگار (عالی شان) کے نام کی تسبیح و تقدیس کیا کرو ۱۲ [8] میرا پروردگار (عالی شان) پاک ہی ۱۲ [9] کیا خدا سب حاکموں سے بڑا حاکم (اور قدرۃ والا) نہیں ہی (تو منکرین قیامت اُس سے کیوں نہیں ڈرتے) ۱۲ [10] ہاں قدرۃ والا ہی اور میں اس پر گواہ ہوں ۱۲

اشراق وچاشت کی نمازیں

اشراق کی نماز کا وقت طلوعِ آفتاب سے لے کر کچھ دن چڑھے تک باقی رہتا ہے۔ جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نمازِ فجر سے فارغ ہو کر آفتاب کے طلوع ہونے تک نماز کی جگہ بیٹھا مصروفِ ذکرِ الٰہی رہتا اُسے ہر روز چار بنی اسمٰعیل غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جو نمازِ اشراق کی دو یا چار رکعتیں پڑھتا ہے اُسے حج و عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ نمازِ چاشت کا بہتر وقت وہ ہے کہ ہر طرف دھوپ پھیل جائے۔ ہمارے یہاں یہ وقت علی اختلاف الفصول نو دس بجے کے قریب ہوتا ہے۔ اس نماز کی دو یا چار رکعتیں ہیں اور بعض حدیثوں میں چھ بھی آئی ہیں بلکہ بعض میں بارہ بھی[12] ✤

صلوٰۃ التسبیح

اس نماز کی بزرگی حدیثوں میں بہت کچھ بیان ہوئی ہے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں جو اس نماز کے متعلق ایک بڑی حدیث مذکور ہے اُس میں جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرۃ عباسؓ کو صلوٰۃ التسبیح کی ترغیب اور اس کے پڑھنے کی ترکیب بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس نماز سے دس طرح کے گناہ مٹ جاتے ہیں یعنی اگلے پچھلے۔ نئے پرانے۔ قصداً سہواً۔ چھوٹے بڑے۔ ظاہر پوشیدہ۔ اس نماز کی چار رکعتیں ہیں پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورۃ پڑھی جاتی ہے اور قراۃ سے فارغ ہو کر پندرہ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اب رکوع میں جانا ہوتا ہے اور یہی کلمات دس مرتبہ کہنے ہوتے ہیں رکوع سے سر اٹھا کر قومے میں بھی دس دفعہ یہی کلمات کہے جاتے ہیں سجدہ میں اور سجدے کے بعد جلسے میں اور جلسے کے بعد دوسرے سجدے میں بھی دس دس دفعہ کلمات مذکورہ پڑھے جاتے ہیں اور دوسرے سجدے سے اُٹھ کر جلسۂ استراحت میں بھی۔ یہاں تک ایک رکعت ہوئی۔ اور اس میں پچھتر دفعہ کلمات مذکور کہے گئے۔ اسی طرح باقی کی تین رکعتیں پوری کرنی ہوتی ہیں۔ اس نماز کے لیئے کوئی وقت خاص نہیں ہے۔ بلکہ اوقاتِ ممنوعہ کے علاوہ جس وقت چاہے پڑھ لے۔

---

[12] علماء کا بیان ہے کہ جب آفتاب طلوع ہو کر بقدر ایک یا دو نیزے کے آسمان پر چڑھ آئے تو یہ نمازِ اشراق کا وقت ہے اور جب آفتاب ربع آسمان کی مسافت قطع کر لیتا ہے تو نمازِ چاشت کا وقت جسے صلوٰۃ الضحٰی بھی کہتے ہیں شروع ہو جاتا ہے۔ اکثر حدیثوں میں اشراق اور چاشت کی دونوں نمازوں کو صلوٰۃ ضحٰے کہا گیا ہے اور بعض حدیثوں میں چاشت کی نماز کو اشراق کی نماز سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ طبرانی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا یَآ اُمَّ ھَانِیٍٔ ھٰذِہٖ صَلٰوۃُ الْاِشْرَاقِ۔ حالانکہ پیغمبر صاحب نے جو نماز اُمّ ہانی کے گھر میں پڑھی تھی چاشت کے وقت میں پڑھی تھی قاضی بیضاوی بالعشی والاشراق کے تحت میں لکھتے ہیں کہ جب آفتاب خوب روشن ہو جائے اور اُس کی شعاعیں بالکل صاف نظر آنے لگیں تو یہ اشراق کا وقت ہے اور اسی کو چاشت بھی کہتے ہیں ہر صلوٰۃ دن کے پہلے حصے میں نماز پڑھی جائے اُسے اشراق اور اس کے بعد کی نماز کو چاشت کہتے ہیں ۱۲ [12] نمازِ چاشت کی فضیلت و بزرگی میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں ایک یہ ہے کہ جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! تم میں سے ہر آدمی کی ہڈی ہڈی پر صبح کو صدقہ اور خیر خیرات واجب ہوتی ہے سو ہر بار سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے ہر بار الحمد للہ کہنا صدقہ ہے ہر بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا صدقہ ہے۔ لوگوں کو نیک بات بتانا صدقہ ہے۔ خلافِ شرع کام سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کے عوض پہر دن چڑھے کی دو رکعتیں بس کرتی ہیں ۱۲ ✤

نمازِ استخارہ

استخارے کے لغوی معنی طلب خیر یعنے بہتری مانگنے کے ہیں اور اس نمازِ نفل کا موقع و محل یہ ہے کہ آدمی کو کوئی غیر معمولی اور مہتم بالشان ضرورۃ پیش آجاتی ہے اور وہ حصولِ مدعا کے لیئے تدبیر کرنی چاہتا ہے۔ مگر چونکہ انجام کار معلوم نہیں وہ خود اطمینان کے ساتھ کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا۔ ناچار خدا کے پاس حاجۃ لے جاتا ہے کہ وہ تدبیر صائب پر اُسکے ارادے کو استحکام بخشے۔ استخارے کا طریق مسنون یہ ہے کہ اوقاتِ مکروہہ اور محرمہ کے علاوہ جس وقت چاہے بہ نیتِ استخارہ دو رکعۃ اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعۃ میں سورۃ فاتحہ کے بعد قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعۃ میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے۔ بعد کو نہایت عجز و انکسار سے یوں دعا مانگے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَآ اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ [1] یہاں تک پہونچ کر اپنی حاجۃ کا نام لے جو اُسے پیش آئی ہے مثلاً سفر ہے تو اُس کا ذکر کرے۔ تجارۃ ہے تو اسکا نام لے۔ اسی طرح تعمیر مکان وغیرہ۔ کھانے پینے اور معمولی باتوں میں استخارہ نہیں علیٰ ہذا القیاس جو کام غیر مشروع ہو اُس کے لیئے بھی استخارہ درست نہیں۔ (بخاری)

نمازِ حاجۃ

جب کسی کو خدا سے یا کسی بندے سے کوئی حاجۃ پیش آئے تو اچھی طرح وضو کرکے دو رکعۃ بہ نیتِ حاجۃ ادا کرے پھر مبالغے کے ساتھ خدا کی حمد و ثنا کرے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے ازاں بعد یوں دعا کرے [2]۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ ذَنْۢبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًى اِلَّا قَضَیْتَهَا یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ [5]۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

---

[1] خداوندا میں تیرے علم کی استعانت سے تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرۃ کے ذریعے سے اُس خیر و برکت کی تحصیل پر طلب قدرۃ کرتا ہوں اور تیرے فضل بزرگ میں سے کچھ مانگتا ہوں کیونکہ تو سب طرح کی قدرۃ رکھتا ہے اور میں کچھ قدرۃ نہیں رکھتا تو سب کچھ جانتا ہے اور میں کچھ نہیں جانتا۔ اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ خداوندا اگر تو جانتا ہے کہ جس کام کا میں قصد رکھتا ہوں اگر وہ میرے دین اور ایمان اور میری زندگی اور میرے انجام کار میں دنیا و آخرۃ میں بہتر ہے تو اُسے میرے لیئے آسان کردے اور اُس کی مجھے توفیق دے پھر اس میں مجھے برکت دے خداوندا اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین اور ایمان اور میری زندگی اور میرے انجام کار میں دنیا و آخرۃ میں بدتر ہے تو اُس کو مجھ سے اور مجھ کو اُس سے پھیر دے اور جہاں کہیں بہتری ہو میرے لیئے مقدر کر پھر اُس سے مجھے راضی کردے ۱۲۔

[2] خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا بردبار (اور) بزرگ ہے عرش عظیم کا مالک خدا پاک ہے اور سب تعریف خدا کے لیئے ہے جو دونوں جہان کا پروردگار ہے میں تجھ سے اُن کاموں کی بابت سوال کرتا ہوں جو تیری رحمت کے موجب ہیں اور اُن خصلتوں کا سوال کرتا ہوں جن سے تیری بخشش متاکد ہوتی ہے اور ہر نیکی کا حاصل اور خلاصہ اور ہر گناہ سے سلامتی مانگتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو میرے لیئے کوئی گناہ بغیر بخشے اور کوئی رنج و غم بغیر دور کیئے اور کوئی حاجۃ جسے تو پسند کرتا ہو بغیر ادا کیئے نہ چھوڑ ۱۲

نمازِ جمعہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (جمعہ ع ۲ پارہ ۲۸)

مسلمانو! جب جمعے کے دن نماز (جمعہ) کے لیے اذان دی جائے تو یادِ الٰہی (یعنے نماز) کی طرف لپکو اور (اُس وقت) بیچنا (کھوچنا) چھوڑ دو یہ تمھارے حق میں بہتر ہو بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔ پھر جب نماز ہو چکے تو (تم کو اختیار ہے) اپنی اپنی راہ لو اور خدا کے فضل (یعنی معاش) کی جستجو میں لگ جاؤ اور (جہاں رہو) کثرت سے خدا کی یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ اور (اے پیغمبر) جب یہ لوگ سودا (بکتا) یا تماشا (ہوتا) دیکھیں (تمھارے پاس سے) چھٹک کر اُسی کی طرف کو چل دوڑیں اور تمھیں (خطبہ پڑھتے) کھڑا چھوڑ جائیں (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ جو ثواب عبادت اللہ کے ہاں ہے وہ تماشے اور سودے سے بہت بہتر ہے اور اللہ (سب) روزی دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ ف۱

من المترجم۔ جمعہ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ رواہ مسلم یعنی سب دنوں سے بہتر جمعے کا دن ہے اسی میں آدمؑ پیدا ہوئے اور اسی میں جنت میں داخل کیے گئے پھر اسی دن جنت سے باہر کیے گئے اسی دن قیامت برپا ہوگی منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گو ہم بلحاظ پیدایش سب سے پیچھے ہیں لیکن مراتب کے اعتبار سے قیامت کے روز سب سے سابق ہوں گے ہم ہی سب سے پہلے جنت

ف۱ پیغمبر صاحب کے عہد میں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ جمعے کا خطبہ پڑھ رہے تھے اتنے میں ملک شام کا ٹانڈا تجارۃ کا غلّہ لے کر آیا اور اُس نے لوگوں کے خبر کرنے کے لیے نقارہ بجایا جو لوگ بیٹھے خطبہ سن رہے تھے کچھ ٹانڈے کی سیر دیکھنے کے لیے اور کچھ خرید و فروخت کے لیے کھسک گئے صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے تھے اس پر یہ عتاب نازل ہوا ہے جو ان آیتوں میں مذکور ہے ۱۲

سلہ حضرۃ آدم کا جنت سے باہر آنا نسل آدم کے حق میں بہت بڑی رحمت و برکت کا موجب ہے کہ آدم سے اُن کا سلسلہ چلا اور ہزاروں انبیاء و مرسلین و نیک بندے اُن سے پیدا ہوئے دنیا میں خدائی جلال نمودار ہوا اور اہل دنیا پر خدا کی خدائی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوئی ۱۲۔

میں جائیں گے اور اَور لوگ ہمارے پیچھے گو اُن کو ہم سے پہلے کتاب ملی ہی۔ اُنھوں نے جمعے کے روز میں اختلاف کیا تو خدا نے ہمیں اُس کی طرف راہ دکھا دی۔ پس ہماری عید یعنی روزِ جمعہ پہلے ہی۔ اور یہود و نصاریٰ دونوں کی عید کا دن یعنی ہفتہ اتوار جمعے کے بعد ہی۔ منجملہ اُن کے ایک یہ ہی کہ جمعے کے دن میں ایک ایسی ساعۃ ہی کہ بندہ اُس میں جو بھی دعا مانگتا ہی۔ قبول ہوتی ہی۔ اس ساعۃ میں گو علماء کا اختلاف ہی کہ وہ کونسی ساعۃ ہی لیکن صحیح حدیثوں سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ وہ ساعۃ امام کے خطبہ شروع کرنے سے آخرِ نماز تک ہی۔ منجملہ اُن کے ایک یہ ہی کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان جمعے کی شب[1] کو یا دن کو مرے گا خدا اُسے عذابِ قبر سے محفوظ رکھے گا ❖

مسلمان کو چاہیے کہ نمازِ جمعہ کے لیے غسل کرے جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَقٌّ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یَّغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَۃِ اَیَّامٍ یَغْسِلُ رَأْسَہٗ وَجَسَدَہٗ یعنی ہر مسلمان پر خدا کا حق ہی کہ ہر سات دن میں ایک دفعہ سر اور بدن دھو ڈالے۔ اگر خوشبو میسر ہو تو اُس کا بھی استعمال کرے مقدور ہو تو جمعے کے لیے علیحدہ کپڑے بنا رکھنے سنت ہیں جمعہ کی نماز کا وقت زوال سے شروع ہو جاتا ہی۔ سایہ ڈھلنے لگے تو نمازِ جمعہ ادا کریں اور یہ جمعے کا اول وقت ہی۔ سردی کے موسم میں نمازِ جمعہ اول وقت پڑھیں اور گرمی میں تمازتِ آفتاب کی وجہ سے قدرے توقف کرنا بہتر ہی۔

جمعہ کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہی مگر بیمار اور مسافر اور عورت اور لڑکے اور غلام پر نہیں امام کے علاوہ دو آدمی بھی ہوں تو بھی جمعہ قائم کرنا چاہیے۔ اس روز امام نماز سے پہلے منبر پر کھڑا ہو اور دو خطبے باوازِ بلند پڑھے بعد ازاں دو رکعت نمازِ فرض اونچی قرأت سے پڑھے۔ نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد ہر شخص دو رکعت یا چار یا چھ رکعت بہ نیتِ سنت ادا کرے جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نہا دھو کر نمازِ جمعہ کی غرض سے مسجد میں جاتا اور لوگوں کی گردنیں نہیں پھلانگتا انھیں اُن کی جگہ سے نہیں ہٹاتا پھر جس قدر بن پڑتا ہی نمازِ نفل پڑھتا اور خطبے کے وقت خاموشی اور سکوت سے بیٹھا رہتا ہی تو اُس کے وہ تمام گناہ بخشے جاتے ہیں جو اگلے جمعے سے اس جمعے تک ہوئے ہیں بلکہ تین دن کے زیادہ (ترمذی) نمازی اگر امام کے ساتھ ایک رکعت بھی پائے گا تو جمعے کا ثواب اُسے مل جائے گا اور اگر پوری ایک رکعت نہ پا سکا بلکہ تشہد میں آ کر ملا تو اُسے ظہر کی فرض نماز پڑھنی چاہیے۔ امام کے سلام پھیر دینے کے بعد جو لوگ باقی رہیں وہ علیحدہ علیحدہ ظہر کی نماز پڑھ لیں۔ دوبارہ نمازِ جمعہ جماعۃ سے پڑھنا یا ظہر کی نماز جماعۃ سے ادا کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ❖

جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز دو خطبے کھڑے ہو کر پڑھتے بیٹھ کر پڑھنا آنحضرتؐ سے ثابت نہیں ہوا آپ دونوں خطبوں کے بیچ میں ذرا بیٹھ جاتے جیسا کہ اس زمانے میں خطیبوں کا دستور ہی۔ امام کو مقتدیوں کی طرف مونہ کر کے منبر پر بیٹھنا چاہیے اور مقتدی امام کے سامنے بغرضِ استماعِ خطبہ اُس کے قریب بیٹھنے کی کوشش کریں۔ بڑے بڑے شہروں میں جو خطبہ پڑھا جاتا ہی اور وہاں خطیب کی آواز سامعین کو نہیں پہنچتی تو اگرچہ خطبے کی اصلی غرض سامعین کو حاصل نہیں ہوتی مگر پھر بھی اسلام کی شان و شوکت کا اظہار خالی از شوکت نہیں اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ امام منبر پر بیٹھ جائے تو اُس کے سامنے صحنِ مسجد میں باوازِ بلند اذان دی جائے۔ آنحضرتؐ کے عہدِ مبارک میں صرف یہی ایک اذان دی جاتی تھی۔ اسی طرح خلیفۂ اول اور خلیفۂ دوم کے زمانے میں لیکن جب حضرت عثمانؓ کی خلافۃ کا دور دورہ ہوا اور لوگوں کی کثرۃ ہوئی تو آپ نے خطبے سے پہلے

[1] جمعے کی شب سے مراد وہ رات ہی جو پنجشنبہ اور جمعے کے دنوں کے بیچ میں واقع ہوتی ہی انگریزی حساب میں نصف شب سے دن شروع ہو کر دوسری نصف شب پر ختم ہوتا ہی ہم مسلمانوں میں دن کی تابع شب سمجھا جاتا ہی اس لیے کہ پہلا بتدائے آفرینش کے وقت تمام تاریکی تھی اس کے بعد خدا نے آفتاب اور ستاروں کا نور پیدا کیا ہی اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰہُمَا چنانچہ اسی

ایک اَور اذان کا حکم دیا اور صحابہ کی موجودگی میں حکم دیا اس پر نہ تو کسی نے انکار کیا نہ اعتراض اس لئے یہ اذان خلفائے راشدین کی سنت میں داخل ہو۔ خطبے کی اذان کے بعد مسلمانوں پر خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہو۔ اثنائے خطبہ میں جو لوگ آئیں انھیں مختصر سی دو رکعتیں نفل تحیۃ المسجد پڑھ لینی مناسب ہیں۔ حاضرین نہایت سکوت کے ساتھ خطبہ سُنیں اور جہاں جگہ پائیں بیٹھ جائیں خطبے کے وقت بولنے والے کو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے گدھا فرمایا ہی۔ نمازِ جمعہ بغیر خطبے کے جائز نہیں اور اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو بھی درست نہیں۔ امام ہاتھ میں عصا لے کر نمازِ جمعہ کا خطبہ پڑھے تو بہتر اور مسنون ہی۔ اور یہ ہیأۃ وقار و متانت پر دلالت کرتی ہو جو خطیب کی شان کے لائق ہو خطبے کے متعلق ایک بات یہ ہو کہ اس زمانے میں خطیب جو جمعے اور عیدین وغیرہ میں خطبے پڑھتے ہیں وہ اکثر لوگوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں جن میں عربی کے سخت اور نہایت مشکل الفاظ کی بھرتی ہوتی ہو اور جنھیں سامعین تو سامعین خطیب بھی نہیں سمجھتے پیغمبر صاحب کے خطبے جو حدیث کی کتابوں میں نقل کیئے گئے ہیں وہ یہی ہوتے تھے کہ آپ خدا کی حمد و ثنا کے بعد احکام شرعی اور وعظ و نصیحۃ اور وعظ و نصیحۃ بھی وہ جس کی اُس موقع پر ضرورۃ ہوتی بیان کرتے۔ مثلاً عیدین کے خطبے میں قربانی اور صدقۂ فطر کے احکام اور اُن کے متعلق وعظ و نصیحۃ فرماتے۔ استسقاء کے خطبے میں لوگوں کو توبہ و استغفار کرنے کی تحریص دلاتے۔ جمعہ کے خطبے میں احکام جمعہ اور فضائل جمعہ بیان کرتے۔ غرضکہ جیسا موقع ہوتا ویسا ہی خطبہ پڑھتے۔ اور آپ کا اس سے مقصود صرف یہ ہوتا کہ لوگ ان باتوں کو اپنی اپنی جگہ سمجھ جائیں۔ پس اس زمانے میں چونکہ اکثر لوگ عربی زبان سے ناشناس ہیں اس لیئے خطیبوں کو چاہیئے کہ وہ خطبے اُسی زبان میں پڑھیں جسے سامعین اچھی طرح سمجھ سکتے ہوں یا یوں کریں کہ خدا کی حمد و ثنا تو عربی زبان میں پڑھیں تیمناً و تبرکاً اور وعظ و نصیحۃ اور احکام شرع سامعین کی زبانِ عام میں اُن کی حالۃ کے مناسب بیان کریں۔ عید کے روز جمعہ آپڑے تو دونوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں میں ادا کی جائیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اس صورۃ میں نمازِ جمعہ نہ بھی پڑھے تو مضایقہ نہیں۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ میں اکثر سبح اسم ربک اور سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے اور کبھی سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون بھی پڑھا کرتے تھے۔ مگر جمعے کے روز فجر کی نماز میں سورۂ الم السجدۃ اور سورۂ دھر ہمیشہ پڑھا کرتے تھے ❖

جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو حاضرین کو ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہو۔ ہاں جی ہی جی میں دعا کرنے کا مضایقہ نہیں۔ جو شخص بے عذر جمعہ ترک کرے اُسے چاہیئے کہ نمازِ جمعہ کے کفارے میں ایک دینار یعنے ساڑھے تین روپے رائج الوقت محتاجوں کو خیرات کرے اور اگر اتنا ممکن نہ ہو تو نصف دینار یعنے ایک روپیہ بارہ آنے ہی۔ اور یہ بھی نہ بن پڑے تو ایک صاع یعنی ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک گیہوں خیرات کرے اور جسے ایک صاع کے خیرات کرنے کا بھی مقدور نہ ہو تو آدھا صاع ہی دے ڈالے بعض حدیثوں میں ایک مُد غلہ بھی آیا ہو اور آدھا مُد بھی۔ مُد عرب کا ایک پیمانہ ہو جس میں سیر بھر اناج آتا ہو۔ انگریزی تول کے حساب سے۔ ایک حدیث میں آیا ہو کہ جسے کچھ بھی میسر نہ ہو وہ صرف ایک درم یعنی سوا پانچ آنے یا نصف درم خیرات کرے اور خدا سے توبہ و استغفار بکثرۃ کرے ❖

نمازِ عیدین

ابن الترحم مسلمانوں کے لیئے سال بھر میں دو دن خوشی کے مقرر ہیں۔ ایک عید کا دن دوسرے بقر عید کا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکے سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لے گئے تو اہل مدینہ کے لیئے خوشی کے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں عرض کیا گیا یہ وہ دن ہیں جن میں ہم زمانہ جاہلیت میں کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ فرمایا خدا تعالےٰ نے تمہارے لیئے ان سے بہتر دو دن ٹھیرائے ہیں اُن میں کھیلو کودو۔ خوشیاں مناؤ۔ ایک عید الفطر کا دن دوسرے عید اضحےٰ کا۔ (ابو داؤد)

یہ دن اچھے کھانے کھانے اچھے کپڑے پہننے خوشی منانے کے ہیں بشرطیکہ خلافِ شرع کوئی بات نہ ہو۔ خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم عید کے روز اچھا کپڑا زیب جسم فرمایا کرتے تھے اور ایک چادر جو عمدہ اور قیمتی ہوتی تھی عیدین اور جمعے کے روز اوڑھا کرتے تھے۔ کبھی ایسی چادر جس میں سُرخ و سبز دھاریاں پڑی ہوتیں اوڑھا کرتے تھے۔ عیدین کی نماز کا وقت سورج بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے جس وقت نمازِ اشراق پڑھی جاتی ہے اور دوپہر تک باقی رہتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عید اضحےٰ کی نماز ذرا سویرے اور عید الفطر کی کچھ دیر کر کے پڑھا کرو چونکہ عید اضحےٰ میں قربانی کرنی ہوتی ہے اس لیئے اس نماز میں تعجیل بہتر ہے اور عید الفطر میں قربانی نہیں ہے اس لیئے اُس کی تاخیر میں کچھ حرج نہیں۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور اضحےٰ کے دن سب کاموں سے پہلے نمازِ عید ادا کرتے اور سب عبادتوں میں نماز کو مقدم رکھتے یعنی نمازِ فجر سے فارغ ہو کر عیدگاہ تشریف لے جانے کا اہتمام کرتے اور عیدگاہ پہنچتے تو نماز کے لیئے کھڑے ہو جاتے۔ نماز سے پیشتر نہ تو اذان ہی ہوتی نہ نمازِ نفل ہی پڑھی جاتی نہ تکبیر ہی کہی جاتی تھی بلکہ آپ صحابہؓ کے ساتھ صرف دو رکعت نماز ادا کرتے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کی طرف مُونہ کر کے کھڑے ہوتے اور وعظ و نصیحت سے بھرے ہوئے دو مؤثر خطبے سُناتے ✤

دونوں عیدوں کی نمازیں ایک ہی طرح پڑھی جاتی ہیں۔ یعنی صرف دو رکعت خطبوں سے پیشتر۔ تکبیراتِ عیدین میں علما کا اختلاف ہے بعض چھ کے قائل ہیں اور بعض بارہ کے لیکن ہم صرف ایک صحیح حدیث اس جگہ ذکر کرتی مناسب سمجھتے ہیں جس سے نماز عیدین کی کیفیت بخوبی طرح سمجھ میں آتی ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز پڑھانے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک لے گئے پھر ہاتھ باندھ کر دعائے استفتاح[1] پڑھی اور سات دفعہ بلند آواز سے اللّٰہُ اکبرُ کہا۔ پھر سورۂ فاتحہ اور قراءت پڑھکر رکوع میں تشریف لے گئے۔ دوسری رکعت پڑھنے کھڑے ہوئے تو قراءت سے فارغ ہو کر پانچ تکبیریں کہیں۔ غرضکہ دونوں رکعتوں میں بارہ تکبیریں ہوئیں تکبیر اُولےٰ اور تکبیرِ قیام کے علاوہ۔ ایک حدیث میں چھ تکبیریں بھی آئی ہیں مگر اُس کی سند میں علما نے کلام کیا ہے پیغمبر صاحب عیدین کی نمازوں میں اکثر تو پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قٓ اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ قمر بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور کبھی دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ بھی لیکن جب عید اور جمعہ ایک دن آپڑتے تو سبح اسم اور ہل اتٰک دونوں نمازوں میں پڑھتے۔ اگر اختلافِ ہلال کی وجہ سے

---

[1] دعائے استفتاح کے لیئے صفحہ ۸۶ دیکھو ۱۲ ✤

نمازِ عید۔عید کے دن نہ ہو سکے مثلاً مسلمان عیدگاہ میں بآسانی جمع نہ ہو سکیں اور نماز کا وقت تنگ ہو جائے یا بارش کی شدت سے عیدگاہ تک پہنچ نہ سکیں یا دوپہر کے بعد چاند کی خبر لگے تو دوسرے روز صبح کو نمازِ عید ادا کریں +
اگر کوئی شخص نمازِ عید کی ایک رکعت بھی پالے گا تو اُسے ثواب نماز مل جائے گا۔امام کے سلام پھیرنے کے بعد اُٹھ کر دوسری رکعت تنہا پڑھے جسے نمازِ عید نہ ملے وہ تنہا دو رکعت نماز پڑھے۔لیکن اگر دو تین یا زیادہ آدمی ہوں تو جماعت کرلینی درست ہے۔اس صورت میں خطبے کی ضرورت نہیں +
عیدالفطر کے دن نماز سے پہلے طاق کھجوریں کھانی سنت ہیں مگر عید قربانی کے روز نماز کے بعد کھانا مسنون ہے اگر میسّر ہو تو اپنی قربانی کے جانور کا گوشت کھائیں۔عیدگاہ جاتے وقت ایک رستے سے جائیں اور آتے وقت دوسرے سے تاکہ تمام بستی کو خبر ہو جائے اور اسلامی شوکت ظاہر ہو۔عیدگاہ پہنچ کر بلند آواز سے تکبیر کہیں۔نابالغ لڑکوں کو بھی عیدگاہ لے جانا مناسب ہے۔عیدگاہ پاپیادہ جانا مسنون ہے۔بارش کی وجہ سے عیدگاہ نہ جا سکیں تو محلے کی مسجدوں ہی میں نماز پڑھ لینا جائز ہے +
عیدین کی نماز کے بعد امام کو چاہیئے کہ خطبہ پڑھنے کھڑا ہو جائے اور حاضرین اسی طرح جہاں کے تہاں بیٹھے ہوئے نہایت سکوت اور خاموشی سے خطبہ سنیں جس طرح جمعے کے روز امام دو خطبے پڑھتا ہے۔اسی طرح عیدین کی نماز میں بھی دو خطبے پڑھے اور نمازیوں کو عیدالفطر اور عید اضحےٰ کے مسائل سے آگاہ کرے خطبوں سے فارغ ہونے کے بعد ہر شخص اپنی نماز کی جگہ بیٹھکر دعا مانگے عیدین کے خطبے سُنّتِ مؤکدہ ہیں اور نمازیں واجب +
حدیثی روایت کی رُو سے صدقۂ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کے موقع پر ایک شخص کو حکم فرمایا کہ مکّے کے بازاروں میں پکار دو کہ صدقۂ فطر ہر مسلمان مرد عورت غلام آزاد چھوٹے بڑے سب پر واجب ہے تو مسلمانوں کو ضرور ہے کہ صدقۂ فطر نماز سے پیشتر اپنے ہی شہر اور اپنی ہی بستی کے محتاجوں بلکہ اپنے غریب و مفلس رشتہ داروں اور یتیموں مسکینوں مسافروں اور مانگنے والوں کو تقسیم کر کے نماز کے لیے عیدگاہ جائیں نماز کے بعد صدقۂ فطر ادا کریں گے تو وہ معمولی صدقۂ نفل ہوگا نہ صدقۂ فطر ہلالِ عید دیکھ کر اگر رات ہی کو صدقۂ فطر تقسیم کر دیں تو بھی درست ہے صحابہؓ اسی طرح کیا کرتے تھے بلکہ دو ایک روز پہلے بھی دے دیں تو بھی جائز ہے۔ایک صحابی کہتے ہیں کہ ہم لوگ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں گیہوں یا جَو یا خشک چھوہارے یا پنیر یا خشک انگور کا ایک صاع صدقۂ فطر دیا کرتے تھے صاع عرب کا ایک پیمانہ ہے جس میں ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک غلہ آتا ہے انگریزی تول کے حساب سے۔اگر کسی سے اس قدر نہ ہو سکے تو سوا سیر سوا چھٹانک گیہوں یا جَو خیرات کرے لیکن جس کے پاس ایک دن کی خوراک سے زیادہ غلہ نہ ہو اُس کو صدقۂ فطر معاف ہے +
رہی عید اضحےٰ کی قربانی۔اس میں علماء کا اختلاف ہے۔بعض واجب بتاتے ہیں اور بعض سنت لیکن جمہور علماء سنتِ مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں۔صاف بات یہ ہے کہ اگر کسی کو قربانی کرنے کا مقدور ہے تو اُسے قربانی کرنی واجب ہے ورنہ نہیں۔قرض لے کر قربانی کرے گا تو سنّت ادا ہو جائے گی اور ثواب بھی ملے گا۔لیکن سودی قرض لے کر یا فخر و نمود کے طور پر کرے گا تو قربانی مقبول نہ ہوگی اور مواخذۂ الٰہی ہوگا سو الگ عید اضحےٰ کی قربانی اصل میں اُس واقعۂ عظیم کی یاد کو تازہ کرتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے

واقع ہوا یعنے خواب میں فرزندِ عزیز حضرۃ اسمٰعیلؑ کو ذبح کرتے دیکھا تو سچ مچ انھیں ذبح کرنے کے لیے آمادہ ہوگئے چنانچہ یہ قصّہ قرآن مجید کی ان آیتوں میں مذکور ہے رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ (یعنی ابراہیم علیہ السلام نے جناب الٰہی میں یہ بھی دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار مجھ کو نیک روحوں میں سے (ایک نیک روح بطور فرزند) عطا فرما تو ہم نے ان کو ایک بڑے بُردبار لڑکے (اسمٰعیل کے پیدا ہونے) کی خوش خبری دی پھر جب لڑکا (جوان ہوا اور) ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا بیٹا! میں خواب میں (کیا) دیکھتا ہوں کہ (جیسے) میں تم کو ذبح کر رہا ہوں پس تم (بھی تو اپنی جگہ) سوچو کہ تمھاری کیا رائے ہے (بیٹے نے) کہا کہ ابّا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے (بے تامّل) اس کی تعمیل کیجیے۔ اِنْ شاء اللہ آپ مجھ کو بھی صابر (ہی) پائیں گے پھر جب دونوں (باپ بیٹے) تعمیلِ حکم پر آمادہ ہوئے اور باپ نے (حلال کرنے کے لیے) بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑا (تو ہم کو ان کی فرماں برداری نہایت پسند آئی اور) ہم نے ابراہیم سے پکار کر کہا کہ ابراہیم! تم نے (اپنے) خواب کو خوب سچ کر دکھایا (اب ہم تم کو بڑے بڑے مراتب دیں گے اور) نیک بندوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں بے شک یہ کھلی ہوئی آزمایش تھی و ہم نے بڑی قربانی کو اسمٰعیل کا فدیہ دیا ف

مقدور والے اگر اپنے گھر کے ہر ہر آدمی کی طرف سے بہ نیتِ ثواب و تقربِ خداوندی جُدا جُدا قربانی کریں تو بہت اچھا ہے ورنہ سارے خاندان کی طرف سے ایک قربانی بھی جائز ہو سکتی ہے۔ بہتر ہے کہ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کریں۔ قربانی کا گوشت محتاجوں مسکینوں پڑوسیوں۔ دوستوں اور رشتے داروں کو تقسیم کریں۔ تھوڑا سا خود بھی کھائیں اور اہل و عیال کو بھی کھلائیں قربانی کا گوشت یا چمڑا قصاب کی مزدوری میں نہ دیں ہاں قصاب محتاج ہو تو مزدوری کے علاوہ تھوڑا سا گوشت بہ نیتِ صدقہ دے دیں۔ قربانی کا چمڑا بیچ کر اپنے صرف میں لانا منع ہے مگر خود چمڑے کو کام میں لانے کا مضائقہ نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی مسجد کے متولی یا مدرسے کے منتظم کو خیرات کر دیں۔ قربانی کا جانور ذبح کرنے لگیں تو اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ[1] اور اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ[2] پڑھ کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے گلے کے پاس سے ذبح کریں۔ اپنی طرف سے قربانی کریں تو اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ[3] اور دوسرے کی طرف سے کریں تو اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ[4] کہیں اور فلاں کی جگہ اُس کا نام زبان سے لیں یا دل میں نیّت کر لیں۔ پھر کچھ یہی ضرور نہیں کہ ان لفظوں کو عربی زبان میں کہیں چاہیں تو اردو میں ادا کر دیں میّت کی طرف سے بھی قربانی کرنے کا ثبوت حدیث سے ملتا ہے بشرطیکہ وہ وصیت کر مرا ہو۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرۃ علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کی طرف سے قربانی کی۔ جنابِ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کی طرف سے بھی قربانی کرتے تھے

ف مفسرین نے تو بڑی قربانی سے وہ موٹا تازہ دُنبہ مراد لیا ہے جو اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلے میں خدا نے جنت سے ذبح ہونے کے لیے بھیجا تھا اور ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ بڑی قربانی سے بقر عید کی قربانی مراد ہو کہ یہ بھی سنتِ ابراہیم ہے ۱۲

[1] میں نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اسی (ذاتِ پاک) کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں ۱۲ [2] بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے اور میں اُس کے فرماں برداروں میں پہلا فرمان بردار ہوں ۱۲ [3] الٰہی یہ میری طرف سے قبول فرما ۱۲ [4] خداوندا فلاں شخص کی طرف سے قبول فرما ۱۲

مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں آیا ہو کہ پیغمبر صاحبؐ اپنی قربانی اپنے دستِ مبارک سے ذبح کرتے اور ذبح سے پیشتر مذکورہ بالا دعا
پڑھتے اور فرماتے خداوندا اس قربانی کو میرے اور میری اس امت کی طرف سے قبول فرما جو قربانی نہیں کر سکتی +
دسویں ذی الحجہ نمازِ عید کے بعد سے کر بارھویں اور بقول بعض تیرھویں تاریخ کی نمازِ عصر کے وقت تک قربانیاں کریں جو
شخص نمازِ عید سے پہلے قربانی کرے گا وہ قربانی نہ ہوگی بلکہ معمولی گوشت ہوگا جو اس نے اپنے لیے ذبح کیا۔ بکرا یا بکری۔ گائے
یا بیل دو برس کے پورے ہو کر تیسرے میں لگیں تو انھیں مسنّے یعنی دو دانت کہتے ہیں (ان جانوروں میں اتنی عمر کا جانور قربانی
کے قابل ہوتا ہو۔ مینڈھا اور بھیڑ اور دنبہ یہ جب ایک سال کے ہو کر دوسرے سال میں لگیں تو قربانی کے قابل ہوں گے۔ اونٹ
اور اونٹنی اس وقت قابلِ قربانی ہوتے ہیں جب چھٹے برس میں لگیں۔ لنگڑا یا کانا یا ایسا کمزور و لاغر جانور جس کی ہڈی میں گودا
نہ رہا ہو یا بیمار یا سینگ ٹوٹا یا کان کٹا یا اندھا ہو یا اوپر نیچے سے کان چرے ہوئے ہوں یا کم نظر آتا ہو اور یہ عیب بخوبی ظاہر ہیں
تو ان جانوروں کی قربانی نہیں ہو سکتی۔ قربانی کا جانور فربہ اور موٹا تازہ ہونا چاہیے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو
کہ لوگو! قربانی کے جانوروں کو خوب موٹا تازہ کرو۔ کیونکہ وہ پل صراط پر تمھاری سواریاں ہوں گے اور بات بھی یہی ہو کیونکہ
جب خدا کے نام قربانی کرنی ہی ہو تو ردی اور نکمی کیوں کی جائے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کو سرزنش کی ہو جو
ردی مال خدا کی راہ میں خیرات کرتے ہیں چنانچہ فرمایا یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ
مِّنَ الْاَرْضِ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ [۵] اور ایک
جگہ یوں ارشاد کیا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ [۶]

نمازِ استسقاء

جس سال بارش بند ہو جاتی اور قحط کے عام آثار نمایاں ہوتے تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن معین کر کے
نہایت میلے اور عجز و مسکنت کے کپڑے زیبِ جسم فرما کر عیدگاہ تشریف لے جاتے وہاں مسلمان جمع ہوتے اور آپ دو رکعت
نماز بلند قراءۃ سے ادا کرتے۔ نماز کے ساتھ خطبہ بھی پڑھتے مگر کبھی نماز سے پیشتر اور گاہے نماز کے بعد۔ نماز کے بعد قبلہ رخ
ہو کر دونوں ہاتھ اونچے کرتے اور بے انتہا عجز و انکسار کے ساتھ دعا کرتے۔ ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین کی جانب اور پشت
آسمان کی طرف رکھتے اور چادر مبارک کو لوٹاتے۔ چادر کے لوٹانے میں تفاؤل لینا مقصود ہوتا تھا کہ جس طرح چادر کی حالت
بدل جاتی ہو اسی طرح زمانے کی حالت بدل جائے یعنی کال سے سال اور قحط سالی سے فراخ سالی ہو جائے۔ خطبہ استغفار ان
لفظوں سے شروع کرتے +

ل۵ مسلمانو! (خدا کی راہ میں) عمدہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے (تجارت وغیرہ سے) آپ کمائی ہوں اور ہم نے تمھارے لیے زمین سے پیدا کی ہوں اور
ناکارہ چیز کے دینے کا ارادہ بھی نہ کرنا کہ لگو اس میں سے خرچ کرنے حالانکہ (وہی چیز کوئی تم کو دینی چاہے تو) تم اس کو کبھی خوشی سے نہ لو مگر یہ کہ دیدہ
و دانستہ اس (کے لینے) میں چشم پوشی کر جاؤ اور جانے رہو کہ اللہ بے نیاز (اور) سزاوار حمد (و ثنا) ہے ۱۲ ل۶ لوگو! جب تک (خدا کی راہ میں) اپنی چیز دل پسند خرچ
کرو گے جو تم کو عزیز ہیں نیکی (کے درجے) کو ہرگز نہ پہنچ سکو گے اور کوئی سی چیز بھی خرچ کرو اللہ اس کو جانتا ہو ۱۲-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ[1] اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ عَلَیْنَا قُوَّةً وَّبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ۔ زاں بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا مَّرِیْئًا مَّرِیْعًا نَّافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْیِ بَلَدَكَ الْمَیِّتَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا[2]

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں قحط پڑا لوگوں نے پانی نہ برسنے کی شکایت آپ کی۔ حضور نے حکم فرمایا کہ عیدگاہ میں منبر رکھا جائے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ آپ علی الصباح عیدگاہ تشریف لے گئے اور سورج نکل آیا تو خدا کی حمد و ثنا کی اور تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے خطبہ شروع کیا۔ خطبے سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دیر تک عجز و زاری کے ساتھ دعا کرتے رہے۔ پھر چادر الٹائی اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی۔ زاں بعد منبر سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ کی دعا کے آثار قبولیت نمایاں ہوئے۔ دھواں دھار ابر اٹھا اور موسلا دھار پانی برسنا شروع ہوا ✝

نمازِ کسوف و خسوف

عرف میں اکثر سورج گہن کو کسوف اور چاند گہن کو خسوف کہتے ہیں جب ایسا موقع پیش آئے تو امام کو مناسب ہے کہ کسی آدمی کو بھیج کر مسلمانوں کو جمع کرے اور جب وہ جمع ہو جائیں تو مسجد میں دو رکعت نماز جماعت سے ادا کرے قراءت بلند آواز سے پڑھے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ عنکبوت اور دوسری میں سورۂ روم پڑھنا مسنون ہے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گہن پڑا تو آپ نے دو رکعتیں جماعت سے پڑھیں۔ اس نماز میں آپ کا قیام بہت طولانی تھا یعنی سورۂ بقرہ کے مقدار قرآن پڑھا۔ پھر رکوع کیا اور بہت دیر تک رکوع میں رہے رکوع سے اٹھ کر پھر قیام کیا لیکن قیام پہلے قدرے خفیف تھا اس کے بعد پھر رکوع کیا اور پہلے رکوع کی نسبت یہ رکوع بہت ہی خفیف تھا۔ پھر کھڑے ہوئے اور سجدے میں تشریف لے گئے ایک سجدے کے بعد دوسرا سجدہ کیا۔ زاں بعد دوسری رکعت پڑھنے کھڑے ہوئے اور جس طرح پہلی رکعت پڑھی تھی دوسری بھی اسی طرح پوری کی یعنی اس میں بھی دو رکوع تھے دو قیام تھے دو قراءتیں تھیں لیکن اس رکعت کا قیام اور رکوع اور قراءتیں پہلی رکعت کے قیام اور رکوع اور قراءتوں سے کم تھیں۔ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج بالکل صاف اور روشن تھا اس کے بعد آپ نے اٹھ کر ویسے ہی دو خطبے پڑھے جیسے جمعے میں پڑھے جاتے ہیں۔ ان خطبوں میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سورج اور چاند خدا کی دو نشانیاں ہیں اور یہ دونوں کسی کے مرنے یا پیدا ہونے پر نہیں گہنتے۔ لوگو! جب تمہیں یہ موقع پیش آئے تو ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاؤ دعا مانگو تکبیر و تہلیل میں مشغول ہو نماز پڑھو خیرات دو۔ زاں بعد ارشاد فرمایا کہ اے امت محمدؐ! خدا تعالیٰ سخت غیرت مند ہے اس سے بڑھ کر کوئی غیور نہیں۔ بخدا اگر تمہیں ان باتوں کا علم ہو جن کا مجھے علم ہے تو روؤ بہت اور ہنسو تھوڑا ✝

[1] سب تعریف خدا کو ہے جو دنیا جہان کا پروردگار ہے نہایت مہربان بہت رحم والا روز جزا کا مالک خدا کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے الٰہی پروردگارا تو ہی خدا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بے پروا اور بے نیاز ہے اور ہم فقیر و محتاج تو ہم پر مینہ برسا اور جتنا برسائے اس سے ہمیں روزی دے اور ایک مدت تک فائدہ پہنچا ۱۲۔

[2] خداوندا ہمیں مینہ کا پانی پلا کہ وہ ہماری فریاد رسی کرے اور انجام کار کے اعتبار سے سیر حاصل شاداب ہو نفع پہنچائے اور نقصان نہ دے جلدی برسے تاخیر نہ کرے الٰہی اپنے بندوں اور جانوروں کو پانی پلا اور اپنی وسیع رحمت کو ہر طرف پھیلا اور اپنے مردہ شہر کو جلا اٹھا یعنے زمین کو سرسبزی اور شادابی سے مالا مال کر دے خداوندا ہمیں پانی پلا خداوندا ہمیں پانی پلا خداوندا ہمیں پانی پلا ۱۲۔

اہلِ جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ عالم پر جب کوئی عظیم الشان حادثہ پڑنے کو ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی بڑا شخص مرنے کو ہوتا یا شخص عظیم پیدا ہوا چاہتا ہے تو سورج گہن اور اسی طرح چاند گہن پڑتا ہے۔ پیغمبر صاحب کے عہد مبارک میں سورج گہن پڑا تو اتفاق سے اُسی روز آپ کے فرزند ابراہیم کا جو بطن ماریہ قبطیہ سے تھے حالتِ شیرخوارگی میں انتقال ہوگیا۔ ماریہ قبطیہ پیغمبر صاحب کی لونڈی تھیں جنھیں مقوقس بادشاہ نے ہدیۃً پیغمبر صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ابراہیم کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اپنے پُرانے خیال کے مطابق کہنا شروع کیا کہ پیغمبر صاحب کے فرزند ابراہیم کے انتقال ہونے پر سورج گہن پڑا ہے۔ چونکہ لوگوں کے اس اعتقاد میں ایک طرح کی بوئے شرک پائی جاتی تھی۔ اس کے دفع کرنے کے لیے پیغمبر صاحب نے خطبے میں فرمایا کہ چاند سورج خدا کی دو نشانیاں ہیں اور یہ دونوں کسی کے مرنے یا پیدا ہونے پر نہیں گہنتے۔ پیغمبر صاحب کا یہ خطبہ آپ کی کمالِ عبودیت اور صداقت پر بڑی بھاری دلیل ہے ❖

حضرۃِ ابراہیم کے متعلق ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جب اُن کا انتقال ہونے کو ہُوا تو پیغمبر صاحب مع چند صحابیوں کے ابوسیف آہنگر کے مکان پر تشریف لے گئے۔ یہ ابوسیف ابراہیم کی دایہ اور مرضعہ کے شوہر تھے اُن کا نام براء بن آعوش اور ان کی بی بی کا نام خولہ بنت المنذر۔ پیغمبر صاحب نے ابراہیم کو گودی میں لے کر اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور سونگھا حالانکہ ابراہیم نزدیک تھے کہ جان دے دیں۔ اِس وقت اُن کی عمر دو برس کی تھی اور بعض کہتے ہیں سولہ مہینے آٹھ روز کی اور بروایت بعض ایک سال دس مہینے چھ روز کی۔ بہرکیف حالتِ رضاع میں تھے کہ انتقال کیا۔ اِس وقت پیغمبر صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آپ زار قطار رو رہے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف جو ایک بڑے جلیل القدر صحابی تھے اور اس جلسے میں موجود تھے کہنے لگے یارسول اللہ آپ باوجود اس معرفت اور جلالۃ شان کے روتے ہیں فرمایا۔ ابن عوف! یہ آنسو بے صبری اور ناشکیبائی اور جزع کی وجہ سے نہیں بہتے بلکہ رحمت اور رقّت کے اثر سے بہتے ہیں۔ زاں بعد آپ متواتر آنسو بہانے اور فرمانے لگے کہ آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جسے ہمارا پروردگار پسند کرتا ہے۔ اور اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے غمگین ہیں ❖

کسوف وخسوف کی حقیقت یہ ہے کہ ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں ثوابت و سیّار جو ٹھیرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ثوابت ہیں اور جو حرکت کرتے ہیں سیّار۔ ثوابت میں سے ایک ہمارا آفتاب بھی ہے۔ آفتاب کا طلوع وغروب اُس کی حرکت سے نہیں ہے بلکہ زہرہ مشتری۔ عطارد۔ زحل مریخ اور زمین یہ سیّارے اُس کے ساتھ وابستہ ہیں اور اُس کے گرد گھومتے ہیں زمین بھی ایک سیّارہ ہے متحرک۔ اور جس طرح ریل اور کشتی کے سوار کو درخت اور مکانات اور دوسری ٹھیری ہوئی چیزیں نظر کی غلطی سے چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اسی طرح اصل میں زمین چلتی ہے اور اس کی وجہ سے بظاہر آفتاب چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے حالانکہ آفتاب ساکن ہے پھر جو سیّارے آفتاب کے ساتھ وابستہ ہیں اُن میں بعض ایسے بھی ہیں کہ اُن کے ساتھ اور چھوٹے سیّارے وابستہ ہیں جو چاند کہلاتے ہیں مثلاً مشتری سیارہ ہے اُس کے گرد آٹھ چاند گھوم رہے ہیں۔ زمین سیارہ ہے اُس کے گرد اگر دہمارا چاند گردش کرتا ہے۔ یہ سب سیّارے اپنے چاندوں کے ساتھ آفتاب کے گرد گھومتے ہیں اور آفتاب اپنے سیّاروں سمیت ایک نظام علیٰحدہ سمجھا گیا ہے اور اس کا نام ہے نظام شمسی اسی طرح ہر چھوٹے سے چھوٹا ثابت ستارہ بجائے خود آفتاب ہے اور اُس کا نظام جداگانہ

یہ باتیں علم ہیأۃ کی ہیں جن کو خاص لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ یہ ہمارا آفتاب اپنی ذات سے روشن ہے۔ ہمارا چاند زمین کی نسخہ تاریک ہے جس طرح ہمارے ان آفتاب کی دہوب پڑتی ہے چاند پر جو آفتاب کی دُھوپ پڑتی ہے وہی نورِ قمر ہے۔ گھوتے گھاتے جب چاند زمین اور آفتاب کے بیچ میں حائل ہو جاتا ہے تو سورج گہن ہوتا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ کرۂ قمر نے نورِ آفتاب کو زمین تک پہنچنے سے روک دیا۔ سورج گہن کے وقت آفتاب سے نور سلب نہیں ہوتا بلکہ چاند کے آڑے آجانے کی وجہ سے ہم تک نہیں پہنچنے پاتا ہم سمجھتے ہیں کہ آفتاب تاریک ہوگیا۔ چاند گہن اُس وقت ہوتا ہے جب زمین آفتاب اور چاند کے بیچ میں حائل ہو۔ بہرکیف یہ انقلاب جو اجرامِ فلکی کی حالت میں کبھی کبھی واقع ہوتا ہے خدا کی قدرت کی بڑی بڑی نشانی ہے۔ لوگ اس کو مقدمۂ آفت سمجھتے ہیں اور یہ نجومیوں کے اوہام ہیں۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو گہن کے وقت خدا کی طرف رجوع لاتے تھے وہ کسی اوہام کے سبب سے نہ تھا بلکہ خدا کی عظمۃ کا خیال کرکے مصروفِ عبادت ہو جاتے تھے ✤

سورج اور چاند گہن کی نمازوں کا وہی وقت ہے جب گہن پڑنے لگے لیکن جن وقتوں میں نماز پڑھنے کی شرعی ممانعت ہے یعنی سورج نکلتے ڈوبتے اور زوال کے وقت تو ان وقتوں میں نہ پڑھیں بلکہ خدا کی حمد و ثنا اور تکبیر و تہلیل میں مشغول ہوں اور گناہوں سے توبہ کریں شرمندگی و ندامت اُٹھائیں۔ بن پڑے تو خیرات و صدقہ دیں۔ ان اوقات کے نکل جانے کے بعد بھی گہن باقی رہے تو نماز ادا کریں خطبہ پڑھیں۔ لیکن جمعے کے دن عین زوال کے وقت اور خانہ کعبہ میں ہر وقت یہ نماز پڑھنا درست ہے ✤

جب کبھی گہن پڑتا تو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ڈر جاتے کہ مبادا آج ہی قیامت نہ ٹوٹ پڑے آپ گھبرائے گھبرائے مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھنی شروع کر دیتے اور حاضرین کی طرف روئے سخن کرکے فرماتے کہ لوگو خدا اپنے بندوں کو ان نشانیوں سے ڈراتا ہے ✤

کسوف و خسوف کی نماز پیغمبر صاحب سے کئی طرح پر منقول ہے کبھی تو آپ ان دو رکعتوں میں دو رکوع کرتے کبھی تین کبھی چار کبھی پانچ اور ہر رکوع کے بعد قرأت پڑھتے کبھی ایسا ہوتا کہ ہر رکعت میں ایک ہی رکوع کرتے۔ ان دونوں نمازوں میں عورتوں اور بچوں کا شامل ہونا اور نماز پڑھنا بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔ اس لئے اگر ان دنوں میں بھی بوڑھی عورتیں اور بچے سورج اور چاند گہن کی نمازوں میں شامل ہوں تو مضائقہ نہیں ✤

نماز خوف وسفر

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ۝ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ

اور (مسلمانو!) جب تم (جہاد کے لئے) کہیں کو جاؤ اور تم کو خوف ہو کہ (نماز پڑھنے میں کہیں) کافر تم سے (لڑائی کی) چھیڑ چھاڑ (نہ) کرنے لگیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز میں سے (کچھ) گھٹا دیا کرو بے شک کافر تو تمہارے کھلے دشمن ہیں (تم کو اطمینان سے نماز نہیں پڑھنے دیں گے) ف اور (اے پیغمبر) جب تم (مسلمانوں کی فوج) کے ہمراہ ہو اور (امام بن کر) ان کو نماز پڑھانے لگو تو مسلمانوں کی ایک جماعت (مقتدی بن کر) تمہارے ساتھ کھڑی ہو اور اپنے ہتھیار لئے رہیں پھر جب سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہٹ جائیں اور دوسری جماعت جو (اب تک) شریک نماز نہیں ہوئی آکر تمہارے ساتھ نماز میں شریک ہو اور ہوشیاری (رکھیں) اور اپنے ہتھیار لیے رہیں کافروں کی (تو یہ) تمنا ہے کہ تم ذرا بھی اپنے ہتھیاروں اور سامان (جنگ) سے غافل ہو جاؤ تو یکبارگی تم پر ٹوٹ پڑیں اور اگر تم لوگوں کو مینہ کی وجہ سے کچھ تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار اتار رکھنے میں (بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں ہاں اپنی ہوشیاری رکھو اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب تم نماز (خوف) پوری کر چکو تو (اس کے بعد) کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کی یادگاری میں لگے رہو پھر جب تم (دشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ تو (معمول کے مطابق) نماز پڑھو۔

ف کچھ گھٹا دینے سے چار رکعت کا دو رکعت کر دینا مراد ہے: در اتنا بھی موقع نہ ملے تو ایک ہی پر کفایت کرے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اور اس کا بھی موقع نہ ملے تو قضا کرے جیسا کہ پیغمبر خدا اور حضرت عمرؓ سے غزوۂ خندق میں عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی تو مغرب کے ساتھ ادا کی یہ آیت مجاہدین کی صلوٰۃ الخوف کے متعلق ہے اور عام مسافروں کا قصر صلوٰۃ احادیث سے ثابت ہوا ہے ۱۲۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء۔ ع ۱۴۔ پارہ ۵)

کیونکہ مسلمانوں پر نماز بقید وقت فرض ہے ف

ف مطلب یہ ہے کہ اگر خوف کی حالت ہو اور نماز کا وقت نکلا چلا جا رہا ہے تو جیسی نماز بن پڑے پڑھو اور اُس کو قضا نہ ہونے دو ۱۲۔

من المترجم۔ مسافر کو قصر نماز یعنی چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت پڑھنا واجب ہے کیونکہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی سفر میں پوری چار رکعتیں پڑھنا ثابت نہیں ہوا اور یہی معنے ہیں وجوب کے۔ ہجرت سے پیشتر نماز مغرب کے علاوہ تمام نمازیں دو دو رکعتیں فرض تھیں مگر ہجرت کے بعد بجز نماز فجر کے جس نماز کی دو رکعتیں فرض تھیں چار فرض ہوگئیں۔ حالت سفر میں صرف اُن ہی نمازوں میں قصر ہے جن کی چار رکعتیں ہیں اور وہ تین نمازیں ہیں ظہر عصر عشار۔ قصر صلاۃ کچھ خوف دشمن ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امن و امان اور آدمیوں کی کثرت کے ہوتے بھی موضع منا میں قصر کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھی۔ اور اسی واقعے کو قصر صلوٰۃ پر دلیل گردانا گیا ہے۔ عازم سفر تا وقتیکہ اپنے شہر و بستی میں ہے قصر نہ کرے البتہ جب شہر سے باہر نکلے اور آبادی شہر ختم ہو جائے تو قصر کرنا شروع کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں ظہر کی پوری نماز ادا کی اور ذو الحلیفہ[1] میں پونہچکر نماز عصر میں قصر کیا۔ چونکہ حدیث میں پیادے اور سوار میں کسی طرح کا فرق نہیں کیا گیا یعنی قصر صلوٰۃ جیسا پیادے کو ویسا سوار کو تو اس کے قیاس پر ریل کے مسافر کو بھی قصر صلوٰۃ کرنا چاہیئے۔ گو ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک جو غالبًا نو میل سے زیادہ فاصلہ رکھتا ہے کیوں نہ سفر کرنا ہو۔ اللہ اللہ دین میں کیسی آسانیاں ہیں اور لوگ اُن سے محروم۔ افسوس ہے کہ علمار نے عمومًا اسلامی مسائل اور خصوصًا مسئلہ قصر صلوٰۃ میں اس قدر تضیق و تنگی کر دی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ عوام مسلمان چونکہ لاعلم ہیں علما کی ان تنگیوں میں پھنس کر دنیا و دین سے گئے گزرے ہوئے چلے جاتے ہیں ❖

اب ایک بات یہ ہے کہ مسافر باوجود امن کے پوری نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اس کے بارے میں جمہور علمار کا قول ہے کہ اُسے حالت سفر میں ہمیشہ قصر صلوٰۃ کرنی چاہیئے۔ نسائی میں یعلے بن امیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب سے پوچھا کہ آیہ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف حالت خوف میں قصر صلوٰۃ کرنی چاہیئے اور اب لوگ ہیں کہ امن کے ساتھ ہر طرف آمد و رفت رکھتے اور پھر بھی قصر صلوٰۃ کرتے ہیں تو کیا ایسے وقت میں قصر صلوٰۃ کیا جائے گا۔ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ یعلے! جس طرح اس آیت کے مفہوم سے تجھے تعجب ہوا مجھے بھی ہوا تھا میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو فرمایا یہ خدا کا تم پر صدقہ ہے تو اس کے صدقے کو قبول کر لو۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حالت سفر میں قصر صلوٰۃ واجب ہے اور اس کا تارک گنہگار۔ وجہ یہ کہ اصول کے قاعدے کے رُو سے صیغہ امر وجوب کو مقتضی ہوتا ہے اور تارک وجوب آثم و گنہگار۔ علاوہ بریں بندہ خدا کے آگے ایسا ہی فقیر و محتاج ہے جیسا غلام آقا کے سامنے اور رعیت بادشاہ کے روبرو۔ اور غلام کے حق میں یہ نہایت قبیح بلکہ بغاوت کی دلیل ہے کہ بادشاہ دے اور غلام اُسے روک دے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی کا عطیہ یا صدقہ رد کر دیتا ہے تو صدقہ دینے والا

[1] یہ مقام مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہیں سے اہل مدینہ حج کا احرام باندھتے ہیں ❖

اُس سے انتہا درجے ناراض ہوتا ہی۔ پھر خدا تعالیٰ اُس بندے سے کس طرح راضی ہو سکتا ہی جو اُس کے عطیے کو رد کر دے
خدا تعالیٰ نے دین میں ہر طرح کی آسانی رکھی ہی۔ عبادات میں سب سے افضل عبادۃ نماز ہی۔ پھر روزہ پھر زکوٰۃ پھر حج۔ نماز کے بارے میں یہ آسانی رکھی کہ سفر میں ہو تو قصر کر لو۔ کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکو تو لیٹے لیٹے اشاروں سے نماز پڑھ لو۔ حتیٰ کہ طہارۃ یعنی غسل جنابۃ اور وضو تک میں جو شرائط نماز ہیں خدا کو آسانی مدِنظر ہے مثلاً بے وضو اور جُنبی کو پانی سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے۔ روزے میں یہ سہولت پیدا کی کہ مریض و مسافر اور حاملہ و مرضعہ وغیرہ روزہ نہ رکھیں۔ ازالۂ عذر کے بعد جب چاہیں روزے کی قضا بھر دیں چاہیں فدیہ دے دیں۔ چنانچہ قرآن مجید کے ایک موقع پر روزے کے سلسلۂ بیان میں ارشاد ہوا ہی یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ[۱] حج کے بارے میں ارشاد ہوا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا[۲]۔ الغرض دین میں ہر طرح کی آسانی ہی کسی قسم کی تنگی اور مشکل نہیں ہُوَ اجْتَبٰکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ[۳] ۔ تو جو لوگ خدا کے دین میں سختیاں و مشکلات پیدا کر کے اُس کے دائرے کو تنگ کرتے ہیں اُنھیں ہر وقت ترساں خائف رہنا چاہیئے۔ جس سفر میں نماز قصر کی جاتی ہے۔ اُس کی حدِ مسافت میں علماء کا اختلاف ہی بعض تین منزلوں کی قید لگاتے ہیں اور بعض اس سے کم لیکن صحیح حدیثوں سے نو میل ثابت ہوتے ہیں یعنی اگر کوئی شخص نو میل کا سفر کرے تو اُسے قصر نماز جائز ہی اگر کہیں چار روز ٹھیرنے کی نیۃ کی ہی تو نماز قصر کرے اور چار روز سے زیادہ ٹھیرنے کا قصد کیا تو پوری نماز پڑھے۔ ہاں اگر قیام میں متردد ہو اور آج کل کوچ کرنے کی نیۃ ہو تو قصر کیئے جائے گو بیس روز کیوں نہ گزر جائیں لیکن بیس روز سے متجاوز ہونے میں پوری نماز ادا کرنی پڑے گی[۴]۔ ریل کا سفر بھی کشتی جیسا ہی۔ اُس میں بھی نماز قصر کرنا جائز ہی۔ صرف نیۃ اور تکبیر تحریمہ کے وقت استقبالِ کعبہ کافی ہی۔ بعد کو جس طرف سواری کا رُخ ہو نماز ہو جاتی ہی۔ اگر کوئی شخص قافلے کے ساتھ سفر کر رہا ہو اور سواری سے اُتر کر نماز پڑھنے میں جان و مال کا اندیشہ یا رستہ بھول جانے کا خوف ہو تو چلتی سواری پر نماز فرض ادا کرے مگر قیام گاہ پر پہنچکر اُس کا اعادہ کر لینا انسب ہی۔ سفر کی حالۃ میں علاوہ نمازِ فجر کے اور نمازوں میں جمع جائز ہی یعنے دو وقت کی نمازیں ایک وقت میں پڑھنا درست ہی۔ مثلاً ظہر و عصر دونوں ظہر یا عصر کے وقت میں پڑھنا اور مغرب و عشا کی دونوں نمازیں کو مغرب یا عشا کے وقت ادا کرنا درست ہی ✣

---

[۱] اللہ تمھارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہی اور تمھارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا ۱۲

[۲] اور لوگوں پر فرض ہی کہ خدا کے لیئے خانہ کعبہ کا حج کریں جن کو اُس تک پہنچنے کا مقدور ہو ۱۲

[۳] اُسی نے تم کو (دنیا کے لوگوں میں سے) انتخاب فرمایا اور (دین کے بارے) میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی ۱۲۔

[۴] یہ علمائے محدثین کے نزدیک ہی فقہا، کہتے ہیں کہ متردد کو ہمیشہ قصر کرنی چاہیئے گو سالہا سال تک بھی اُس کا تردد باقی رہے ۱۲

[۵] مدتِ وجوبِ قصر میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہی کہ وَلَا یَزَالُ حُکْمُ السَّفَرِ حَتّٰی یَنْوِیَ الْاِقَامَۃَ فِیْ بَلْدَۃٍ اَوْ قَرْیَۃٍ خَمْسَۃَ عَشَرَ یَوْمًا اَوْ اَکْثَرَ۔ (دیکھو ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۲۷ مطبع مجتبائی دہلی)۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانزدہ روزہ اقامت سے کم مدت میں قصر ہی اور امام شافعی کے نزدیک اٹھارہ دن اور امام احمد کے نزدیک پانچ دن اور امام مالک اور امام احمد نے ایک روایت میں چار دن کی مدت بھی قرار دی ہی۔ لیکن فقہا کا فتویٰ پندرہ روز کے اقامت پر ہی اور اسی پر بالعموم عمل ہی۔ از بشیر الدین احمد۔

سجدۂ سہو

جسے نماز میں شک واقع ہو کہ میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار۔ تو وہ شک کو دور کرے اور جتنی رکعتوں پر دل ٹھہرے اور یقین ہو اُن پر بنا کرکے سلام پھیرنے سے پیشتر دو سجدے کرے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے۔ تو شیطان آکر اُسے بھلاتا بہکاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ دوسرے خیال میں محو ہوکر بھول جاتا ہو کہ کے رکعتیں پڑھیں۔ اس وقت تمھیں چاہیئے کہ کمی کا اعتبار کرو۔ مثلاً دو تین میں شبہہ ہو تو دو اور تین چار میں شبہہ ہو تو تین پر یقین کرو پھر باقی رکعتوں کی تکمیل کرے آخر کے تشہد میں التحیات اور درود شریف پڑھ کر سہو کے دو سجدے کرکے سلام پھیر دو۔ سلام پھیرنے کے بعد بھی سجدۂ سہو کا جواز بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوا ہے۔ امام اور تنہا نمازی اگر نماز میں سہو کریں گے تو انہیں سہو کے دو سجدے کرنے پڑیں گے۔ امام کے سہو سے مقتدی کو بھی سجدہ سہو کرنا ہوگا۔ مگر مقتدی کے سہو سے خود اُس کو یا امام کو نہیں۔ امام نماز میں سہو کرے مثلاً کھڑا ہونا چاہیئے تھا اور وہ لگے بیٹھنے یا بیٹھنا چاہیئے تھا اور وہ لگے کھڑا ہونے تو مقتدی اُسے سُبحَانَ اللہ کہہ کر یاد دلاوے۔ امام اگر پہلے قعدے میں نہ بیٹھے اور سیدھا کھڑا ہو جائے تو مقتدیوں کو بھی اُس کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو جانا چاہیئے پھر اخیر رکعت میں امام سلام پھیرنے سے پیشتر یا بعد کو دو سجدے کرے اور مقتدی بھی اُس کا اتباع کریں۔ اگر کوئی قعدے میں بیٹھنا بھول گیا اور سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے یاد آگیا تو فوراً بیٹھ جائے اور اب اُس کو سہو کے دو سجدے کرنے ضرور نہیں۔ ہاں پورا کھڑا ہو گیا ہو تو نہ بیٹھے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نماز عصر پڑھائی۔ اور تین رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا۔ حجرے میں تشریف لے گئے تو پیچھے سے ایک صحابی نے یاد دلایا۔ آپ اُسی وقت مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں سے تصدیق فرمائی ایک رکعت اور پڑھی اور سلام پھیر کر دو سجدے کرکے نماز سے باہر آگئے۔ اگر کوئی ضم سورہ کرنا بھول گیا یا پڑھنی تھی خالی رکعت اور بھری رکعت پڑھ گیا یا اُس کے برعکس کر لیا تو محدثین کے نزدیک سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اُن کے نزدیک ضم سورہ سنت مؤکدہ ہے مگر فقہا کے نزدیک چونکہ ضم سورہ واجب ہے اور واجب کے ترک پر سجدۂ سہو لازم۔ اس لیئے وہ سجدۂ سہو کو لازم بتاتے ہیں نماز خواہ فرض ہو یا سنت یا نفل سب میں بحالتِ سہو دو سجدے کرنے چاہئیں۔ کئی دفعہ کی بھول چوک کے لیئے صرف بھی آخر کے دو سجدے کفایت کرتے ہیں ٭

سجدۂ شکر

خوشی اور نعمت کو پہنچنے کے وقت سجدۂ شکر بجا لانا مسنون ہے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی خوشی کی بات سنتے تو خدا کے لیئے سجدے میں گر پڑتے۔ آپ نے ایک دفعہ حضرت علی رضہ کو یمن کی طرف بھیجا جب اُنھوں نے اہل یمن کے مسلمان بننے ہونے کا حال آپ کو لکھا تو آپ بہت خوش ہوئے اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ ابو جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم ایک ضعیف الحرکت ناقص الخلقت آدمی کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑے۔ ظاہرا سجدۂ شکر کے لیئے باوضو ہونا ضرور نہیں اور علےٰ ہٰذا القیاس استقبال قبلہ بھی۔ مگر ہم کو کہیں سے اس کی سند بہم نہیں پونہچی ❊

تلاوۃ قرآن کے سجدے

قرآن مجید میں پندرہ آیتیں ایسی ہیں کہ اُنہیں پڑھ کر یا سُن کر سجدہ کرنا مسنون ہے۔ ایک سورۂ اعراف میں اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیُسَبِّحُوْنَہٗ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ ۔ پھر دوسرے سورۂ رعد میں وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّظِلٰلُھُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔ پھر تیسرے سورۂ نحل میں وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّۃٍ وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۔ پھر چوتھے سورۂ بنی اسرائیل میں وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا ۔ پھر پانچویں سورۂ مریم میں اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا ۔ پھر چھٹے سورۂ حج میں آیہ وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ۔ پھر ساتویں اسی سورۂ حج میں آیہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ پھر آٹھویں سورۂ فرقان میں آیہ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَھُمْ نُفُوْرًا ۔ پھر نویں سورۂ نمل میں آیہ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۔ پھر دسویں سورۂ سجدہ میں آیہ اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِھَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۔ پھر گیارھویں سورۂ ص میں آیہ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰہُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّہٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ ۔ پھر بارھویں سورۂ فصلت میں یُسَبِّحُوْنَ لَہٗ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَھُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ ۔ پھر تیرھویں سورۂ النجم میں آیہ فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا ۔ پھر چودھویں سورۂ انشقت میں وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْھِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ۔ پھر پندرھویں سورۂ علق میں آیہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۔ پھر ❊

جب ان آیتوں میں سے کوئی آیہ پڑھے یا سُنے تکبیر کہہ کر سجدہ کرے۔ حالتِ سواری میں اگر سجدے کی آیہ پڑھی یا سُنے تو زین پر دونوں ہاتھ رکھ کر سجدہ کرے اور پیدل ہو تو زمین پر۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم شب کو آیہ سجدہ پڑھتے تو سجدے میں یہ دعا پڑھا کرتے۔ سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَشَقَّ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ بِحَوْلِہٖ وَقُوَّتِہٖ یعنی میرا مُونہ اُس کے لیئے جُھک گیا جس نے اُسے بنایا اور اپنی قوت و قدرت کے ساتھ اُس کے کان اور آنکھیں پیدا کیں" ❊

استقبالِ قبلہ اور وضو کے بارے میں جو ہم سجدۂ شکر میں لکھ آئے ہیں وہی یہاں بھی سمجھو ❊

نمازِ جنازہ

جنازے کی نماز مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے یعنی اگر چند لوگ پڑھ لیں گے تو اوروں کی طرف سے فرض اُتر جائیگا ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ اگر مردہ دفن ہو چکا ہو تو جنازے کی نماز قبر پر پڑھنی حدیث سے ثابت ہے۔ نمازِ جنازہ خواہ جنگل میں پڑھیں یا مسجد میں دونوں طرح جائز ہے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیضا رصحابیہ کے دونوں بیٹوں پر نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔ عورتیں بھی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھ سکتی ہیں۔ خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ پیغمبر صاحب نے نہیں پڑھی۔ جنازہ مرد کا ہو تو امام کو میت کے سر کے مقابل اور عورۃ کا ہو تو ناف کے محاذات میں کھڑا ہونا چاہیے کئی میتیں جمع ہو جائیں تو سب کے لیئے ایک ہی نماز بس کرتی ہے۔ کچا بچہ جس میں روح نہ پڑی ہو اور پڑی ہو تو مرا ہوا پیدا ہو اُس پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ نمازِ جنازہ کے لیئے زندگی شرط ہے ✦

نمازِ جنازہ پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ امام اور امام کے ساتھ مقتدی تکبیر تحریمہ کہہ کر دل ہی دل میں وہ دعا پڑھیں جو معمولاً ہر نماز میں تحریمہ کے بعد اور قراءۃ سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ ازاں بعد اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھیں اور چاہیں تو سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورۃ بھی ضم کر لیں۔ پھر دوسری تکبیر کہہ کر معمولی درود شریف پڑھیں جو سب نمازوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد تیسری تکبیر کہیں اور یہ دعا پڑھیں[1] اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ۔ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر ذیل کی دعا پڑھیں جنازہ مرد کا ہو یا عورۃ کا بوڑھے کا ہو یا بچے کا سب کے لیئے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم یہی دعا پڑھا کرتے تھے[2] اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔ بعض صحابہ بچوں کی نمازِ جنازہ میں مذکورہ بالا دعاؤں کے بعد ذیل کی دعا بھی پڑھا کرتے تھے[3] اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا۔ اس کے بعد امام اور امام کے پیچھے مقتدی دونوں طرف سلام پھیریں۔ اس اعتبار سے کہ نمازِ جنازہ بھی ایک خاص قسم کی نماز ہے اور نماز ہے تو عبادۃ ہے اور عبادۃ ہے تو صرف خدا کا حق ہے غرض اس اعتبار سے نمازِ جنازہ کو دوسری نمازوں کے شمول میں حقوق اللہ کے ذیل میں رکھنا وضع الشئے فی محلہ ہے۔ مگر نمازِ جنازہ کا ایک پہلو اور بھی ہے کہ اس میں مرنے والے کے حق میں دعائے مغفرۃ کی جاتی ہے اور اس اعتبار سے اس کو حقوق العباد کے ذیل میں جانا چاہیئے مگر نماز کے نام کی رعایت سے ہم نے اس کو نماز کے ذیل میں رہنے دیا اور حق میت ہونے کے اعتبار سے ہم کو جو کچھ لکھنا ہے ان شاء اللہ وہیں حقوق العباد کے باب میں لکھیں گے ✦

---

[1] الٰہی اس کے گناہ بخش دے اور اس پر رحمت کر اور اسے بچا دے اور اس کی خطا معاف فرما اور اس کا ٹھکانا عمدہ بنا اور اسکی قبر کشادہ کر اور اس کو پانی اور برف اور اولے سے پاک صاف کر دے جیسا کہ تو کپڑے کو میل کچیل سے صاف کر دیتا ہے اور اس کو دنیا کے گھر سے بہتر گھر اور اہل سے بہتر اہل اور دنیا کی بی بی سے اچھی بی بی بدل دے اور اسے بہشت میں لیجا داخل کر اور عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے بچائے ۱۲ [2] اے اللہ ہمارے زندوں اور مردوں کو ہمارے حاضر و غائب کو ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کو ہمارے مرد و عورتوں کو بخش دے خداوند ہم میں جسے تو زندہ

روزہ

من المترجم دنیا میں جتنے مذہب مروج ہیں سب میں فاقہ عبادۃ سمجھا گیا ہی روزے سے مزاج میں عجز و انکسار کی صفت پیدا ہوتی ہی اور روزہ دار کو روزی کی قدر آتی ہی۔ اِس کے علاوہ روزہ جسمانی تندرستی کے لیے بھی مفید ہی کہ اس سے ردی رطوبتیں جو اکثر مولد امراض ہوتی ہیں خشک ہو جاتی ہیں اور سب سے بڑی بات تو یہ ہی کہ روزہ دار اُن مصیبتہ مندوں کی مصیبتہ کا اندازہ کر سکتا ہی جن کو پیٹ بھر کر روزی میسر نہیں آتی۔ اور جب دوسروں کی مصیبتہ کا اندازہ کرے گا تو اسکی طبیعتہ میں اُن کی امداد کا بھی تقاضا ضرور پیدا ہوگا۔ اور لوگ روزوں کے دنوں میں توسیع رزق بھی کرتے ہیں اس سے لوگوں کو فائدہ پونہچتا ہی۔ روزوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہی کہ شب کو لوگ تراویح میں قرآن پڑھتے ہیں اور اس سے لوگوں کو قرآن کے حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہی اور اِس ذریعے سے خدا اپنا وہ وعدہ ایفا کرتا ہی جو اُس نے قرآن کے محفوظ رکھنے کی بابت کیا ہی۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ روزے کو عبادات میں داخل کرنے سے شارع کی اصلی غرض یہ ہی کہ مسلمانوں کو چست و چالاک اور صابر و ضابط قوم بنائے نہ بندۂ شکم اور حریص و طامع کہ تھوڑی دیر بھی بھوک و پیاس کے ضبط کرنے پر قادر نہ ہوں ❖

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١﴾ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي

مسلمانو جس طرح تم سے پہلے لوگوں (یعنی اہل کتاب) پر روزہ رکھنا فرض تھا تم پر بھی فرض کیا گیا تاکہ تم (بہت سے گناہوں سے) بچو (وہ بھی گنتی کے چند روز رہیں) اس پر بھی جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں (ہو) تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری کرے) اور جن (مریضوں اور بیماروں) کو کھانا دینے کا مقدور ہی اُن پر ایک روزے کا بدلہ ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہی اور جو شخص اپنی خوشی سے نیک کام کرنا چاہے تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہی اور سمجھو تو روزہ رکھنا (بہر حال) تمہارے حق میں بہتر ہی (روزوں کا مہینا) رمضان کا ہی جس کے (روزوں کے) بارے میں

ف۱ مطلب یہ معلوم ہوتا ہی کہ ہر ایک مسلمان کو فرضی روزہ رکھنا چاہیے مگر بیمار او مسافر کو رخصتہ ہی کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے بعد کو قضا رکھ لے اور یہی مریض و مسافر مقدور والا ہو تو قضا بھی نہ رکھے بلکہ روزے پیچھے ایک محتاج کا پیٹ بھر دے اور روزہ قضا بھی رکھے اور محتاج کا پیٹ بھی بھرے تو نور علیٰ نور یہ کہ روزے کے بدلے روزہ ہوا اور فضیلہ رمضان جو فوت ہو گئی تھی اُس کی تلافی کے لیے محتاج کا پیٹ بھر دیا۔ اگرچہ بیماری اور سفر کی حالت میں مقدور والوں کو قضا کے بدلے فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا ہی مگر اُن کے لیے بھی روزہ قضا کا رکھنا اولیٰ ہی تاکہ لوگ روزے سے بچنے کے لیے بہانے نہ ڈھونڈیں ۱۲

أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ط هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ

خدا کی طرف سے قرآن (یعنی حکم) نازل ہوا ہے ف (اور قرآن) لوگوں کا رہنما ہی اور (اُس میں) ہدایت اور (حق و باطل کی) تمیز کے کھلے کھلے حکم (موجود ہیں) تو (مسلمانو!) تم میں سے جو شخص اِس مہینے میں (زندہ) موجود ہو تو چاہیئے کہ اِس مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں (ہو) تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری) کرلے اللہ تمھارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہی اور تمھارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا اور (یہ حکم اُس نے اِس غرض سے دیئے ہیں) تاکہ تم (روزوں کی) گنتی پوری کر لو اور تاکہ اللہ نے جو تم کو راہِ راست دکھادی ہی اِس (نعمت) پر اُسکی بڑائی کرو اور تاکہ تم (اُس کا) احسان مانو اور (اے پیغمبر) جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو (اُن کو سمجھا دو کہ) ہم (اُن کے) پاس ہیں جب کبھی کوئی ہم سے دعا کرے تو ہم (ہر ایک) دعا کرنے والے کی دعا کو سنتے اور مناسب ہی تو قبول (بھی) کرلیتے ہیں تو اُن کو چاہیئے کہ ہمارا حکم (بھی) مانیں اور ہم پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھے رستے لگ جائیں ف۲ (مسلمانو!) روزوں کی راتوں میں اپنی بیبیوں کے پاس جانا تمھارے لیئے جائز کردیا گیا ہی وہ تمھارے دامن (کی جگہ) ہیں اور تم اُن کی چولی (کی جگہ) ہو ف۳ اللہ نے دیکھا کہ تم چوری چوری اُن کے پاس جانے سے اپنا (دینی) نقصان کرتے تھے تو اُس نے تمھارا قصور معاف کردیا اور تمھاری خطا سے درگزر کی ف۴ (روزوں میں) رات کے وقت اُن سے ہمبستر ہوا اور ہمبستری کا جو نتیجہ

ف اکثر مفسرین نے انزل فیہ القرآن کے یہ معنی کیئے ہیں کہ ماہ رمضان میں قرآن کا اُترنا شروع ہوا جیسا کہ پارۂ اخیر کی سورۂ قدر میں مذکور ہی مگر جو معنی ہم نے اختیار کیئے ہیں تفسیر کبیر میں اُن کا ماخذ موجود ہی اور ہم کو یہی چسپاں معلوم ہوئے ۱۲ ف۲ عرب کے لوگ جیسے سادے اَن پڑھ تھے ہی اور خدا کے بارے میں اُن کو نئے نئے خیالات تعلیم کیئے جاتے تھے بعض کو یہ واہمہ گزرا کہ خدا کی بڑی اونچی شان ہی تو چلا چلا کر اُس سے دعائیں مانگیں۔ اِس آیۃ میں ان کے واہمہ کو دور کردیا پھر دعا کی قبولیت کا حال یہ ہی کہ خدا کے سوا کسی کو غیب کا حال تو معلوم نہیں ایسا بھی ہوتا ہی کہ بندہ دعا کرتا ہی اور فی علم اللہ وہ اُس کے حق میں مضر ہی تو خدا محض اپنے فضل سے اُس کا وہ مطلب

نہیں بخشتا ایسی حالت میں جو بندہ خدا سے تعلق رکھتا ہی۔ صبر کرتا ہی اور اُس کو ناکامی کا رنج نہیں ہوتا۔ غرض دعا کی مقبولیت کے دو پیرایے ہیں حصول مدعا یا دل کی تسلی ۱۲ ف۳ ایک چیز ایک چیز کو ایسی لازم ہو کہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکیں تو کپڑے کے تعلقے میں اُس لزوم کو ہمارے ہاں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ دونوں میں چولی دامن کا

مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ (بقرہ ع ۲۳ پارہ ۲)

تم کو صاف دکھائی دینے لگو[ف۱] پھر رات تک روزہ پورا کرو اور جہاں تم مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہو تو رات کو بھی) اُن سے ہمبستر نہ ہونا یہ اللہ کی باندھی ہوئی) حدیں ہیں تو اُن کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ (خلافِ حکم کرنے سے) بچیں ✤

مِن المنزل کم مسلمانوں پر خدا تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کیے ہیں بغیر عذر کے روزہ نہ رکھنے کا ویسا ہی گناہ ہے جیسا نماز نہ پڑھنے کا اور زکوٰۃ نہ دینے کا۔ غرض اہمیت اور واجب التعمیل ہونے میں تمام فرائض برابری کے درجے میں ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ رمضان کی بڑی آؤ بھگت کرتے ہیں۔ اتنی نماز کی نہیں اور زکوٰۃ کی تو شاید کچھ بھی نہیں اِلّا ما شاء اللہ۔ رمضان چونکہ برس میں دن آتا ہے کچھ تو زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا کی رو سے اور زیادہ تر افطاری اور سحری کے مزوں کی وجہ سے روزے کا اہتمام زائد از واجب کیا جاتا ہے۔ اور ہاں تراویح کے حیلے سے مساجد کی روشنی کا تماشا بھی سیر کی چیز ہے ✤

جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کا روزہ بغیر عذر کے نہ رکھا اگر تمام سال یا تمام عمر نفلی روزے رکھے یا دنیا کی ساری نعمتیں خیرات کرے تب بھی اُس ایک روزے کے درجے کو نہ پہنچے گا۔ جو بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عورتیں حیض و نفاس میں ہوں یا حمل سے ہوں یا بچے کو دودھ پلاتی ہوں اور خوف ہو کہ روزے کی وجہ سے بچے کو نقصان پہنچے گا تو یہ سب لوگ روزہ موقوف رکھیں جب عذر جاتے رہیں روزوں کی قضا رکھیں سال بھر میں پورے کر لیں۔ چاہیں ایک دم رکھیں چاہیں تھوڑے تھوڑے کر کے کئی دفعہ میں پورے کریں۔ جو شخص اس قدر بوڑھا ضعیف ہو کہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو اُسے روزہ معاف ہے ہر روزے کے بدلے ایک محتاج کا پیٹ بھر دیا کرے۔ روزہ رکھنے والا صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عورتوں کی ہمبستری سے بند رہے کسی کی بُرائی غیبت نہ کرے۔ عذر بیماری کی وجہ سے قے کریں تو روزے کی قضا لازم آئے گی ورنہ خود بخود قے ہو جانے سے روزے میں نقصان نہ آئے گا۔ روزے میں خوشبو لگانا۔ سر میں تیل ڈالنا۔ سرمہ لگانا۔ فصد کھلوانا۔ بھری سینگی کھنچوانا۔ پچھنے لگانا۔ مسواک کرنا۔ کلی کرنا۔ غسل کرنا۔ ناک میں پانی دینا یہ سب باتیں درست ہیں لیکن زیادہ مبالغہ کرنا نہ چاہیئے۔ روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے جسم سے جسم لگانا درست ہے۔ مگر جوان بے صبر آدمی کو مناسب نہیں۔ اگر کسی کو رات کو نہانے کی ضرورت ہوئی تو رات ہی کو نہا لینا بہتر ہے۔ ورنہ صبح کو بھی نہانے سے روزے میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوتا۔ جو شخص روزے میں عمداً صحبت کرے گا اُسے ایک روزے کے بدلے ایک غلام آزاد کرنا پڑے گا۔ اور چونکہ ہندوستان میں غلام کے آزاد کرنے کا رواج نہیں ہے اس لیے اب ایک روزے کے بدلے دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ محتاجوں کا پیٹ بھرے

ف۱ صبح صادق ہوتی ہے تو اول وقت تاریکی اور روشنی کی دو دھاریاں سی مشرق میں دکھائی دیتی ہیں۔ پھر روشنی غالب آ کر تاریکی مٹ جاتی ہے ۱۲

پھر روزے کے بدلے روزہ رکھے اور خدا سے معافی چاہے۔ روزے میں جان کر کھاپی لے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے
بعض کے نزدیک کفّارہ ہے اور بعض کے نزدیک صرف قضا۔ مگر حدیث سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ پیغمبر خدا صلے
اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کفّارے کا ذکر فرمایا ہو۔ اس لئے محدثین کے نزدیک محقق مسئلہ یہی ہے کہ عورۃ سے
جان کر صحبۃ کرنے والے پر کفّارہ اور جان کر کھانے پینے والے پر قضا لازم آتی ہے۔ اگر ابر کی وجہ سے وقت معلوم نہیں ہوا
اور روزہ کھول لیا۔ پھر سورج نکل آیا تو روزے کی قضا رکھنی ہوگی۔ بھوک پیاس کی شدۃ سے جان کے تلف ہونے کا خوف
ہو تو روزہ توڑ دینا اور بعد کو قضا کرنا چاہیئے۔ روزے دار بھول کر سیر ہو کر بھی کھاپی لے تو بھی روزہ سلامت رہتا ہے۔ روزے دار
بیمار پڑ جائے یا سفر کو چلا جائے اور روزہ توڑ دے تو کچھ گناہ نہیں۔ حضرۃ نے ایک مرتبہ حالتِ سفر میں عصر کے وقت خود
بھی روزہ توڑ دیا اور صحابہؓ کا بھی تڑوا دیا اور فرمایا سفر میں روزہ رکھنا کچھ نیکی میں داخل نہیں اگر تکلیف ہو۔ ایک حدیث میں
فرمایا حالتِ سفر میں تکلیف کے ساتھ روزہ رکھنے والے گنہگار ہیں۔ مسافر کو بحالتِ سفر روزہ رکھنے اور نہ رکھنے میں بہت سی
مختلف حدیثیں آئی ہیں بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا گناہ ہے اور پیغمبر صاحب نے ایسے
لوگوں کو نافرمان فرمایا ہے اور کچھ حدیثیں اس مضمون کی بھی ہیں کہ پیغمبر صاحب نے مسافر کو روزے سے ممانعت نہیں فرمائی
بلکہ انہیں اُن کے روزے پر رہنے دیا۔ اس اختلاف کو دیکھ کر ہم نے چاہا کہ ایک ایسا قولِ فیصل لکھ دیں جس میں دونوں قسم
کے مضمون بجائے خود درست اور ٹھیک بیٹھ جائیں۔ سو واضح ہو کہ شارع نے مسافر کے لئے عبادۃ میں آسانی مدِ نظر
رکھی ہے۔ عبادات میں صرف دو ہی قسم کی عبادتیں ہیں جن پر آدمی کو اکثر عمل کرنا پڑتا ہے۔ نماز جو دن رات میں پانچ دفعہ
پڑھی جاتی ہے۔ روزے جو سال بھر میں ایک مہینے تک متواتر اور پے در پے رکھے جاتے ہیں نماز میں تو مسافر کے لیے یہ آسانی کی گئی
کہ قصر کرے جہاں قصر ممکن ہو یعنے چار رکعۃ والی فرض نماز کو دو رکعۃ ادا کرے اور روزے میں یہ آسانی کی گئی کہ اگر سفر
میں کسی طرح کی مشقۃ و تکلیف کا اندیشہ ہو تو قطعًا روزہ نہ رکھے بلکہ اُس کے بدلے فدیہ دے دے یا اَور دنوں میں قضا کر
ایسی صورۃ میں اگر مسافر روزہ رکھے گا تو خدا کی نعمۃ رخصۃ کا ناقدر دان اور گنہگار سمجھا جائے گا۔ ہاں اگر تکلیف و مشقۃ کا سفر
نہ ہو تو بہتر تو یہی ہے کہ اب بھی روزہ نہ رکھے کیونکہ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ اُس نے خدا کی رخصۃ کو قبول نہیں کیا۔ مگر روزہ رکھ
لے گا تو گنہگار نہ ہوگا۔ اب دونوں حدیثوں کے مضمون اپنی اپنی جگہ ٹھیک بیٹھ گئے ؞

سفر و بیماری کے زمانے میں جو روزے نہ رکھے جائیں اُن کی قضا لازم ہے۔ شک کے روز روزہ رکھنے والا جناب رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے (شک کے روز کے یہ معنی ہیں کہ چاند کا ہونا متیقن نہ ہو اور اگلے دن احتیاطًا روزہ رکھ لیا جائے)
رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیئے اور ابر ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے اکتیسویں روز۔ اگر ایک مسلمان بھی
رویتِ ہلال کی گواہی دے گا تو شہر کے تمام مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جائے گا۔ مگر عید کے چاند دیکھنے کی جب تک دو
مسلمان گواہی نہ دیں افطار کرنا نہ چاہیئے۔ اگر آسمان پر ابر محیط ہو اور دوسرے شہروں سے رویتِ ہلال کی شہادۃ پہنچے
تو اس شہادۃ کو تسلیم کر لیا جائے مگر بہت دور دراز شہروں کی رویت کا اعتبار نہ کیا جائے۔ تار کی خبریں بھی شہادۃ کے
قائم مقام ہیں بشرطیکہ کوئی معتبر آدمی خبر دے اور چاند کا ہونا محتمل ہو ؞"

سحری کھانا مسنون ہی۔حضرۃ نے فرمایا کہ ہمارے اور یہود و نصاریٰ کے روزوں میں صرف سحری کا فرق ہی ہم سحری کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتے۔اور فرمایا لوگو! سحری کھاؤ اس میں برکت ہی۔سحری کا بہتر اور عمدہ وقت ہی صبح کاذب سے طلوع صبح صادق تک پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمدہ سحری یہ ہی کہ آخر وقت میں کھائی جائے سحری کے وقت کوئی مخصوص دعا روزے کی نیتہ کے واسطے پڑھنا آنحضرۃ سے ثابت نہیں صرف روزے کی نیتہ اور ارادہ کافی ہی۔

جب آفتاب کا گردہ مغرب میں چھپ جائے اور مشرق کی طرف سے سیاہی نمودار ہو تو روزہ افطار کیا جائے حضرۃ نے فرمایا کہ جب تک مسلمان افطار میں جلدی کرتے رہیں گے دین کو غلبہ رہے گا۔اور فرمایا کہ خدا فرماتا ہے مجھے افطار میں جلدی کرنے والے بندے بہت پیارے ہیں۔اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ افطار میں تعجیل کرنا گویا احتیاج رزق کو خدا کے سامنے ظاہر کرنا ہی اور خدا جو بندوں کا رازق ہی اُسے اپنے بندوں کی یہ ادا بہت پسند آتی ہی۔روزہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھنی مسنون ہی[1] اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ اور چاہیں تو یہ دعا پڑھیں۔ذَهَبَ[2] الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔بعض حدیثوں میں یہ دعا بھی آئی ہی[3] اَللّٰهُمَّ اِنِّيْۤ اَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اَنْ تَغْفِرَ ذُنُوْبِيْ۔

اعتکاف بیٹھنے کا بڑا ثواب ہی۔جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رمضان کے آخری دہے میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔اعتکاف کے لیئے مسجد میں ایک علیحدہ جگہ مقرر کرکے فجر کی نماز پڑھ کر وہاں داخل ہونا چاہیئے۔حاجات ضروریہ کے علاوہ مسجد سے باہر نہ نکلیں حتے کہ کسی کی عیادۃ کو بھی نہ جائیں۔ہاں رستے میں گزرتے ہوئے بیمار کو پوچھ لیں تو مضایقہ نہیں اسی طرح دفن میت اور نماز جنازہ کے واسطے بھی باہر جانا درست نہیں اعتکاف کی حالۃ میں عورۃ سے ہمبستری نہ کریں بوسہ نہ لیں معانقہ نہ کریں۔اگر مسجد سے باہر سر نکال کر بال دُھلوائیں یا کنگھی کرائیں تو جائز ہی۔اعتکاف کی حالۃ میں روزہ رکھنا شرط اعتکاف نہیں ہی البتہ بہتر اور مستحسن ہی کہ روزے سے ہو۔بیماری یا کسی ضرورۃ کی وجہ سے اعتکاف کو توڑ دے تو اس کی قضا لازم ہو جاتی ہی۔کسی نے اعتکاف کی منّت مانی ہو تو اُس کا پورا کرنا واجب ہی جتنے دنوں کی نذر مانی ہوگی اُتنے ہی دنوں اعتکاف بیٹھنا پڑے گا۔عورتوں کو اعتکاف بیٹھنا بھی سُنّت سے ثابت ہی صحیح حدیثوں کی رو سے اعتکاف کی مدّۃ دس روز ثابت ہوتے ہیں۔اس سے کم مدت کا اعتکاف نہ تو حضرۃ ہی سے ثابت ہوتا ہی نہ خلفائے راشدین ہی کے طریقے سے۔اعتکاف اگرچہ تمام مسجدوں میں جائز ہی مگر جامع مسجد میں اولےٰ اور بہتر ہی۔کیونکہ جمعے کی نماز کے لیئے اگر معتکف جائے گا تو بعض صحابہؓ اور تابعین کے نزدیک اُس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔حالۃ اعتکاف میں۔قرآن پڑھنا۔حدیث کا مطالعہ کرنا۔اذان دینا۔فتوے لکھنا۔خطبہ پڑھنا۔دینی باتوں کی تعلیم دینا۔حجامۃ و غسل کرنا۔کپڑے بدلنا۔ضروری مختصر باتیں کرنا کھانا پینا سب درست ہے۔

اعتکاف ایک طرح کی خلوۃ ہی کہ آدمی دنیا کے بکھیڑوں سے علیحدہ ہو کر اتنا وقت خدا کی یاد اور غور و فکر میں صرف کرے۔جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نبوۃ سے پہلے غار حرا میں اپنا وقت اسی طرح صرف فرماتے تھے۔اسی طرح کی خلوۃ

[1] خداوندا میں نے خاص تیرے لیئے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے افطار کیا ۱۲ [2] پیاس جاتی رہی اور رگیں تر و تازہ ہو گئیں اور اجر ثابت ہوا ان شاء اللہ ۱۲ [3] خداوندا میں تیری رحمۃ کا واسطہ دے کر جس نے ہر چیز کو سما لیا ہی۔سوال کرتا ہوں کہ میرے گناہ بخش دے ۱۲-

اعتکاف سے مقصود ہی +

نفلی روزے

رمضان کے علاوہ کچھ نفلی روزے بھی ہیں جو پیغمبر صاحبؐ اور آپؐ کے صحابی رکھا کرتے تھے مثلاً عید کے بعد کے چھ روزے یوم عاشورا کا روزہ پیر اور جمعرات کا روزہ ہر مہینے کی تیرھویں چودھویں پندرھویں کے تین روزے اور ان ہی کو ایام بیض بھی کہتے ہیں مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں ہفتے اور اتوار اور پیر کے تین روزے۔ اسی طرح آخر کی تاریخوں میں منگل بدھ جمعرات کے تین روزے لیکن متواتر اور پے در پے روزے رکھنے سے پیغمبر صاحبؐ نے بڑی سختی کے ساتھ ممانعت کی ہی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرۃ ابو قتادہ سے روایۃ ہی کہ حضرۃ عمر بن الخطابؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو شخص ہمیشہ یعنی تمام سال روزے رکھتا ہی وہ کیسا ہی۔ فرمایا اُس نے نہ تو روزہ ہی رکھا اور نہ افطار ہی کیا۔ عرض کیا اور جو شخص دو دن روزہ رکھتا اور ایک دن افطار کرتا ہی؟ فرمایا۔ کیا کوئی اتنی طاقت رکھتا ہی؟ عرض کیا اور جو شخص ایک دن روزہ رکھتا اور ایک دن افطار کرتا ہی؟ فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہی۔ عرض کیا اور جو شخص ایک دن روزہ رکھتا اور دو دن افطار کرتا ہی؟ فرمایا کاش میں اس قدر طاقت دیا جاتا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ ہر مہینے کے تین روزے اور رمضان کے روزے سارے برس کے روزوں کے برابر ہیں۔ ام المومنین حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم یہاں تک روزے رکھے چلے جاتے تھے کہ ہم کہتے تھے اب آپ افطار نہ کریں گے اور افطار کیے چلے جاتے تھے حتےٰ کہ ہم کہتے تھے کہ اب روزہ نہ رکھیں گے میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ رمضان کے علاوہ کسی اَور مہینے کے پُورے روزے رکھے ہوں +

رمضان کے روزوں کی قضا کے لیے آدمی مکلف نہیں ہی کہ جتنے روزے فوت ہو گئے ہوں سب کی قضا برابر اور متواتر کرے بلکہ اُسے اختیار ہی کہ سال بھر میں جب چاہے اور جس طرح چاہے قضا کرے خواہ متواتر قضا بھر دے خواہ ایک ایک دو دو کرکے۔ اگر کوئی شخص مر جائے اور اُس پر رمضان کے روزے ہوں تو کیا کیا جائے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہی۔ امام احمد اور ایک روایۃ میں امام شافعی اور محدثین کی ایک جماعۃ اس طرف گئی ہی کہ جتنے روزے میت کے ذمے ہوں اُتنے روزے اُس کا ولی رکھ دے۔ اور ان کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث ہی[1] عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ ـ لیکن بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھ سکتا نہ نماز پڑھ سکتا ہی۔ اور یہی مذہب ہی امام ابو حنیفہ اور امام مالکؒ کا اور صحیح روایۃ کی رو سے امام شافعی کا بھی۔ ان کی حجۃ موطا کی یہ حدیث ہی[2] عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُسْأَلُ هَلْ يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ أَوْ يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ فَيَقُولُ لَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ اب رہی یہ بات کہ میت کے روزے کی قضا کی جائے تو کیونکر کی جائے۔ قضا کی جائے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دینے سے۔ اگر میت وصیۃ کر گیا ہی۔ تو اُس کے ثلث مال میں سے یا کُل مال میں سے اور وصیۃ نہیں کر گیا تو ورثہ تبرعاً اُس کے ساتھ سلوک کر سکتے ہیں ضرور نہیں کہ کریں ہی کریں +

---

[1] ابن عمر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایۃ کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص مر جائے اور اُس کے ذمے روزہ ہو تو اُس کا ولی وارث اُس کی طرف سے روزہ رکھ دے ۱۲

[2] امام مالکؒ سے روایۃ ہی کہ اُن کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہ اثر پہنچا کہ جب اُن سے پوچھا جاتا کہ کیا کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھ سکتا یا کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہی؟ تو جواب میں فرماتے نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھ سکتا نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے ۱۲ ـ

نفلی روزہ اگر رکھ کر توڑ دیا تو اس میں کفارہ لازم نہیں آتا۔ البتہ قضا واجب ہوتی ہے کیونکہ جب نفلی روزہ رکھ لیا گیا تو اُس کا پورا کرنا واجب ہو گیا اور ترکِ واجب سے قضا لازم ہوتی ہے ✤

کسی نے روزے کی منّت مانی ہو تو منّت کا پورا کرنا یعنی روزہ رکھنا واجب ہے۔ بشرطیکہ جس دن روزہ رکھنے کی منّت مانی ہو اُس میں روزہ رکھنا حرام نہ ہو۔ ایک قصہ کا ذکر ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے اور ایک شخص سامنے کھڑا ہوا تھا۔ پیغمبر صاحب نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ابو اسرائیل۔ اس نے منّت مانی ہے کہ یوں ہی کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں نہ اپنے اوپر سایہ کرے گا۔ نہ کسی سے بات کرے گا۔ اور ہمیشہ روزے سے رہے گا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہو کہ بات کرے سایے میں ہو جائے بیٹھ جائے اور روزہ پورا کرے۔ (بخاری) ✤

رمضان شریف میں ایک رات نہایت برکت والی ہے جس میں عبادۃ کرنا ایک ہزار مہینے کی عبادۃ سے بہتر ہے اُسی کو لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ جو شخص اس رات کی عبادۃ سے محروم رہا وہ بڑی نعمتوں سے محروم رہا۔ اس مبارک رات کی تعیین میں شارع اسلام سے کوئی قولِ فیصل منقول نہیں ہے۔ صرف اس قدر بتایا گیا ہے کہ رمضان کے آخر دہے میں کسی طاق رات میں ہوتی ہے۔ بخاری شریف کی روایۃ میں آیا کہ اکثر یہ رات رمضان کی اکیسویں[۲۱] یا تیئسویں[۲۳] یا پچیسویں[۲۵] یا ستائیسویں[۲۷] یا انتیسویں تاریخ کی راتوں میں پھرتی ہوئی ہر سال ہوا کرتی ہے۔ اس رات کی بڑی علامت یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج کی روشنی مدہم پڑ جاتی ہے۔ اس رات میں حضرۃ جبرئیل آسمان سے اُترتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ مقرب فرشتوں کی ایک جماعۃ ہوتی ہے۔ عبادۃ کرنے والے مسلمانوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں اور خدائے تعالے اُن کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اور اس رات کی عبادۃ کی برکۃ سے مسلمانوں کے اگلے تمام گناہ بخش دیتا ہے ✤

رمضان المبارک کے فضائل حدیث شریف میں بہت آئے ہیں۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنتوں کے دروازے کھل جاتے اور دوزخ کے بند ہو جاتے ہیں متمرد اور سرکش شیطانوں کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی جاتی اور جنات قید کر دیئے جاتے ہیں۔ ایک رمضان کے ختم ہونے اور دوسرے رمضان کے آنے تک پورے گیارہ مہینے جنّتوں کی تیاریاں خدا کے حکم سے ہوتی رہتی ہیں رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو جنّت کی خوشگوار ہوا عرش کے نیچے سے ہو کر حورانِ بہشت کے سروں پر چلتی ہے اس وقت انھیں ایک جوش و ولولہ پیدا ہوتا اور وہ جناب الٰہی میں دعا کرتی ہیں کہ خداوندا! ہمیں ہمارے شوہر عطا فرما کہ اُن سے ہماری آنکھیں اور ہم سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں ✤

ے ابو اسرائیل اُس شخص کا نام ہے ۱۲

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ (بقرہ ع ۵ - پارہ - الم)[۲]	اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو لوگ ہمارے حضور میں بوقت ادائے نماز جھکتے ہیں اُن کے ساتھ تم بھی جھکا کرو ۔
وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○ (التوبہ ع ۵ پارہ ۱۰)	اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اے پیغمبر اُن کو روز قیامت کے عذاب دردناک کی خوش خبری سنا دو جبکہ اُس (سونے چاندی) کو دوزخ کی آگ میں (رکھ کر) تپایا جائے گا پھر اُس سے اُن کے ماتھے اور اُن کی کروٹیں اور اُن کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور اُن سے کہا جائے گا کہ) یہی جو تم نے اپنے لیے (دنیا میں) جمع کیا تھا تو (آج) اپنے جمع کیے کا مزہ چکھو ۔

من المترجم - خدا کی شان اور بندوں کے ساتھ اُس کا معاملہ اُس کے احسانات اُس کی بے شمار نعمتیں جب ہم ان باتوں کا خیال کرتے ہیں اور نیز اس کا کہ آدمی ایک شریف النفس مخلوق ہے ایک تنکا اُٹھانے کا بھی احسان مانتا ہے تو بے اختیار ماننا پڑتا ہے کہ آدمی خدا کے شکر سے کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتا قطعہ

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش — عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوارِ خداوندیش — کس نتواند کہ بجا آورد

[۱] زکوٰۃ کے بارے میں جس قدر آیتیں قرآن مجید میں ہم کو دستیاب ہو سکیں سب نماز کے عنوان میں لکھ دی ہیں وہاں ملاحظہ ہو قرآن میں جا بجا نماز کا حکم ہے اُس کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی ہے گویا نماز اور زکوٰۃ لازم ملزوم ہیں ۱۲ [۲] اَقِيْمُوْا اور اٰتُوْا کے مخاطب اصل میں یہود ہیں جیسا کہ عنوان صلوٰۃ کے نوٹ ایک میں بیان کیا گیا ہے ۱۲ -

خدا کو تو ہماری شکر گزاری ہماری احسانمندی کی کچھ بھی پروا نہیں اور دیکھتے بھی ہیں کہ بندے نافرمانیاں کرتے ہیں اور بہتیرے تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ خدا بھی کوئی ہو۔ بلکہ کتنے تو یہ غضب کرتے ہیں کہ خدائی میں خدا کی مخلوقات کا ساجھا لگاتے ہیں کہ یہ کھلی بغاوۃ ہو باایں ہمہ زندگی کے سازوسامان جو فرماں برداروں کے لیئے وہی نا فرمانوں کے لیئے جو نزدیکوں کے لیئے وہی دوروں کے لیئے جو دوستوں کے لیئے وہی دشمنوں کے لیئے۔ جیسے جیسے سلوک خدا بندوں کے ساتھ کرتا ہو اگر اس کا عشر عشیر بھی کوئی ہمارا ہم جنس ہمارے ساتھ کرے تو ہم اگر آدمی ہیں اور ہمارے دل میں حق شناسی ہو حتے الامکان اس کی خدمتہ گزاری میں ہرگز دریغ نہ کریں۔ خدا کے بارے میں خاص بات یہ ہو کہ وہ بے نیاز ہو ہم اس کی کوئی خدمتہ کر نہیں سکتے۔ مگر آدمی سے خدا کی کوئی خدمتہ نہ بن پڑے تو کیا وہ اظہار عبودیتہ سے بھی گیا گزرا ہوا عبادۃ کسی طرح کی بھی ہو یہ سمجھ کر نہیں کرنی چاہیئے کہ خدا کے حکم کی تعمیل یا اس کی خدمتہ کرتے ہیں نہیں بلکہ عبادۃ سے ہم عبودیتہ کا اظہار کرتے ہیں اور خود ہماری فطرۃ ہم سے عبادۃ کراتی ہو۔ بدنی عبادتوں میں تو کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے اس کو خدا کی خدمتہ سمجھا جائے ہاں مالی عبادۃ یعنی زکوٰۃ کو خدا کی خدمتہ سمجھا جائے تو شاید بالکل بے جا نہ ہو اس لیئے کہ حدیث میں[۱] اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ۔ آیا ہے اور عیال اللہ میں سے جو لوگ محتاج ہیں اُن ہی کو زکوٰۃ دی جاتی ہے ✦

بدنی عبادۃ کے مقابلے میں مالی عبادۃ کو ترجیح ہو۔ دو وجہ سے۔ ایک یہ کہ مال بدنی عبادۃ کا کفّارہ ہو سکتا ہے جیسے وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ اور مالی عبادۃ کا کفارہ بدنی عبادۃ نہیں ہو سکتی۔ دوسری یہ کہ بدنی عبادۃ سے صرف خدا کے حقوق متعلق ہیں اور مالی عبادۃ سے خدا اور بندگانِ خدا دونوں کے۔ کیونکہ زکوٰۃ جیسے خدا کا حق ہو ویسے ہی محتاجوں کا۔ عبادۃ کو خدا کی خدمتہ سمجھو تو اور خدا کا حکم سمجھو تو۔ دونوں حالتوں میں خلوص شرط ہے نماز کا خلوص یہ ہو کہ دکھاوا نہ ہو تاکہ لوگ اُس کو دیندار پابند شرع سمجھ کر اس کے حق میں نیک گمان رکھیں ؎

پارسایاں روے در مخلوق　پشت بر قبلہ مے کنند نماز

پھر نماز میں اس طرح مشغول ہو کہ جیسے ایک زبردست بادشاہ کے سامنے ہاتھ باندھے مجرم عجز و درماندگی بیم و رجا کی مجسم تصویر بنا ہوا کھڑا ہی۔ چاپلوسی اور خوشامد کی کوئی ادا نہیں جو اس سے سرزد نہ ہوتی ہو۔ روزے کا خلوص یہ ہے کہ روزے کی تکلیف کو راحتہ سمجھ کر خوش دلی سے انگیز کر رہا ہی۔ علی ہذا القیاس حج کہ وہ طرح طرح کی تکالیف کے اعتبار سے بڑی شاقہ عبادۃ ہو۔ چونکہ معاملہ خدا کے ساتھ ہو آدمی کو چاہیئے کہ جو عبادۃ بھی کرے اپنے نفس میں اس کے خلوص کو جانچ لے بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ وَّ لَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ ۔ ہم کو اپنا حال تو معلوم ہو اور لوگوں کے ظاہر حال ہو نتیجہ نکال سکتے ہیں تو عبادۃ کو عبادۃ کہتے ہوئے بھی تامل ہوتا ہی۔ نماز کے بارے میں تو ہماری عقل اس میں حیران ہو کہ جو نمازی الفاظ نماز کے معنی تک نہیں سمجھتے اور بد قسمتی سے اکثر ایسے بہت ہیں اُن کو نماز میں حضور قلب کیسے ہوتا ہوگا۔ رہا روزہ تو اس میں شک نہیں کہ رمضان شریف برس میں ایک بار تشریف لاتے ہیں اور مسلمان[؟] زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا کے مطابق رمضان کا استقبال بھی بڑے تپاک سے کرتے ہیں مگر حق یہ ہو کہ لوگوں نے رمضان کو ایک میلہ

---

[۱] مخلوق خدا کی عیال ہو ۱۲ [۲] اور جس (مریض و مسافر) کو کھانا دینے کا مقدور ہو اُن پر (ایک روزے کا) بدلہ ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہو ۱۲ [۳] بلکہ خود انسان اپنے مقابلے میں حجتہ ہو گو وہ (اپنے تئیں بے قصور ثابت کرنے کے لیئے کتنے ہی) بہانے پیش لایا کرے ۱۲ [۴] کبھی کبھی زیارۃ و ملاقات کیا کرو اس سے محبت زیادہ ہوتی ہو ۱۲

بنا رکھا ہی اور عوام ہرگز عبادۃ کے طور پر روزہ نہیں رکھتے اور خاص گرگرمیوں میں جبکہ دن بھی بڑے ہوتے ہیں فاقے اور کمزوری کی فریاد بھی عام طور پر سُنی جاتی ہی۔ اور جن کو حُقّے اور زردے کی لت ہوتی ہی وہ تو رمضان بھر ایسے چڑچڑے رہتے ہیں کہ ہوا سے لڑنے لگتے ہیں۔ حج کے بارے میں جو کچھ کوتاہیاں لوگوں سے ہوتی ہوں ایک بات خاص کر کھٹکا کرتی ہی کہ لوگ حاجی کے لفظ کو جزوِ نام کیوں قرار دے لیتے ہیں *

تاکید کے اعتبار سے دیکھا جاتا ہے تو بدنی عبادتوں میں اوّل درجے نماز پھر روزہ پھر حج نماز دن رات میں پانچ بار۔ روزہ برس میں ۳۰ دن۔ حج عمر میں ایک بار وہ بھی بشرطِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا[1]۔ لفظِ حاجی کو جزوِ نام قرار دینے سے دوسری بدنی عبادتوں پر اس کی افضلیۃ سمجھی جاتی ہی حالانکہ ایسا نہیں ہی۔

بدنی عبادتوں پر زکوٰۃ کی ترجیح کی ایک وجہ :. یہ بھی ہی کہ انسان کو مالی نقصان بدنی تکلیفات سے زیادہ اکھرتا ہی

گر جاں طلبی مضایقہ نیست　　　　زر مے طلبی سخن دریں است

مال کے لیئے دنیا میں انواع و اقسام کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اسی لیئے زکوٰۃ ہر چند بہت ہی قلیل ہی مگر مال کی محبت ہم لوگوں کے دلوں پر اس قدر غالب ہی کہ زکوٰۃ کا جزوِ قلیل بھی دیتے ہوئے جی کڑھتا ہی۔ غرض آدمی بالطبع زکوٰۃ کو ناپسند کرتا ہی اور لوگ ہیں کہ اس حکم کی تعمیل میں بہت ہی ٹال مٹول کرتے ہیں بہتیروں نے تو عملاً زکوٰۃ کو احکامِ الٰہی سے خارج کر رکھا ہی اور ادائے زکوٰۃ کا انہیں بھول کر بھی خیال نہیں آتا۔ اور جو دیتے ہیں تو ناحق کی چٹّی سمجھ کر اور وہ بھی پوری نہیں اور مَن و اَذٰی اور نام و نمود کے عیوب کے علاوہ چاروں طرف سے فریاد ہو رہی ہی کہ مسلمانوں کی دنیاوی حالۃ روز بروز بگڑتی اور خراب ہوتی چلی جا رہی ہی۔ ایک دن تھا کہ ہندوستان میں ان کی سلطنۃ تھی یا اب انگریزوں کی رعیۃ ہیں اور رعیۃ بھی ہیں تو دوسری رعایا کے مقابلے میں مفلس اور تنگ حال جتنے دروازے معاش کے ہیں اُن کے لیئے قریب قریب بند کے ہیں سرکاری نوکری کے لیئے سرکاری مدارس کی تعلیم شرط ہی اور تعلیم سے تنفر زمینداری ساہوکاروں اور مہاجنوں کی طرف بہت کچھ منتقل ہو چکی اور قدرے قلیل جو باقی ہی مصرعہ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند * تجارۃ کے لیئے چاہیئے سرمایہ اور وہ مسلمانوں کے پاس نام کو نہیں۔ جہالۃ کی وجہ سے اُن کے اخلاق بد سے بدتر ہو گئے ہیں۔ یہ حالۃ دیکھ کر مسلمانوں میں جو صاحب الراے اور دلِ دردمند بھی رکھتے تھے درپے تفتیشِ سبب ہوئے اور آخر کار فقدانِ تعلیم کو تمام خرابیوں کا سبب قرار دیا۔ مگر تعلیم بھی افلاس کی وجہ سے مسلمانوں کے بس کی نہیں۔ پس سوائے اس کے چارہ نہیں کہ مسلمان ہی اپنا پیٹ کاٹ کر روپیہ جمع کریں اور قوم کو تعلیم دلائیں سو مسلمان سسک سسک کر کچھ کرتے بھی ہیں مگر دل کھول کر نہیں کرتے اور جتنا کچھ کیا ہی قومی ضرورۃ کے لیئے کافی نہیں مسلمان کچھ نہ کریں صرف زکوٰۃ کو جتنی کچھ بھی ہی قومی تعلیم میں صرف کریں تو قوم کا بیڑا پار ہی مگر بدقسمتی نے یہ حال کر رکھا ہی کہ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝[2]

[1] جس کو اس راہ کی طاقت ہو (یعنی وہاں پہنچنے کا مقدور ہو) ۱۲

[2] اُن کے دل تو ہیں مگر اُن سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور اُن کی آنکھیں بھی ہیں (مگر) اُن سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور اُن کے کان بھی ہیں (مگر) اُن سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ غرض یہ لوگ چارپایوں کے مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے ہوئے یہی تو لوگ ہیں جو دین سے بالکل بے خبر ہیں ۱۲

مسائلِ زکوٰۃ

(نقدین کے متعلق)

جس کے پاس دو سو درہم یعنے باون روپے کلدار ہوں اور پورا برس گزر جائے تو اس کو چالیسواں حصّہ یعنی ایک روپیہ پانچ آنے دینے آئیں گے اور یہی نصاب ہے چاندی کا یعنی جس شخص کے پاس اڑسٹھ تولے تین ماشے کے قریب چاندی ہو اور چاندی کا نرخ فی تولہ بارہ آنے ہو جیساکہ اس زمانے میں اکثر یہی نرخ رہتا ہے تو بھی ایک روپیہ پانچ آنے اس کو فرض ہوں گے اِس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ اگر نصاب تو پورا ہو لیکن سال کے اندر اندر اُس میں کمی واقع ہو جائے تو بھی اُس میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ ہاں جس قدر نصاب بڑھتا جائے گا زکوٰۃ کی رقم بھی بڑھتی جائے گی۔ مثلاً چار سو درہم یعنی ایک سو چار روپے ہو جائیں گے تو دو روپے دس آنے دینے ہوں گے کیونکہ چار سو درہم کا چالیسواں حصّہ حسابی قاعدے کی رو سے دو روپے دس آنے ہوتے ہیں۔ مگر آسانی کے لیے یہ قاعدہ ٹھہرا لیا گیا ہے کہ فی صدی ڈھائی روپے نکالتے جائیں سال کے اندر کچھ اور روپیہ جمع ہو جائے اور اُس پر پورا سال نہ گزرے تو زائد روپے پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی جب تک اس زائد روپے پر تاریخ جمع سے کر پورا سال نہ گزر لے اور یہ روپے حدِ نصاب کو نہ پہنچ جائے مثلاً ایک شخص باون روپے کا مالک تھا اس نے ایک روپیہ پانچ آنے زکوٰۃ کے نکال دیئے۔ اب سالِ آئندہ میں اُس کے پاس دس یا بیس روپے اور جمع ہو گئے تو باون روپے سے جس قدر رقم زائد ہے اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں مگر ہاں جب یہ زائد رقم حدِ نصاب یعنی پورے باون روپے تک پہنچ جائے اور پورا سال بھی گزر لے تو اُسے دو روپے دس آنے دینے ہوں گے ایک روپیہ پانچ آنے پہلے نصاب کے اور ایک روپیہ پانچ آنے اس دوسرے نصاب کے۔ جو رقم نصاب سے کم ہوگی اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ الغرض زکوٰۃ کے ادا کرنے کی شرط ہے نصاب کا پورا ہونا اور برس روز کا گزر جانا اور جب یہ ہے تو نصاب کی کسر اور اسی طرح برس کی کسر پر زکوٰۃ نہیں۔ اور اس میں شارع کی طرف سے بہت بڑی آسانی ہے چاندی اور سونے کا نصاب الگ الگ ہے جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا ہو اور اُس پر پورا سال گزر جائے تو دو ماشے سونا یا اُس کی قیمت جو کچھ اُس وقت کے نرخ کے حساب سے پڑے دینا فرض ہے۔ اِس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ زیور کی زکوٰۃ کے بارے میں مختلف حدیثیں آئی ہیں مگر قوی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زیور کی زکوٰۃ بھی چاندی سونے کی طرح دینی چاہیے۔ البتہ پہننے کے کپڑوں میں رہنے کے مکان میں زکوٰۃ نہیں اگر اِس کا کسی پر قرضہ آتا ہو اور اُمید وصول کی ہو تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہے اور جو وصول ہونے کی اُمید نہ ہو تو نہیں لیکن زکوٰۃ اُسی وقت ادا کی جائے جب قرضہ وصول ہو۔

جانوروں کی زکوٰۃ

جس کے پاس چالیس بکریاں ہوں اور اُن پر پورا سال گزر جائے تو ایک بکری یا اُس کی قیمت زکوٰۃ میں دے ایک سو بیس تک یہی ایک بکری دینی ہوگی۔ ایک سو بیس سے آگے دو سو تک میں دو بکریاں اور دو سو سے تین سو تک میں تین پھر اسی قیاس پر ہر سیکڑے میں ایک ایک بکری زیادہ کرتے جائیں اور بیچ میں جس قدر بچے بڑھتے یا مر جائیں تو زکوٰۃ میں اُسی طرح کی

بٹتی ہوتی جائے گی جس طرح نقدین میں ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ بکریوں کا نصاب چالیس راسیں ہیں جب اِن پر پورا سال گزرے گا زکوٰۃ فرض ہو جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ جنگل میں چرتی ہوں گھر میں کھڑی ہو کر کھائیں تو زکوٰۃ نہیں بھینس گائے بیل پر تاوقتیکہ پورے تیس نہ ہوں زکوٰۃ فرض نہیں۔ پورے تیس ہو جائیں اور برس بھی گزر لے تو سال بھر کا ایک بچھڑا زکوٰۃ میں دینا فرض ہے اور چالیس[۴۰] ہوں تو دو برس کا۔ اونٹوں میں پانچ سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں تو چوبیس[۲۴] تک ہر پانچ میں ایک بکری دینی ہوگی پچیس[۲۵] سے پینتیس[۳۵] تک میں ایک اونٹنی جو دوسرے سال میں لگ گئی ہو پھر چھتیس سے پینتالیس تک میں وہ ایک اونٹنی جو دو سال پورے کرکے تیسرے میں شروع ہو۔ چھیالیس سے ساٹھ تک وہ اونٹنی جو چوتھے برس میں لگی ہو۔ اکسٹھ سے لگا کر پچھتر تک ایک اونٹنی جو پانچویں سال میں لگی ہو۔ چھہتر سے نوے تک وہ دو اونٹنیاں جو دو سال پورے کرکے تیسرے میں لگی ہوں۔ اکیانوے سے ایک سو بیس تک میں دو اونٹنیاں جو چوتھے سال میں لگی ہوں۔ اور جب ایک سو بیس اونٹوں سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک اونٹنی جو دو سال بھر کر تیسرے سال میں لگی ہو اور ہر پچاس پر ایک اونٹنی جو چوتھے سال میں لگی ہو۔ جانوروں میں زکوٰۃ اسی وقت فرض ہوتی ہے جب گھر میں نہ پلتے ہوں۔

کھیتی میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے جسے عُشر کہتے ہیں بشرطیکہ اُس کی پیداواری برسات یا تالاب یا نہر کے پانی یا زمین کی تری سے ہو۔ اِس صورت میں فرض کرو کہ کسی کے کھیت میں بیس[۲۰] من غلہ پیدا ہو تو اُس میں سے دسواں حصہ یعنی دو من غلہ زکوٰۃ میں دینا چاہیئے۔ مگر جو کھیتی کوئیں کے پانی سے ہوتی ہو۔ اُس میں صرف بیسواں حصہ زکوٰۃ کا دینا ہوگا۔ مثلاً بیس من غلہ پیدا ہو تو من بھر زکوٰۃ میں دیں۔ کھجور۔ منقیٰ۔ گیہوں جَو کا نصاب انگریزی وزن سے اکیس من ہے۔ اِس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں جب یہ چیزیں پورے اکیس من ہوں تو اِن میں دسواں حصہ دینا ہوگا۔ شہد میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ ہندوستان میں باوجودیکہ سیکڑوں مسلمان مویشی اور باغات اور زراعت کے مالک ہیں۔ مگر وہ اِن چیزوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے گویا ان چیزوں سے زکوٰۃ نکالنے کی رسم ہندوستان سے بالکل اُٹھ گئی بلکہ اب تو نقدین یعنی سونے روپے کی زکوٰۃ دینے کے بھی لالے پڑ گئے۔ فی صدی ایسے دو آدمی بھی نظر نہیں آتے جو حساب کے رو سے اپنے موجودہ مال میں سے پوری اور کامل زکوٰۃ نکالتے ہوں *

سواری کے گھوڑوں۔ خدمت کے غلاموں اور کام کاج کے گدھوں خچروں اور رہنے کے مکانوں اور کرائے کے جانوروں اور سبز ترکاریوں اور جواہرات اور موتیوں پر زکوٰۃ نہیں اِسی طرح یتیم اور دیوانے اور جو مال نصاب سے کم ہو یا اُس پر برس تمام نہ ہوا ہو اور کارآمد کتابوں اور برتنوں اور گھر کے فرش فروش اور سامان آراستگی پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں یہ چیزیں تجارتی ہوں گی تو ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ حضرۃ کے عہد مبارک میں زکوٰۃ کا مال فقرا مساکین زکوٰۃ وصول کرنے والوں نومسلموں حاجتمندوں کو دیا جاتا تھا مسلمانوں کے جرمانے ادا کرنے دینی کاموں مثلاً مساجد و مدارس میں اور مسافروں کی امداد میں بھی صرف کرنا مناسب سمجھا جاتا تھا مصارف زکوٰۃ کے بارے میں ایک جامع آیۃ قرآن میں یوں ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ

عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ۔ یعنی خیرات (کا مال) تو بس فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور اُن کارکنوں کا جو (مالِ) خیرات (کے) وصول کرنے پر (تعینات) ہیں اور اُن لوگوں کا جن کے دلوں کو پرچانا منظور ہے (ان مصارف میں مالِ خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے) اور (نیز قیدِ غلامی سے غلاموں کی) گردنوں (کے) چھڑانے (میں) اور قرضداروں (کے قرضے ادا کرنے میں) اور (نیز) خدا کی راہ (یعنی مجاہدین کے ساز و سامان) میں اور مسافروں (کے زادِ راہ) میں (یہ حقوق) اللہ کے ٹھیرائے ہوئے (ہیں) اور اللہ جاننے والا (اور) صاحبِ تدبیر ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ اس قسم کے سب لوگوں کو جمع کر کے مالِ زکوٰۃ تقسیم کریں لیکن اگر ان میں سے ایک قسم کے ایک آدمی اور ایک مصرف میں بھی دیں گے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ❖

زکوٰۃ کے وصول کرنے والے اور مسافر گو اپنے گھروں میں مالدار ہوتے تو بھی اُنھیں مالِ زکوٰۃ لینا جائز ہوتا تھا

عورت اپنے مال کی زکوٰۃ محتاج خاوند اور مفلس بچوں کو دے تو بھی درست ہے مگر خاوند اپنی بی بی اور نابالغ بچوں کو مالِ زکوٰۃ نہیں دے سکتا کیونکہ اُن کا نان و نفقہ اُس کے ذمے واجب ہے۔ دولتمند اور قوی اور روزگار پیشہ کو زکوٰۃ کا مال نہ دینا چاہیے اگر پیشہ ور آدمی تندرست ہے مگر ہے مفلس لاچار تو اُسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس بستی کے تونگروں سے زکوٰۃ لی جائے وہیں کے فقرا پر تقسیم کر دی جائے۔ صاحبِ نصاب تونگر ہے اور فقیر وہ جو نصاب کا مالک نہ ہو۔ اور جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ مسکین ہے ❖

علما کہتے ہیں کہ سیّدوں اور اُن کے لونڈی غلاموں کو زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ اور سیّدوں سے مراد ہیں بنی ہاشم یعنی آلِ عباس اور آلِ عقیل اور آلِ علی اور آلِ جعفر۔ اگر کسی محتاج کو صدقہ دیا جائے اور وہ اپنی طرف سے کسی بھوکے سیّد کو ہدیۃً پیش کرے تو سیّد کو اُس کا لینا اور کھانا درست ہے۔ مالِ زکوٰۃ غریب مسلمانوں کو دینا چاہیے کافروں کو دینا درست نہیں۔ ہاں فاسق مسلمانوں کو دینا جائز ہے۔ جو شخص مستحقِ زکوٰۃ نہ ہو اُسے جانتے بوجھتے زکوٰۃ دی جائے گی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ دوبارہ دینی پڑے گی۔ ہاں اگر ناواقفیت اور لاعلمی میں نامستحق کو زکوٰۃ دے گا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ چاہیے کہ والدین کو مالِ زکوٰۃ میں سے کچھ نہ دیں بلکہ اور طرح اُن کی خدمت کریں۔ اور جہاں تک بن پڑے سلوک سے پیش آئیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے اَنْتَ وَ مَالُکَ لِاَبِیْکَ یعنی تو اور تیرا مال باپ کے لیے ہے تو والدین کو محتاج سمجھ کر محتاجوں کی طرح دینا نہایت نالائقی اور دون ہمتی ہے۔ اور اس سے اُن کی تذلیل و تحقیر لازم آتی ہے ❖

یہ تمام مصارفِ زکوٰۃ[1] پہلے وقتوں میں جاری تھے۔ اب ان میں سے چار مصرف متروک ہیں۔ ایک وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْھَا۔ یعنی وہ کارکن جو مالِ زکوٰۃ کے وصول کرنے پر تعینات تھے کیونکہ پیغمبر صاحب اور اُن کے بعد خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق کے عہد تک مالِ زکوٰۃ بیت المال میں جمع کیا جاتا تھا اور اس وجہ سے عاملین اور محصّلین مالِ زکوٰۃ کے جمع کرنے اور وصول کرنے پر تعینات تھے۔ اور تعینات تھے تو اُن کی تنخواہیں اسی مد میں سے نکالی جاتی تھیں۔ لیکن جب خلیفۂ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ دورہ ہوا تو اُنھوں نے مالِ زکوٰۃ بیت المال میں جمع کرنا موقوف کر دیا اور حکم دیا کہ لوگ بطورِ خود زکوٰۃ ادا کر دیا کریں۔ چنانچہ اس وقت تک یہی دستور جاری ہے۔ یعنی لوگ بطورِ خود زکوٰۃ دیتے ہیں نہ کوئی بیت المال قائم ہے نہ اُس پر عاملین تعینات ہیں اور جب یہ نہیں تو عاملین مصرفِ زکوٰۃ بھی نہیں۔ دوسرے اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُھُمْ۔ یعنی وہ

[1] جو آیۂ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ میں مذکور ہوئے ۱۲

تو مسلم جن کے دل پر چاہنے منظور رہتے۔ یہ لوگ ابتدائے اسلام میں مصرفِ زکوٰۃ سمجھے جاتے تھے۔ کیونکہ اُن دنوں اسلام ضعیف تھا اور لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوتے تھے پیغمبر صاحبؐ اُن کی تالیفِ قلوب میں مالِ زکوٰۃ خرچ کرتے تھے لیکن جب اسلام قوی ہو گیا تو نومسلموں کی تالیفِ قلوب میں مال صرف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی اور خدا نے صاف طور پر فرما دیا فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ یعنی خدا لوگوں کے ایمان و کفر سے بالکل بے پروا ہے۔ جس کا جی چاہے ایمان لائے جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے"۔ تیسرے وَفِي الرِّقَابِ یعنی وہ لونڈی غلام جو قیدِ غلامی میں گرفتار ہوں۔ یہ لوگ بھی ہمارے مُلک میں مصرفِ زکوٰۃ نہیں۔ کیونکہ حقیقۃً میں لونڈی غلام وہ ہیں جو لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو کر آئے ہوں اور جب سے کہ سے جہاد ہی نہیں رہا تو لونڈی غلام کہاں چوتھے وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ اس کا ظاہر اور متبادر محل ہی مجاہدین ہیں۔ اور اس زمانے میں جہاد ہوتا نہیں تو مجاہدین مصرفِ زکوٰۃ سے خارج ÷

غرضکہ ان چار گروہوں کے خارج ہونے کے بعد چار گروہ باقی رہے۔ فقراء ایک مساکین دو۔ غارمین تین۔ ابن السبیل چار۔ اور اب یہی لوگ مصارفِ زکوٰۃ ہیں اور بس۔ فقراء اور مساکین کے معنوں میں امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا اختلاف ہے۔ لیکن قولِ فیصل یہ ہے کہ شدید الحاجۃ مفلس کو فقیر اور قلیل الحاجۃ کو مسکین کہتے ہیں ÷

عبادات میں نماز روزہ حج خالص حق اللہ ہیں اور اُن کا فائدہ یعنی اجر و ثواب صرف عبادت گزار کو پہنچتا ہے۔ ایک زکوٰۃ ایسی عبادت ہے کہ زکوٰۃ دہندہ کو اجر و ثواب جو کچھ ہوگا سو ہوگا سر دست زکوٰۃ لینے والوں کو اس سے مالی امداد ملتی ہے۔ غرض فرض ہونے میں سب عبادتیں برابر ہیں۔ مگر زکوٰۃ کو زکوٰۃ لینے والوں کے لحاظ سے کل عبادتوں پر ترجیح ہے۔ باایں ہمہ اول تو مسلمانوں میں مالکانِ نصاب گھٹتے گھٹتے بہت تھوڑے رہ گئے ہیں اور جو ہیں خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ نہیں دیتے اور جو دیتے ہیں ناخواستہ دیتے ہیں وہ مستحقین کے انتخاب اور مصرف کی تعیین میں احتیاط نہیں کرتے۔ اِن گئے گزرے وقتوں میں بھی مسلمانوں میں اتنا دم ہے کہ اگر زکوٰۃ کی رقم کو جتنی کچھ بھی ہے مفید طور پر خرچ کریں تو قوم کی حالت بہت کچھ بہتر ہو سکتی ہے مگر نصیحت سنتا ہی کون ہے۔ ہر ایک کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جُدا ہے ÷

زکوٰۃ تو اصل میں حق العباد کیونکہ وہ مدِ خرچ کے طور پر حاجتمندوں کو دی جاتی ہے۔ باایں ہمہ ہم نے زکوٰۃ کو حقوق اللہ میں رکھا اس لیے کہ خدا کی طرف سے ادائے زکوٰۃ کی سخت تاکید ہے۔ اب یہ بات کہ خدا کی طرف سے ادائے زکوٰۃ کی سخت تاکید کیوں ہے۔ سو تاکید اس لیے ہے کہ قرآن اسلامی زندگی کا دستور العمل ہے اُس میں جتنی ہدایتیں ہیں اس مطلب کے لیے ہیں کہ آدمی جیسا اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا ہے دنیا میں اشرف المخلوقات بن کر رہے۔ ضوابطِ الٰہی کی پابندی کے ساتھ موجوداتِ عالم پر حکمرانی کرے خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے شکر گزارانہ متمتع ہو نہ آپ تکلیف پائے نہ کسی دوسرے کو ستائے اور نہ دنیا کی چلتی گاڑی میں روڑے اٹکائے۔ غرض آسودہ اور مطمئن زندگی کرے۔ یہ سارے احکام اس اعتبار سے کہ وہ آدمی کے مفاد کے لیے ہیں حق العبد ہیں اور اس اعتبار سے کہ خدا نے انتظامِ دنیا کے لیے نافذ کیے ہیں حق اللہ ہیں ÷

زکوٰۃ حاجتمندوں کا حق ہے مگر نہ ایسا کہ صاحبِ نصاب سے قرض کی طرح کوئی حاجتمند اُس کا مطالبہ کر سکے۔ پس صاحبِ نصاب خدا کے

ڈر سے کسی کو زکوٰۃ دے تو دے نہیں تو کون پوچھتا اور کون پوچھ سکتا ہے۔ وہی وقت اچھے تھے کہ آغاز اسلام میں تحصیل
زکوٰۃ کا ایک محکمہ قائم تھا اور لوگوں سے حکماً زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی جیسے ہمارے وقتوں میں انگریز ٹیکس لیتے ہیں جناب
پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد سے شروع ہو کر حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک یہی دستور رہا۔ مگر کوڑی کوڑی پیسے
پیسے کا حساب رکھنا تھا وقت طلب۔ اور علاوہ بریں عُمری فتوحات کی وجہ سے مسلمانوں کی اچھی خاصی سلطنت قائم ہو گئی تھی
اور بہت کچھ محاصل ہونے لگا تھا۔ حضرۃ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو کوہ کندن و کاہ برآوردن سمجھ کر اس دردسر کو موقوف
اور تحصیل زکوٰۃ کے محکمے کو برخاست کر دیا +

جب حضرۃ عثمان رضی اللہ عنہ سے جو خلیفہ اور امیر المومنین یعنی اپنے وقت کے بادشاہ تھے اس کھٹکل
حساب کا انتظام نہ ہو سکا اور انھوں نے تنگ دل ہو کر رقم زکوٰۃ ہی کو حساب سے خارج کیا تو اب کیا ہو سکتا ہے جبکہ اسلام
کی جھاڑو کا بندھن ٹوٹ کر ساری سینکیں بکھری ہوئی ہیں۔ مسلمانوں کا کوئی سردھرا نہیں۔ ان میں ربط وضبط اور اجتماعی
حیثیت سے انتظام کی لیاقت نہیں۔ اس حالت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی سب سے زیادہ مٹی پلید ہے۔ سب سے پہلے تو نصاب میں
ترمیم کی ضرورت ہے۔ اس واسطے کہ نقد کی قیمت بہت گھٹ گئی ہے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے روپے کے آٹھ آنے تو آ رہ گئے
ہیں آیندہ کی خدا کو خبر ہے۔ مگر یہ ترمیم کریں نہ کریں مولوی جو منصب اجتہاد لیے بیٹھے ہیں۔ سو خدا نے ان کو اس قسم کے
دل و دماغ ہی نہیں دیئے۔ ہر چند مسلمانوں میں سے تونگری روز بروز اٹھتی چلی جاتی ہے الا ماشاء اللہ مگر ابھی تک بھی
جس قدر ہے غنیمت ہے۔ اسی کا مناسب طور پر انتظام کیا جائے تو طاعون افلاس کی شدت میں بہت کچھ کمی ہو سکتی ہے لیکن
مصیبت تو یہ ہے ؎

کچھ اس طرح کے ہضم بگڑے ہوئے ہیں　　کہ فاقے نہیں ہیں تو تخمے ہوئے ہیں

اپنی کمائی سے قومی دولت کو تو کیا خاک پتھر بڑھائیں گے کسی کے پاس بزرگوں کے وقت کا کچھ بچا کھچا ہے بھی تو وہ اس کو
بے دریغ اُڑا رہا ہے۔ یہ نہیں کہ مسلمان دل کے تنگ ہیں۔ نہیں۔ بلکہ سچ پوچھو تو مسرف اور فضول خرچ اور نا عاقبت
اندیش ہیں۔ خیر خیرات کرتے بھی ہیں تو ایسی بھونڈی طرح کہ گدھے کا کھایا پاپ نہ پن دیتے ہیں ان کو جنھوں نے بے غیرتی کا
ٹھیکرا آنکھوں پر رکھ لیا ہے۔ اور باوجودیکہ خیرات کا لینا انہیں حرام ہے مفت کا مال شیر مادر سمجھ کر ڈکوسے چلے جاتے ہیں
اور جونک کی طرح لپٹے ہوئے قوم کا گاڑھا خون پڑے چوس رہے ہیں۔ ایسا دینا اور ایسوں کو دینا نیکی برباد گناہ
لازم [1] خسر الدنیا والآخرۃ ذلک ہو الخسران المبین ۞ قوم میں کاہلی اور بے غیرتی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ آج
بھک منگے فقیروں کو ناجائز بھیک کا جو کچھ گناہ ہوتا ہو سو ہوتا ہو عجب نہیں کہ صبح سویرے اندھیرے منہ جگا دینے کا
کچھ نہ کچھ ثواب بھی ملتا ہوگا۔ ابھی آنکھ کھلنے نہیں پائی کہ انھوں نے دروازے پر آ دستک دی اور پھر جو تانتا شروع ہوا تو
پہر رات گئے تک ڈار نہیں آنے پاتا۔ اور رمضان میں تو نماز تراویح اور سحری اور فقیروں کی صدائے بے ہنگام سے رات کا
سونا حرام ہے۔ خیر ایک بلا تو ان فقیروں کی ہے۔ اس سے بدرجہا بڑھ کر خود دار فقیر ہیں جو مسجدوں اور مدرسوں اور خانقاہوں

[1] اس نے دنیا (بھی) کھوئی اور آخرۃ (بھی) صریح گھاٹا یہی (کہلاتا) ہے ۱۲

ہیں مولوی یا واعظ یا مشائخ چندیں شکل برائے اکل بگلا بھگت بنے ہوئے لوگوں کو ٹھگتے ہیں اور تعلیم دین اور ہدایۃ
کی پوچھو تو سوائے انفاق فی سبیل اللہ کے دوسری بات نہیں جس قوم پر اتنی بلائیں مسلط ہوں اُس کو برسوں کی
برباد ہوتی ہوئی کل اور کل کی برباد ہوتی ہوئی آج برباد ہوئی سمجھو زکوٰۃ کے متعلق ایک پیچیدہ بحث مصارف زکوٰۃ کی ہے
خدا نے تو آیہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ الیٰ آخرہ میں زکوٰۃ کے مستحقوں کو قسم وار گنوادیا ہے پیچیدگی آکر پڑی اس سے
کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقات کو خواہ از قسم زکوٰۃ ہوں یا از قسم خیر خیرات نہ صرف اپنے اوپر بلکہ
آل ہاشم پر حرام کر رکھا تھا۔ ہاشم پیغمبر صاحبؐ کے پردادا تھے۔ اس طرح پر کہ آپؐ کے والد ماجد عبد اللہ۔ جدّ بزرگوار عبد المطلب
پردادا ہاشم۔ ہاشم کے ایک فرزند عبد المطلب۔ اُن کے فرزند ذکور دس۔ ابولہب جس کا دوسرا نام عبد العزیٰ ہے اور جس کی
شان میں سورۂ لہب نازل ہوئی۔ عباس۔ حارث۔ زبیر۔ قثم۔ ضرار۔ حمزہ۔ حجل جس کا دوسرا نام مغیرہ۔ ابوطالب
عبد اللہ۔ ان میں ابولہب۔ زبیر۔ قثم۔ ضرار۔ حجل چھوڑ کر باقیوں پر اور اُن کی نسلوں پر صدقات کا لینا حرام ہے اب
دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر صاحبؐ نے اپنے اور آلِ حارث اور آلِ عباس اور آلِ حمزہ اور آلِ ابوطالب پر صدقات کو کیوں حرام
کیا تھا۔ لوگوں کی رائے تو یہ ہے کہ صدقات کا لینا ذلت کی بات ہے پیغمبر صاحبؐ نے اس عار کو اپنے لیئے اور اپنے اُن
ہم جدیوں کے لیئے جو اسلام لے آئے تھے گوارا نہیں فرمایا۔ اور ہم کہتے ہیں کہ یہ سارا انتظام لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا[1] کا ثابت
کر دکھانا تھا۔ اگر پیغمبر صاحبؐ صدقات کا دروازہ اپنے پر اور اپنے ہم جدیوں پر کھول دیتے تو یہ بھی ایک طرح پر تبلیغ رسالۃ کا
اجر سمجھا جاتا۔ اگر یہ توجیہ ٹھیک ہے تو منع صدقات کا حکم موقت حکم تھا اور جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاۃ کے
ساتھ ختم ہوگیا۔ اب نہ رسولِ خدا رہے نہ تبلیغ رسالۃ رہی نہ اجر کے طعن کا موقع باقی رہا۔ اسلامی سلطنۃ پیغمبر صاحبؐ کی
زندگی ہی میں قائم ہو چکی تھی۔ خلفاء رضی اللہ عنہم کے عہد میں كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى
سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ[2] ہوگئی سلطنۃ نے تمام مسلمانوں کو مالا مال کر دیا۔ از انجملہ پیغمبر صاحبؐ کے
مسلمان ذوی القربےٰ کو بھی۔ غرض یہ لوگ پیغمبر صاحب کی زندگی میں لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا کی وجہ سے ممنوع الصدقات
تھے پیغمبر صاحبؐ کی وفاۃ کے بعد سے تا بقائے سلطنۃ یسر و غنا کی وجہ سے۔ مگر اب کیا حال ہے نسبی فخر و فضیلۃ کو تو خود پیغمبر
صاحب ہی ملیامیٹ کر گئے تھے اُن ہی کی زبان سے خدا نے کہلوایا تھا يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى
وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ[3]۔ پھر جب
آیہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو پیغمبر صاحبؐ نے تمام قریشیوں کو جمع کر کے وعظ فرمایا چنانچہ صحیحین میں
حضرت ابن عباسؓ سے روایۃ ہے کہ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ

---

[1] میں تم سے (اس تبلیغ رسالۃ پر) کوئی مزدوری تو مانگتا نہیں ۱۲ [2] جیسے کھیتی کہ اُس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے (غذائے
نباتی کھینچ اور مٹی سے جذب کر کے) اپنی اُس سوئی کو قوی کیا چنانچہ وہ رفتہ رفتہ موٹی ہوئی یہاں تک کہ آخر کار کھیتی اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی
(اور اپنی سرسبزی سے) لگی کسانوں کو خوش کرنے (اور خدا نے ان کو روز افزوں ترقی) اس لیئے (دی ہے) کہ ان (کی ترقی) سے ترسا ترسا کر کافروں کو جلائے ۱۲

[3] لوگو! ہم نے تم (سب) کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوّا) سے پیدا کیا اور (پھر) تمھاری ذاتیں اور برادریاں ٹھیرائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو (ورنہ)

خَیْلًا بِالْوَادِیْ تُرِیْدُ اَنْ تُغِیْرَ عَلَیْکُمْ اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلَّا صِدْقًا قَالَ فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ قَالَ اَبُوْلَهَبٍ تَبًّا لَّکَ یَا مُحَمَّدُ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۔ یعنی جب آیہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر بطونِ قریش میں سے ہر ایک بطن کو اُس کا نام لے کر پکارنا شروع کیا کہ ای بنی فہر ای بنی عدی حتّے کہ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا بھلا دیکھو تو اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے نیچے سے ایک لشکر نکل کر تم کو غارت کرنے گا تو کیا تم مجھے سچا جانو گے؟ سب نے متفقہ الفاظ میں کہا کہ ہم نے تمہیں ہمیشہ سچا پایا ہی۔ فرمایا تو میں تمہیں اُس عذاب سخت سے ڈراتا ہوں جو آگے آتا ہے۔ اِس پر ابولہب بول اُٹھا کہ محمدؐ! تجھے خرابی ہو کیا تُو نے ہم کو اسی لیے جمع کیا تھا۔ اُس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا کَسَبَ ۝ یعنی (جیسے ابولہب نے پیغمبر کو کوسا تھا اُلٹے) ابولہب (ہی) کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (آپ ہی) ہلاک ہُوا نہ اُس کا مال ہی اُس کے کچھ کام آیا اور نہ اُس کی کمائی (نے اُس کو کچھ فائدہ پونہچایا) مفسرین نے اس آیۃ سے یہ بات نکالی ہی کہ خدا کی جناب میں صرف ایمان اور اعمال صالح کی پوچھ ہوتی ہی وہاں نسب کچھ کام نہیں آتا جیساکہ ابولہب کو پیغمبر صاحب کی قرابتمندی نے کچھ فائدہ نہیں پونہچایا یہی وجہ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سب قرابتمندوں کو جتا بتا دیا تھا کہ جو کچھ مجھ سے لینا ہو دنیا ہی میں لے لو میں خدا کے ہاں تمھارے کچھ بھی کام نہیں آسکتا چنانچہ آپ نے اپنی پیاری بیٹی بی بی فاطمہ اور پھوپی صفیہ تک سے کہہ دیا کہ یَا صَفِیَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ لَآ اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ لَآ اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ یعنی ای رسول خدا کی پھوپی صفیہ تم مجھ سے جو چاہو مانگ لو لیکن میں تم سے عذاب خدا کچھ بھی دفع نہیں کر سکتا۔ ای فاطمہ تُو اپنے نفس کو عذاب دوزخ سے بچالے دنیا میں مجھ سے جو چاہے مانگ لے لیکن میں عذاب خدا تجھ سے کچھ بھی دفع نہیں کر سکتا۔ کسی نے خوب کہا ہی۔ بندگی باید پیمبر زادگی در کار نیست ؂

غرض اسلام نے ذات اور پیشے کے تمام امتیاز اُٹھا دیے کر شرافت کا مدار ایمان اور اعمال صالح پر رکھا تھا۔ چنانچہ اسی قاعدے کی بنا پر جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش کو جو اُن کے رشتے کی پھوپی زاد بہن ہوتی تھیں اپنے آزاد کیے ہوئے بردے زید بن حارثہ کے ساتھ بیاہ دیا تھا۔ یہ وہی زینب ہیں جو زید سے چھوٹ کر امہات المومنین میں داخل ہوئیں یعنی خود پیغمبر صاحب کے نکاح میں آئیں اور ان کے بارے میں قرآن کا ایک رکوع بھی نازل ہوا[1] ؂

---

[1] سورہ احزاب میں دو جگہ اس قسم کی آیتیں ہیں جن میں زید بن حارثہ اور حضرت زینب کا قصہ مذکور ہی۔ ہم دونوں مقاموں کی آیتیں اس جگہ اس لیے لکھ دیتے ہیں تاکہ قصے کی اچھی طرح توضیح ہو جائے۔ پہلا مقام یہ ہی مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ یعنی اللہ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے اور نہ تم لوگوں کی بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمھاری مائیں بنایا اور نہ تمھارے لے پالکوں کو تمھارے بیٹے بنایا۔ یہ تمھارے اپنے مونہہ کی کہن ہے اور اللہ تو

پیغمبر صاحب کے بعد اُن کی آل کے ساتھ مسلمانوں کے برتاؤ کو دیکھتے ہیں تو عقل حیران ہوتی ہے کہ ایک طرف کو وہ لوگ مسلمان تھے اور مسلمان بھی پیغمبر صاحب کا زمانہ دیکھے ہوئے مسلمان اِن لوگوں کے مقابلے میں ہم لوگوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۷) حق بات فرماتا ہے اور وہی (لوگوں کو سیدھا) رستہ دکھاتا ہے **ف** لے پالکوں کو اُن کے (حقیقی) باپوں کے نام سے بلایا کرو یہی بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرینِ انصاف ہے پس اگر تم کو اُن کے باپ معلوم نہ ہوں تو تمہارے دینی بھائی اور (نیز) تمہارے (دینی) دوست ہیں (تو اُن ہی کے مناسبِ حال لفظوں **ف۲** سے اُن کو بلایا کرو) اور تم سے اِس میں بھول چوک ہو جائے تو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں مگر ہاں دل سے ارادہ کر کے ایسا کرو (تو البتہ گناہ کی بات ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲۔

دوسرا مقام یہ ہے سو وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۝ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ اور کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورت کو شایاں نہیں کہ جب اللہ اور اُس کا رسول (اُن کے بارے میں) کوئی بات ٹھیرا دیں (تو اپنی رائے کو دخل دیں) اور اُس بات میں اُن کا (اپنا) اختیار (باقی) رہے۔ اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں پڑ چکا۔ اور (اے پیغمبر اُس بات کو یاد کرو کہ) جب تم اُس شخص کو سمجھاتے تھے (یعنی زید بن حارثہ کو) جس پر اللہ نے (اپنا) احسان کیا (کہ اُس کو اسلام کی توفیق دی) اور تم بھی اُس پر احسان کرتے رہے **ف۳** کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر (اور اُس کو چھوڑ نہیں) اور تم اِس (بات) کو اپنے دل میں چھپاتے تھے **ف۴** جس کو (آخرکار) اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم (اِس معاملے میں) لوگوں سے ڈرتے تھے اور خدا اِس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔ (بقیہ برصفحہ ۱۸۹)

ف اسلام سے پہلے عرب میں ایک طرح کی طلاق کا رواج تھا جس کو ظہار کہتے ہیں وہ اِس قسم کے الفاظ سے واقع ہوتی تھی کہ مرد نے عورت کو کہہ دیا کہ تیری پیٹھ مجھے اپنی ماں کی پیٹھ کی جگہ ہے جس کا مطلب یہ ہوتا کہ تو میری ماں کی جگہ ہے اتنا کہہ دینے سے عورت مرد سے چھوٹ جاتی تھی۔ اب بھی لوگوں سے اِس قسم کی نادانیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ مگر اسلام نے اِس کو طلاق نہیں مانا بلکہ اس کا ایک کفارہ ٹھیرا دیا ہے جس کی صراحت اٹھائیسویں پارے کی سورۂ مجادلہ میں ہے دوسری رسم لے پالک کی تھی اور اب بھی ہے کہ متبنّے کو تمام باتوں میں اصلی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا ہے خدائے تعالیٰ نے اِن دونوں رسموں کو یہ فرما کر مٹا دیا کہ کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے جس کا یہ مطلب ہے کہ آدمی کی طرزِ خاص کا میلانِ طبیعت دو طرف نہیں ہو سکتا تو جو میلان آدمی کو اپنی ماں کی طرف ہوتا ہے اِس قسم کا میلان بی بی کی طرف کیوں ہونے لگا۔ پس اگر آدمی بی بی کو کہہ دے کہ تو میری ماں کی جگہ ہے۔ اِس سے بی بی ماں کی جگہ نہیں ہو جاتی ماں ماں ہی کی جگہ ہے اور بی بی۔ بی بی ہی کی جگہ۔ اسی طرح غیر کے فرزند کو بیٹا بنا لینے سے وہ اصلی بیٹا نہیں ہو جاتا۔ پس اِس قسم کی باتیں خدا کے نزدیک معتبر نہیں۔ ہم نے اپنی کتاب محصنات کے لوح کے صفحے پر اِس آیۃ کا حاصل ترجمہ یوں نظم کر دیا ہے ؎ ہم معتقد دعوئ باطل نہیں ہوتے ٭ سینے میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے ۱۲

ف۲ مناسبِ حال لفظوں کا یہ مطلب ہے کہ مثلاً صاحبزادے یا میاں لڑکے یا اسی طرح کا کوئی اَور لفظ کہہ کر بلانا ۱۲

ف۳ یعنے پالا پوسا پھر غلامی سے آزاد کیا اور اپنی پھوپی زاد بہن زینب اُس سے بیاہ دی ۱۲

ف۴ یعنے زید چھوڑ دے گا تو میں زینب سے نکاح پڑھا لوں گا ۱۲۔

اسلام تقلیدی اسلام ہے[1] وَجَدْنَا اٰبَاۤءَنَا عَلٰۤی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝ ہم سے کوئی مسلمان ہونے کی
وجہ دریافت کرے تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے مسلمانوں کا سا نام رکھا گیا۔ مسلمانوں میں پرورش
پائی تو ہم موروثی مسلمان ہیں۔ اور وہ لوگ سمجھ بوجھ کر اسلام لائے تھے اور مجتہد مسلمان تھے نہ ہماری طرح مقلد۔ اور اسی لیئے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸) پھر جب زید اُس (عورت) سے بے تعلقی کر چکا (یعنی طلاق دے دی اور عدّت کی مدت پوری ہو گئی) تو ہم نے تمہارے
ساتھ اُس (عورت) کا نکاح کر دیا تاکہ (عام) مسلمانوں کے لیے پالک جب اپنی بیبیوں سے بے تعلق ہو جائیں تو مسلمانوں کے لیے اُن (عورتوں) سے نکاح کر لینے)
میں (کسی طرح کی) تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے۔ اللہ نے پیغمبر کے لیئے جو بات ٹھیرا دی ہو اُس (کے کرنے) میں پیغمبر کے لیئے کچھ مضائقے (کی
بات) نہیں جو (پیغمبر) پہلے ہو چکے ہیں اُن میں (بھی یہی) عادتِ الٰہی (رہی) ہے کہ اُن پر خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی، اور خدا کے (ٹھیرائے ہوئے
تمام) احکام تقدیری (ہیں جو روزِ ازل سے) ٹھیرے ہوئے ہیں وہ اگلے پیغمبر (اس صفت کے تھے کہ) خدا کے پیغام (لوگوں کو) پہنچاتے اور خوفِ خدا
رکھتے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے (تو اے پیغمبر تم کیوں ڈرو) اور حساب (اعمال) کے لیئے اللہ بس ہے (وہ سب سے سمجھ لے گا۔ لوگو!)
محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (تو زید کے کیوں ہوں) وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور (خطوں کی مُہر کی طرح سب پیغمبروں کے آخر میں ہیں
اور اللہ تمام چیزوں (کے حال) سے واقف ہے ف ۔

ف یہ واقعہ پیغمبر صاحب کی زندگی کے چھوٹے واقعات میں سے ہے۔ بات یہ ہے کہ زینب بنت جحش پیغمبر صاحب صلعم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ اُن کی والدہ کا نام
اُمیمہ اور وہ بیٹی تھیں پیغمبر صاحب کے جدِ بزرگوار عبد المطلب کی۔ یہ تو زینب کا حال ہوا۔ دوسری طرف زید بن حارثہ تھے شریف خاندانی مگر بچپن میں اُن کو لوگ
پکڑ کر لے گئے تھے اور اُس وقت دستور تھا اور اب تک بھی ہے کہ بچوں کو زبردستی پکڑ لے جاتے اور غلام بنا لیتے۔ ابھی جوان نہ ہوئے تھے کہ زید غلامی کی حالت میں
آکر فروخت ہوئے۔ پیغمبر صاحب نے اُن کو خرید لیا اور آزاد کر کے اپنے پاس رکھا۔ اُنس بڑھتے بڑھتے پیغمبر صاحب نے اُن کو اپنا متبنّٰی کر لیا۔ اُس وقت تک متبنّٰی
کے بارے میں کوئی حکم خدا کی طرف سے صادر نہیں ہوا تھا۔ اور متبنّٰی بیٹوں کے ساتھ ہر طرح پر صلبی بیٹوں کی سی مدارات کی جاتی تھی اور اب تک بھی ہندوستان
کے مسلمانوں کا قریب قریب یہی حال ہے۔ زید پیغمبر صاحب کو بھی یہاں تک عزیز تھے کہ آپ نے زینب کے ساتھ اُن کا نکاح کر دیا اور زینب اُس وقت نکاح سے ناخوش
سی تھیں کیونکہ زید اگرچہ پیغمبر صاحب کے متبنّٰی کہلاتے تھے مگر تھے تو غلام آزاد۔ اور اس کے علاوہ شاید صورت کے اعتبار سے بھی زینب کی جوڑ نہ تھے۔ بہر
کیف میاں بی بی میں موافقت نہ آئی۔ یہاں تک کہ زید زینب کے چھوڑنے پر آمادہ ہوئے۔ پیغمبر صاحب نے اُن کو بہتیرا سمجھایا لیکن جب طبیعتوں میں
ناموافقت ہوتی ہے تو میاں بی بی کے تعلق میں لطف باقی نہیں رہتا۔ آخر زید نے زینب کو طلاق دے ہی دی۔ اب پیغمبر صاحب کو کئی مشکلیں
پیش آئیں۔ سب سے پہلے زینب کی دلجوئی کہ اُن کو پیغمبر صاحب نے زید سے بیاہ دیا تھا اور وہ نکاح اُن کو ناگوار تھا اب اس پر طلاق کا داغ لگا دیا جانا یہ دوسری
ناگواری اور اسی کی مقدار۔ ن خدا کو منظور رہا کہ متبنّٰی کی رسم بد بھی موقوف کی جائے نہ یہ کہ لوگ لے پالک نہ بنائیں بلکہ لے پالک کو صلبی بیٹے کی
طرح نہ سمجھیں اور نہ صلبی بیٹے کے سے اُن کے حقوق تسلیم کیئے جائیں۔ اور جب ایک شخص دنیا میں کوئی اصلاح کرنی چاہتا ہے تو سب سے عمدہ پیرایہ اس
اصلاح کے جاری کرنے کی یہ ہے کہ خود اُس پر عمل کر کے اپنا نمونہ دوسروں کو دکھلائے۔ اب یہ موقع تھا کہ پیغمبر صاحب زینب سے خود نکاح کریں مگر معلوم
تھا کہ متبنّٰی کی بی بی سے نکاح کرنا صلبی بیٹے کی بی بی سے نکاح کرنے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ اگر پیغمبر صاحب زینب سے نکاح نہ کرتے تو زینب کی
دل جوئی نہیں ہو سکتی تھی اور نہ متبنّٰی کی رسم کی اصلاح ہو سکتی تھی۔ لوگ یہ حجت کرتے کہ خود پیغمبر صاحب کو ایسا موقع ملا اور جو دوسروں سے
کرانا چاہتے تھے آپ نہ کیا۔ اور نکاح کرنے میں یہ قباحت تھی کہ رسم مروّجہ کے مطابق نہایت مکروہ الزام پیغمبر صاحب کے ذمے عائد ہوتا تھا۔ بے شک
پیغمبر صاحب بہ تقاضائے بشری اُس وقت بہت ہی متردد ہوئے ہوں گے۔ مگر آخر کار اصلاح کا پہلو غالب رہا اور آپ نے خود زینب سے نکاح کر لیا
اور کرنا چاہیئے تھا۔ اور اصلاح کے واسطے پیغمبر صاحب نے خود اپنا نمونہ دکھایا تاکہ جو اسلام کا دعوے کرتا ہے متبنّٰی کے بارے میں ذرا نہ ہچکچائے اور
متبنّٰی کو صلبی بیٹا نہ سمجھے ۱۲

نوٹ صفحہ ہٰذا

[1] ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا اور اُن ہی کے قدم بہ قدم ہم بھی ٹھیک رستے پہ چلے جا رہے ہیں ۱۲

اسلام کی رسّی کو خوب مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھے۔ شاید نماز پنجگانہ میں کہ یہی اسلام کی ظاہری علامۃ ہے اُن کی ایک نماز بھی قضا نہ ہوتی ہوگی۔ اور نماز کے پابند تھے تو بہ تعمیل اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا[1] اور نیز لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی تشہد میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ بھی ضرور پڑھتے رہے ہوں گے اور اب تیرہ سو[۱۳۰۰] برس کے بعد آلِ پیغمبر میں کلام ہو تو ہو کہ ہمارے وقتوں میں جو لوگ سیادۃ کے مدّعی ہیں آلِ پیغمبر ہیں یا نہیں مگر اُن وقتوں میں تو سب کو معلوم تھا کہ نسل کہو۔ آل کہو۔ اولاد کہو۔ ذوی القربیٰ کہو جو کچھ ہیں پیغمبر صاحب کے دو نواسے حسن و حسین ہیں رضی اللہ عنہما۔ پھر اِن دو بزرگوں اور بزرگ زادوں اور نہ صرف بزرگ زادوں بلکہ پیغمبر زادوں کے ساتھ اسی پیغمبر کی اُمّت نے جو سلوک کیا آج تک اُس کا ماتم کیا جا رہا ہے **قطعہ**

اَتَرْجُوْ اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا   شَفَاعَةَ جَدِّهٖ یَوْمَ الْحِسَابِ
فَلَا وَاللّٰهِ لَیْسَ لَهُمْ شَفِیْعٌ   وَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِی الْعَذَابِ

امام حسینؓ کی مظلومانہ شہادۃ کچھ فوری مخالفۃ کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ یہ آگ پیغمبر صاحب کی زندگی ہی میں سُلگنی شروع ہوئی حضرۃ علی کرم اللہ وجہہ نے پیغمبر صاحب کی وفاۃ ہی کے بعد اُن چند در چند خصوصیّتوں کی وجہ سے جو اُن کو جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور وہ اپنی ذات سے بھی بڑے بہادر اور بڑے خطیب تھے خلافت کی توقع کی ہوگی مگر وہ اُن کی تقدیر میں تھی۔ چوتھے نمبر پر اُن کی باری آئی تو امیر معاویہ نے اُن کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اُن کی جگہ برائے نام امام حسنؓ ہوئے تو وہ معاویہ کی مقاومۃ نہ کر سکے اور خون خرابے سے ڈر کر خلافۃ سے دست بردار ہو گئے۔ اُن کے بعد امام حسینؓ نے خلافِ مصلحۃ دعوے کیا تو اُس کا خمیازہ بھگتنا کہ اُن کی جانِ گرامی گئی سو گئی آلِ پیغمبر کا رہا سہا ادب بھی اُٹھ گیا۔ پھر تو طمیان بنی امیہ خلافۃ پر مسلط ہوئے اور اُن کی سلطنۃ کا سارا زمانہ نسلِ پیغمبر کی توہین اور تحقیر اور تذلیل اور بیخ کنی میں گزرا۔ بنی عباس کی حکومۃ کے زمانے میں یہ لوگ کچھ پنپ چلے تھے سو بھی آلِ پیغمبر ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ خلفائے وقت کے ہمجدی ہونے کی وجہ سے عباسیوں کی سلطنۃ کے زوال کے بعد پھر قدیمی کس مپرسی میں پڑ گئے۔ اب اِن میں سے دولۃ یا لیاقۃ کی وجہ سے بین الاقران کوئی وجاہۃ پیدا کرے تو کرے آلِ پیغمبر ہونا تو کچھ امتیاز کی بات نہیں سیّد کا لقب بھی اِن لوگوں نے ہندوستان میں اختیار کر لیا ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حسنینؓ کی شان میں سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فرمایا ہے ورنہ حدیث اور فقہ اور تاریخ میں لفظ سیّد کا کوئی آدر ماخذ بھی نہیں پایا جاتا اور یوں زبانِ عرب میں تعظیمًا سبھی کو سیّد کہہ دیا کرتے ہیں شکر ہے کہ مسلمانوں میں ہندوؤں کی طرح کا تفرقہ تو ہے نہیں کہ ایک جتھے کا آدمی دوسرے جتھے میں شادی بیاہ نہ کرے اُن کے ساتھ کھائے پیئے نہیں مگر ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ہند کے مسلمانوں نے بھی نسبا و پیشوں کے لحاظ سے ذاتیں بنا رکھی ہیں اور شادی بیاہ میں جتنی الوسع کفو کا لحاظ کرتے ہیں ممنوع الصدقات تو تمام بنی ہاشم ہیں مگر ہندوستان میں صرف بنی فاطمہ سیّد سمجھے جاتے ہیں اور اِن کو ادعائی فخر نسب نے تباہ کر رکھا ہے۔ ممنوع الصدقات ہونا اِن کے حق میں مرتے کو مارے شاہ مدار ہے یا مرے پر سو دُرّے۔

[1] اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے رہتے ہیں تو مسلمانو تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجتے رہو ۱۲ [2] کیا جس گروہ نے حسینؓ کو قتل کیا وہ اُن کے نانا کی شفاعۃ کے قیامۃ کے روز امیدوار ہیں؟ خدا کی قسم وہ اُن کے شفیع نہ ہوں گے بلکہ وہ قیامۃ کے دن عذاب میں گرفتار ہوں گے ۱۲

حج

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ
فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا
رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ
كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ
فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ
فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى
الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ
يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ
اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ
لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ الْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ

اور (مسلمانو!) اللہ کے لیئے حج اور عمرے (کی
نیّت کرلی ہو تو اُس) کو پورا کرو اور اگر (راہ میں کہیں)
گھر جاؤ تو قربانی (کردو) جیسی کچھ میسّر آئے اور جب
تک قربانی اپنے ٹھیک نہ لگ جائے اپنا سر نہ منڈواؤ
اور جو تم میں بیمار ہو یا سر کی طرف سے اُسے (کسی
طرح کی) تکلیف ہو تو (بال اُترواد ینے کا) بدلہ روزے
یا خیرات یا قربانی پھر جب تمھاری خاطر جمع (یعنی
عذر رفع) ہو جائے تو جو کوئی عمرے کو حج سے
ملا کر فائدہ اُٹھانا چاہے تو (اُس کو) قربانی
(کرنی ہوگی) جیسی کچھ میسّر آئے اور جس کو (قربانی)
میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں (رکھ
لے) اور سات جب واپس آؤ یہ پورا دہا ہوا یہ
(حکم) اُس کے لیئے ہی جس کا گھر بار مکّے میں نہ ہو **ف۱**
اور اللہ سے ڈرو اور جانے رہو کہ اللہ کا عذاب سخت
ہو **ف۲** حج (کے تو خاص) مہینے (ہیں) جو سب
کو معلوم ہیں **ف۳** تو جو شخص

ف قرآن میں لفظ المسجد الحرام واقع ہی جس کا مصداق وہ مسجد ہی جس کے اندر خانۂ کعبہ واقع ہی لیکن بعض کے نزدیک تمام حرم مراد ہی اور بعض کے نزدیک خاص شہر مکہ چنانچہ ہم نے شہر مکہ ہی ترجمہ کیا ہی کہ اُس کو مسجد حرام سے زیادہ قرینہ ہی ۱۲ **ف۲** اِن آیتوں کا مطلب سمجھنے کے لیئے حج اور عمرے کے ارکان و آداب کا جاننا ضرور ہے حج تو یہ ہی کہ احرام باندھا عرفے کے دن عرفات جا حاضر ہوئے وہاں سے فارغ ہو کر لوٹے تو رات رہے مزدلفہ میں جس کو مشعر الحرام بھی کہتے ہیں۔ اگلے دن عید کی صبح منا میں جا کر کنکر پھینکے۔ بال اُترواکر احرام اتار دیا۔ پھر آ کر طواف کعبہ کیا۔ صفا مروہ کے درمیان دوڑے۔ پھر دوبارہ منا میں جا کر تین دن یا دو دن رہا اور ہر روز کنکریاں پھینکا کیئے پھر لوٹ کر خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور رخصت ہوئے۔ اور عمرہ یہ ہی کہ جب چاہا احرام باندھا کعبے کا طواف کیا۔ اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے بال اُترواکر احرام اُتار دیا۔ حج ہو یا عمرہ کسی میں قربانی کرنی نہیں پڑتی۔ مگر ہاں چار صورتوں میں ایک یہ کہ حج یا عمرے کے لیئے مکّے کو جاتے تھے۔ راہ میں کسی غنیم یا بیماری یا خوف دشمن وغیرہ سے رُک گئے تو اُس کی تلافی قربانی سے کرنی پڑتی ہی یعنی جہاں رُکے وہیں قربانی کرلی کہ قربانی کے ٹھیک لگنے سے ہی مراد ہی جیسا کہ پیغمبر صاحب نے کیا تھا۔ کہ مدینے سے عمرے کے لیئے حدیبیہ پہنچنے پائے تھے کہ کافروں نے مکّے آنے کی مناہی کردی۔ پیغمبر صاحب اپنے ہمراہیوں سمیت وہیں ٹھیرے رہے اور قربانیاں کر کرکے سب نے احرام اُتار دیئے دوسری صورت یہ ہی کہ مثلاً بالوں میں جوئیں پڑ گئیں یا سر میں پھوڑے پھنسیاں ہیں یا اور کسی قسم کا روگ ہو (بقیہ بر صفحہ ۱۹۲)

فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ
وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ
يَعْلَمْهُ اللَّهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ
التَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۝ لَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ ۚ
فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ
عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا
هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ
الضَّالِّينَ ۝ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ

ان مہینوں میں حج کی ٹھان لے تو (احرام باندھنے سے
آخر تک) حج (کے دنوں) میں نہ شہوت کی کوئی بات کرے
اور نہ گناہ کی اور نہ جھگڑے کی اور نیکی کا کوئی سا کام بھی کرو
وہ خدا کو (اسی وقت) معلوم ہو جائے گا۔ اور (حج کے
جانے سے پہلے) زادِ راہ (بہم پہنچا) لو کہ بہترین زادِ (راہ)
پرہیزگاری ہے (از انجملہ یہ کہ مانگے نہیں چرائے نہیں)
اور عقل والو! (اصل پرہیزگاری یہ ہے کہ) ہم سے ڈرتے
رہو [ف۱] (حج کے شمول میں) تم اپنے پروردگار کا فضل
(مثلاً تجارت سے کوئی مالی فائدہ) حاصل کرنا چاہو تو (اس میں
تم پر) کچھ گناہ نہیں۔ پھر جب عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام (یعنی
مزدلفہ) میں ٹھہر کر خدا کی یاد کرو اور اس کی یاد بھی (کرو تو) اس
طریقے پر جو خدا نے (پیغمبر کے ذریعے سے) تم کو بتایا ہے [ف۲] (اس سے
پہلے تو تم گمراہوں میں تھے (یعنی عبادت کے طریقے بھی نہیں جانتے تھے)

(بقیہ صفحہ ۱۹۱) اور بالوں کا فی الفور منڈوا دینا ضروری ہو تو اس صورت میں بالوں کے منڈوا دینے کی اجازت ہے مگر قربانی دینی آئے گی اور قربانی نہ کرے
تو تین روزے رکھ لے یا روزوں کے بدلے چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص ایک ہی سفر میں عمرہ
اور حج دونوں کا ثواب لینا چاہتا ہو جیسا کہ دور کے رہنے والے جن کو بار بار مکے جانے کا موقع نہیں ملتا۔ کیا کرتے ہیں لیکن ایک ساتھ دو عبادتوں کے
جمع کرنے سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ عبادت کو بار سمجھ کر اس کو ٹالنا چاہتا ہے اور اسی لیے مکے کے رہنے والوں کو ایسا کرنے کی سخت ممانعت ہے جیسا کہ لفظ
شَدِيدُ الْعِقَابِ سے مفہوم ہوتا ہے لوگ باہر والے جو بہ ضرورت عمرہ اور حج دونوں کو جمع کریں ان کو قربانی دینی چاہیے۔ اور جس کو قربانی میسر نہ ہو دس دن
کے روزے۔ کیونکہ اصل عمرہ اور اصل حج تو یہ تھا کہ الگ الگ کیے جائیں اور ہر ایک کے لیے جدا جدا اہتمام ہو۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ جن باتوں کا
حالتِ احرام میں مناہی ہے جیسے شکار کرنا۔ خوشبو لگانا۔ سر ڈھانکنا۔ بدن کے بال منڈوانے۔ ناخن لینے۔ مگر عورت کو سر کا ڈھانکنا جائز ہے منہ کا نہیں۔
پھر اگر ان میں سے کوئی حرکت کر بیٹھا تو اس کا تاوان بھی بقول فقہا قربانی ہے۔ شکار کرنے سے جو تاوان قربانی دینا آتا ہے اس کا بیان ساتویں پارے کے تیسرے رکوع
میں ہے ۱۲ [ف۱] یعنی شوال اور ذیقعد اور ذی الحجہ کے دس دن کہ حج کے لیے احرام باندھنا شوال سے پہلے درست نہیں ۱۲۔

[ف۱] شکار کرنے سے جو تاوان یعنی قربانی دینی پڑتی ہے اس کا بیان تو قرآن کی ذیل کی آیۃ میں موجود ہے اور خوشبو لگانے سر ڈھانکنے۔ بدن کے بال منڈوانے۔
ناخن لینے سے جو تاوان قربانی دینا آتا ہے وہ فقہی روایتوں سے ثابت ہے جیسا کہ آپ ابھی آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ
مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا
لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ مسلمانو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارو اور جو کوئی
تم میں سے جان بوجھ کر شکار مارے گا تو جیسے جانور کو مارا ہے اس کے بدلے چارپایوں میں سے اسی سے ملتا ہوا جانور (جو تم میں کے دو منصف ٹھہرا دیں (اس کو) دینا پڑے گا
(اور یہ) نیاز کعبے پہنچائی جائے یا کفارہ (یعنی اس کی قیمت میں جتنے) محتاجوں (کی گنجائش ہو ان) کا کھانا یا مسکینوں کی گنتی کے برابر روزے تاکہ اپنے کیے کی سزا (کا مزہ)
چکھے جو ہو چکا اس سے تو خدا نے درگزر کیا اور جو پھر (ایسا کام) کرے گا تو اللہ اس سے (نافرمانی کا) بدلہ لے گا اور اللہ زبردست (اور) بدلہ لینے والا (بھی) ہے ۱۲

(فوائد صفحہ ھذا) [ف۱] اسلام سے پہلے تو لوگ بھیک مانگ کر حج کرنے کو بڑا ثواب سمجھتے تھے مقدور ہوتے ساتھ زادِ راہ نہ لیتے اور لوگوں کو دق کرتے
اب بھی ہزاروں آدمی جن کو مقدور نہیں بھیک کے بھروسے بے سامان محض حج کو نکل کھڑے ہوتے ہیں پس زادِ راہ لینے کی تاکید بڑی مفید ہدایت ہے اور مسلمانوں کو اس
کی طرف پوری توجہ کرنی چاہیے ۱۲ [ف۲] پیغمبر صاحب نے تو جیسا کہ ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے یہ کیا تھا کہ مزدلفے پہنچ کر ایک اذان اور دو اقامتہ سے مغرب اور عشاء
دونوں نمازیں پڑھیں پھر لیٹ رہے صبح ہوئی تو اذان اور اقامتہ سے صبح کی نماز پڑھی پھر اپنی اونٹنی قصوا پر سوار ہو کر قزح پہاڑ یا جو مزدلفے کے میدان میں واقع ہے آئے اور …

النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاۗءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (البقرہ ع ۲۵ پارہ ۲)

اور لوگ چلیں تم بھی وہیں سے چلو اور اللہ سے (گناہوں کی) مغفرة چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف پھر جب اپنے حج کے ارکان تمام کر چکو تو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کے ذکر میں لگ جاتے تھے (اُس کو چھوڑ کر اُسی طرح بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر خدا کی یاد میں مشغول ہو جاؤ پھر لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار (جو کچھ) ہم کو (دینا ہے) دنیا میں دیدے (چنانچہ اُن کو دنیا مل بھی جاتی ہے) اور آخرة میں اُن کا کچھ حصّہ نہیں اور لوگوں میں سے کچھ ایسے (بھی) ہیں جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی خیر و برکة دے اور آخرة میں بھی خیر و برکة دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا یہی ہیں (وہ لوگ) جن کو (آخرة میں) اُن کے کئے کا حصّہ (یعنی ثواب ملتا) ہے اور اللہ تو پل کے پل بھر میں (سب کا) حساب کرنے والا ہے ؂

من المترجم - آدمی آدمی کمبخت بات بات میں ایک دوسرے سے لڑتے مرتے ہیں ورنہ خدا نے تو دنیا کا انتظام اِن کے اتفاق و اتحاد اور ایک دوسرے کی اعانة و امداد پر مبنی کیا ہے اور اس کا پتہ ہم کو تمام ادیان سے ملتا ہے۔ خاص کر دین اسلام سے دین اسلام کے جتنے بھی احکام ہیں سب کی غرض و غایة وہی لوگوں کا اتفاق و اتحاد ہے۔ اور ایک دوسرے کی اعانة و امداد حتی کہ اسلامی عبادات میں بھی اسی کی جھلک پائی جاتی ہے لے دے کر اسلامی عبادات چار ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰة۔ اِن میں سے زکوٰة تو صاف ابنائے جنس کی اعانة و امداد ہے۔ کیونکہ مسکینوں اور حاجتمندوں کو دی جاتی ہے۔ روزہ بھی ابنائے جنس کی اعانة و امداد کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ اوّل تو رمضان کے مہینے میں اور پھر عید کی تقریب پر ہر ایک مسلمان اپنے اہل و عیال پر جی کھول کر خرچ کرتا ہے اور خیرات بھی زیادہ تر رمضان ہی میں کی جاتی ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ یوں تو آپ مصارف خیر میں ہمیشہ بے دریغ خرچ کرتے ہی رہتے تھے رمضان میں تو بلا مبالغة دادو دہش کی آندھی سی چل جاتی تھی دوسرے روزے سے فاقے کی قدر آتی ہے۔ اور غالباً دل میں فاقہ زدوں کی اعانة و امداد کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور اکثر صورتوں میں تحریک کچھ کر گزرتی ہے۔ مالی امداد کے اعتبار سے حج روزوں سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ حاجی مکے مدینے جا کر ساری عمر کی کسر نکال آتے ہیں۔ اور چونکہ حج کے ساتھ تجارة کی بھی اجازة ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ بہت لوگ تجارة سے آپ بھی منتفع ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں چہارگانہ عبادات میں ایک نماز رہی جس میں

ف مکے کے رہنے والے عرفات میں جا کر نہیں ٹھہرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم عین حرم کے رہنے والے ہیں حرم کی حد کے باہر کیوں جائیں حالانکہ عرفات میں ٹھہرنا حج کا رکن اعظم ہے تو اور لوگ تو ٹھیٹوں کو عرفات سے چلتے اور یہ لوگ سرحد حرم جہاں ٹھہرتے تھے خدا نے اس غلط فہمی کی اصلاح فرما دی ۱۲ -

نفع رسانی خلائق کی کوئی بات دکھائی نہیں دیتی تو یہ ہماری سمجھ کا قصور ہے ورنہ نماز تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ اس لیے کہ وہ
دن رات میں پانچ بار خدا کی یاددہانی کرتی ہے ولذکر اللہ اکبر۔ حج میں بھی شروع سے آخر تک گویا ہمہ وقت ذکرِ خدا ہے۔ اسلام
نے عبادۃ کے نئے طریقے ایجاد نہیں کیے۔ ہاں اُن میں کچھ یوں ہی سا ردّ و بدل ضرور کر دیا ہے۔ اب یہی حج ہے کہ اس میں
جتنی رسمیں ہیں ذکر اللہ سے قطع نظر سب میں عبادۃ کی شان ہے۔ احرام ہے تو وہ فقیروں کی سی شکل بناتا ہے۔ طواف ہے تو
اُس گھر پر قربان ہونا ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے خدائے وحدہ لاشریک لہ کے نام پر بنایا گیا۔ عرفات میں جا کر ٹھیرنا ہے تو وہ
بعینہٖ ایسا ہی جیسے عیدین یا استسقار کی نماز کے لیے جنگل میں جا کر خدا سے دعائیں مانگتے ہیں۔ مکے کے قریب صفا اور مروہ
جو دو پہاڑیاں ہیں اور اُن میں دوڑتے ہیں تو یہ دوڑنا بھی ایک طرح کا طواف ہے اور اس قابلِ یادگار واقعے کی یاد کا تازہ کرنا ہے
کہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام نے جو ابوالانبیاء کہلاتے اور جن کو سب اہل کتاب بالاتفاق مانتے ہیں اور جنھوں نے بت تراش
کے گھر پیدا ہو کر بتقاضائے فطرۃ توحید کا رستہ اختیار کیا اور اس سچے عقیدے کے بانی بنے خانہ کعبہ بنا کر اپنے فرزند اسمٰعیل
اور اُن کی والدہ ہاجرہؓ کو اسی کے پاس اس اُمید سے لا بٹھایا کہ اس غیر آباد جگہ میں اسمٰعیلؑ کی نسل پھیلے اور کوہستانِ عرب خدائے
واحد کی پرستش کی آواز سے گونج اُٹھے۔ اچھا تو ابراہیم اہل و عیال کو متوکلاً علی اللہ بے سر و سامان چھوڑ کر چلے گئے
تھے۔ ہاجرہ پانی کی جستجو میں ان ہی دو پہاڑیوں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑی دوڑی پھریں۔ سعی بین الصفا والمروہ
اسی دوڑنے کی نقل ہے۔ اب ایک ہے کنکریوں کا پھینکنا تو یہ روایۃ بیان کی گئی ہے کہ ابراہیم نے تین روز متواتر خواب
میں اسمٰعیل کا ذبح کرنا دیکھا چونکہ پیغمبر کا خواب بھی ایک قسم کی وحی ہوتا ہے سو حضرۃ ابراہیم علیہ السلام تعمیلِ حکم کی آمادگی کرتے
شیطان بہکاتا اور یہ اس کو کنکریاں پھینک کر بھگاتے لیکن آج کل کے انگریزی خواں تو ایسی روایتوں کو سن کر اسلام کو
چٹکیوں میں اُڑاتے ہیں وہ سرے سے شیطان ہی کے قائل نہیں۔ پھر اس کا ابراہیم کو بہکانا اور ابراہیم کا اس کو کنکر مارنا
اُن کے لیے استہزا اور تمسخر کا پورا سامان ہے۔ تو عجب نہیں کہ یہ رمی جمار بھی سعی بین الصفا والمروہ کی طرح ہاجرہ کا فعل ہو اور
اُنھوں نے اسمٰعیل کی حفاظت کی نظر سے موذی جانور وغیرہ ہنکانے اور بدکانے کو پتھر پھینکے ہوں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال +

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے اور اس کے مشروع کرنے میں شارع کو جن مصلحتوں کا لحاظ مدّ نظر ہے وہ چند امور
ہیں گویا یہی امور فرضیتِ حج کے باعث ہیں۔ از انجملہ تعظیم بیت اللہ ہے کیونکہ یہ شعائر اللہ میں سے ہے اور اس کی تعظیم عین
خدا کی تعظیم ہے۔ از انجملہ ہر ملۃ و دولۃ کے لیے ایک دن اجتماع کا ہوتا ہے جس میں اس ملۃ و دولۃ کے تمام ادنےٰ اعلےٰ چھوٹے
بڑے موجود ہوتے ہیں۔ اور اس لیے کہ لوگ باہم ایک دوسرے سے تعارف پیدا کریں اور ملۃ کے احکام سیکھیں مسلمانوں کے
جمع ہونے کے لیے خدا نے یہ دن مقرر کیا ہے جس میں ان کی شوکۃ اُن کے دین کی عزۃ اُن کا رعب و دبدبہ ظاہر ہوتا ہے۔ از انجملہ
حضرۃ ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کا جو طریقہ لوگوں میں ایک عرصے سے چلا آتا ہے اس کی موافقۃ حاصل ہے کیونکہ حضرۃ ابراہیم
اور اُن کے فرزند رشید حضرۃ اسمٰعیل دونوں ملۃ حنفیہ کے مقتدا اور عرب کے لیے اس کے احکام مقرر کرنے والے تھے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثۃ سے خدا کو اسی ملۃ کا ظاہر کرنا اور سب تمام ملتوں پر غالب کرنا منظور تھا اور جب یہ ہے تو
ملۃ حنفیہ کے اماموں اور پیشواؤں سے جو طریقہ جاری ہوا ہو اس کی محافظۃ لازمی اور ضروری بات ہے اور یہی معنے ہیں

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے قِفُوا عَلیٰ مَشَاعِرِکُمْ فَاِنَّکُمْ عَلیٰ اِرْثٍ مِنْ اِرْثِ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ یعنی تم اپنے مراسم پر قیام کرو کیونکہ تمھارے باپ ابراہیم کے ورثہ میں سے تم کو ورثہ پہونچا ہے۔ از انجملہ یہ کہ اسلام سے پہلے اہلِ جاہلیۃ بھی حج کیا کرتے تھے۔ اور حج کو اصولِ دین سمجھتے تھے۔ لیکن انھوں نے اس میں بہت سی ایسی باتیں اپنی طرف سے ملا دی تھیں جن کا پتہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کی شریعۃ میں نہیں لگتا تھا۔ مثلاً اساف و نائلہ جو مرد و عورۃ کی شکل کے دو بُت تھے اور طاغیہ جو مشرکینِ مکہ کا بُت تھا ان کے لیئے احرام باندھتے اور تلبیہ میں لَا شَرِیْكَ لَكَ اِلَّا شَرِیْكًا هُوَ لَكَ کہتے تھے اور یہ باتیں اس قسم کی تھیں جن سے لوگوں کو باز رکھنا ضرور تھا اور نہایت ضروری تھا۔ علاوہ بریں اہلِ مکہ میں عُجب۔ خود پسندی۔ بے جا فخر۔ حمیّۃ۔ تعصب اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اُن کی کوئی عبادۃ خاص کر عبادۃِ حج ان باتوں سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ لہٰذا ضرور ہوا کہ شریعۃ محمدیہ میں جو خاتم الشرائع ہے حج فرض کیا جائے اور ان لوگوں کو اُن اُمور کی تعلیم دی جائے جن سے حق و باطل جو ایک عرصۂ دراز سے کھچڑی کی طرح گڈمڈ ہو رہے تھے ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہو جائے اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے۔ چنانچہ پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام اہلِ جاہلیۃ کی تمام بدعتوں اور قبیح رسموں کو مٹا کر حج پر عبادۃ خاص کا رنگ چڑھایا اور جو باتیں اہلِ جاہلیۃ کی عادات میں داخل ہو کر مرکوزِ خاطر ہو گئی تھیں نہایت عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ اُن کا قلع قمع کر دیا۔ ابراہیمی شریعۃ کے مردہ قالب میں نئی اور تازہ روح پھونکی اور شعائر اللہ جیسے کے ویسے اپنی اصلی حالۃ پر لوٹ آئے ✤

الغرض مسلمان کو ساری عمر میں ایک دفعہ اور صرف ایک دفعہ حج کرنا فرض ہے بشرطیکہ خدا توفیق دے اور رستے کھلے ہوئے ہوں یعنی امن امان سے سفر کر سکتا ہو۔ زاد و راحلہ پاس ہو۔ آمد و رفت اور وہاں کی ضروریات اور حج سے واپس آنے تک اہل و عیال کے کھانے پینے کے لیئے خرچ بات کافی موجود ہو اُسے چاہیئے کہ خدا کا فرض جان کر حج ادا کرے۔ کوئی شخص بہت ضعیف اور بوڑھا ہو اور سفرِ حج کا تحمل نہ کر سکتا ہو اس کی طرف سے اُس کا کوئی بیٹا وغیرہ حج کر سکتا ہے۔ جو شخص ہوتے ساتے حج کے لیئے نہ جائے وہ خدا کا سخت گنہگار اور مجرم ہے۔ خدا بندوں کی تمام عبادتوں سے اور اُن ہی میں سے حج بھی ہے محض بے پروا اور مستغنی ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ عبادات و شرائع کے مقرر کرنے میں کچھ بندوں ہی کا فائدہ ہے نہ خدا کا ✤

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے خدا کے واسطے صرف خدا کے واسطے حج کیا اور حالۃ حج میں نہ تو کسی سے لڑا ہی نہ جھگڑا الجھا ہی کیا نہ عورتوں کی طرف میل و رغبۃ ہی کی تو وہ حج سے ایسا پھرا اور گناہوں کی نجاسۃ سے ایسا پاک ہوا گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ✤

حج کرنے کی تین صورتیں ہیں اور تینوں کے نام اور احکام علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں۔ ایک یہ کہ حج اور عمرے کی ایک ساتھ نیۃ کرے اور اسے **قِران** کہتے ہیں۔ اس کے احکام یہ ہیں میقات سے حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھنا اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ کہنا۔ کہتے ہیں آکر حج کے ارکان سے فارغ ہونے تک اسی احرام میں قائم رہنا جیسا کہ ان اعمالِ حج بجا لانے سے عمرہ بھی ادا ہو جائے گا کیونکہ قِران کی حالۃ میں عمرہ حج میں ویسا ہی داخل ہے جیسا وضو غسل میں۔ لیکن طوافِ کعبہ اور

سعی بین الصفا والمروہ میں اختلاف ہے۔ ایک روایۃ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرنی چاہئے اور دوسری روایۃ میں ہے کہ صرف ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔ قارن کو اس شکریہ میں کہ حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ ادا ہوگئے ایک قربانی ذبح کرنی[1] ہوگی لیکن مکّے کے رہنے والے پر نہیں بلکہ اُس پر جو باہر سے آیا ہو۔ قارن اگر عرفات میں ٹھیرنے سے پہلے طواف اور سعی کرلے گا تو گویہ سعی حج اور عمرے میں محسوب ہوجائے گی مگر وقوفِ عرفات کے بعد طواف کا اعادہ ضروری ہوگا کیونکہ طواف رکن کی شرط ہے کہ وقوفِ عرفات کے بعد ہو ✣

دوسری یہ کہ میقات پر پہنچ کر عمرے کا احرام باندھے۔ مکّے میں آکر عمرے کے ارکان بجالائے اور احرام سے باہر ہوجائے ایامِ حج تک بے احرام رہے۔ جب ایامِ حج شروع ہونے لگیں یعنی ذی حج کی آٹھویں تاریخ ہو۔ حج کا احرام باندھے اور اعمالِ حج ادا کرنے میں مصروف ہو۔ اس صورۃ کو تمتّع اور ایسا کرنے والے کو متمتّع کہتے ہیں۔ متمتّع پر بھی قربانی کرنی واجب ہے۔ اگر میسّر ورنہ دس روزے۔ تین ایامِ حج میں اور سات سفر سے لوٹنے کو ✣

تیسری یہ کہ ایامِ حج یعنے شوال۔ ذیقعد۔ ذی حج کے دس روز میں صرف تنہا حج کا احرام باندھے اور ارکانِ حج پورے ہوچکیں تو حرم سے باہر کر عمرے کا احرام باندھے اور اُس کے ارکان و اعمال پورے پورے بجالائے۔ اسے افراد کہتے ہیں۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری قسم کا حج نہیں کیا۔ مگر اس آرزو میں رہے کہ موقع ملے تو کروں۔ ہاں پہلی قسم کا حج آپ سے ثابت ہے اور اسی لئے علمائے حنفیہ کے نزدیک قِران تمتّع سے اور تمتّع افراد سے افضل ہے ✣

حج کے ارکان جن کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ پانچ ہیں۔ احرام۔ طواف۔ سعی۔ وقوفِ عرفات۔ سر منڈانا یا قصر کرنا ✣

واجباتِ حج جن کے ترک کرنے سے حج باطل تو نہیں ہوتا مگر قربانی کرنی لازم ہوتی ہے چھ ہیں۔ میقات سے احرام باندھنا۔ کنکریاں پھینکنا۔ غروبِ آفتاب تک عرفات میں ٹھیرنا۔ رات کو مزدلفے میں قیام کرنا۔ منا میں ٹھیرنا۔ طوافِ وداع یعنی آخری طواف کرنا۔ ان چھ چیزوں میں سے اگر ایک بھی ترک کردی جائے گی تو قربانی کرنی واجب ہوگی مگر ایک قول کے مطابق پچھلے چار واجبات میں لازم نہیں سُنّت ہے ✣

منہیات۔ حج میں چھ باتیں منع ہیں۔ ایک لباس یعنی سِلے ہوئے کپڑے پہننا کہ حالۃِ احرام میں کرتا اور ازار اور عمامہ درست نہیں بلکہ تہمد اور چادر اور نعلین چاہئیں۔ کسی شخص نے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمۃ میں عرض کیا کہ مُحرِم کو کس طرح کے کپڑے پہننے چاہئیں۔ فرمایا کرتے مت پہنو۔ عمامے نہ باندھو برانس یعنی بارانی نہ اوڑھو پاجامے نہ پہنو۔ عورۃ کو عادۃ کے موافق لباس پہننا درست ہے۔ ہاں مرد کو سر کُھلا رکھنا اور عورۃ کو ڈھکا رکھنا ضرور ہے۔ عورۃ کو چاہیئے کہ مُونہ کو نقاب وغیرہ سے نہ چھپائے بلکہ کُھلا رکھے ✣

دوسرے خوشبو کا استعمال کرنا یعنی خوشبو میں بسا ہوا کپڑا پہننا یا جسم پر خوشبودار چیز ملنا یا بالوں کو خوشبودار چیز سے دھونا یا تیل ملنا سب حرام اور ممنوع ہیں اور اسی میں مہندی بھی داخل ہے ان دونوں صورتوں میں اگر کوئی شخص ایک بات کی بھی مخالفۃ کرے گا تو فقہا کے نزدیک ایک بکرا ذبح کرنا واجب ہوگا ✣

[1] قربانی میسر نہ ہو تو دس روزے رکھنے ہوں گے تین ایامِ حج میں اور سات وطن میں آکر ۱۲ -

تیسرے بال منڈانے ناخن کٹوانے۔ اگر کسی نے بال منڈا ڈالے یا کسی مقام سے ایک یا کئی بال توڑ دیئے تو بھی ایک قربانی واجب ہوگی۔ مگر حمام میں جانا۔ فصد کھلوانا۔ پچھنے لگوانا اور اس طرح بال کھوتے درست ہیں کہ ٹوٹنے نہ پائیں۔ چوتھے عورۃ سے ہمبستر ہونا۔ اگر ہوگا تو ایک ونٹ یا گائے یا سات بھیڑ بکریاں واجب ہوں گی۔ اور حج فاسد ہو جائیگا قضا واجب ہوگی ہاں پہلے تحلل کے بعد ہم بستر ہوگا تو حج فاسد نہ ہوگا مگر ایک ونٹ ذبح کرنا پڑے گا۔ پانچویں مقدمات جماع مثلاً مساس کرنا۔ بوسہ لینا یا کسی اور طرح سے عورۃ سے حظ اٹھانا یا رغبت سے بات چیت کرنا۔ ان صورتوں میں سے ایک کا بھی مرتکب ہوگا تو ایک قربانی کرنی پڑے گی۔ چھٹے شکار کرنا لیکن دریائی شکار درست ہے خشکی میں شکار کیا تو اسی جیسا جانور ذبح کرنا لازم ہوگا واجبات کے ترک اور منہیات کے ارتکاب کی صورتوں میں جو ہم نے وجوب دم یعنی قربانی کا ذکر کیا ہے یہ فقہی روایات سے استنباط کیا ہے ورنہ قرآن و حدیث سے تو بجز چند صورتوں کے اور کسی صورت میں قربانی کا وجوب پایۂ ثبوت کو پہنچتا نہیں۔ فقہانے ان صورتوں کے علاوہ اور بھی بہت صورتوں میں محرم کو قربانی کرنے کی ہدایت کی ہے لیکن ہم نے حدیثوں کا تتبع کیا تو ہمیں تو کوئی بھی ایسی مرفوع اور متصل الاسناد حدیث نہیں ملی جس سے ثابت ہو کہ فقہا کی تجویز کی ہوئی صورتوں میں قربانی کرنی پڑتی ہے غالباً فقہانے صور مذکورہ کو قتل صید وغیرہ پر قیاس کر کے ان میں بھی فدیہ وغیرہ تجویز کیا ہے ورنہ کوئی نص صریح و صحیح تو ان پر قائم ہے نہیں قرآن مجید میں صرف چار صورتوں میں فدیہ دینے کا حکم ہے تین صورتیں تو آیۂ واتموا الحج والعمرۃ للہ میں کور ہیں بعنوان حج کی پہلی آیۃ کے (اور جس کی تفصیل آپ اسی آیۃ کے فائدے میں ملاحظہ کر چکے ہیں) اور ایک ساتویں پارے کے دوسرے رکوع میں یعنی قتل صید۔ واجبات کی فہرست میں جو چیزیں مذکور ہیں بے شک پیغمبر صاحب نے اُن کے کرنے اور منہیات کے ذیل میں جو باتیں مذکور ہیں ان سے باز رہنے کی بابت محرم کو تاکیدی حکم فرمایا ہے اور بعض صورتوں میں تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ فلاں چیز کے عمل میں لانے یا ترک کرنے سے حج اور عمرہ فاسد ہو جاتا ہے لیکن چند صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں فدیہ وغیرہ کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ جب ایک بدوی نے آپ سے دریافت کیا کہ میں نے خوشبو میں لتھڑا ہوا جبہ پہن کر عمرے کا احرام باندھا ہے مجھے کیا کرنا چاہیئے تو آپ نے فرمایا کہ خوشبو کو تین دفعہ دھو ڈال اور جبہ اتار کر عمرہ بجا لا۔ چنانچہ صحیحین میں یعلی بن امیہ سے ایک حدیث آئی ہے[1] جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں خوشبو میں لتھڑا ہوا کپڑا پہن لے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ کپڑے کو تین دفعہ دھو ڈالے اور اسی پر قیاس کر لیجئے اور صورِ ممنوعہ کو بھی۔ الغرض حدیث سے کہیں اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ پیغمبر صاحب نے ان صورتوں میں فدیے کا حکم فرمایا ہو اور جب یہ ہے تو دم انہیں انہی خونوں پر اکتفا کرنا چاہیئے جو قرآن یا حدیث میں آئے ہیں۔ پھر جو لوگ یوم النحر میں کثرۃ سے قربانیاں کرتے ہیں یہاں تک کہ ایک ایک شخص سو سو دو دو سو جانور ذبح کروا ڈالتا ہے ہمارے خیال میں محض بے سود اور نہ صرف بے سود بلکہ داخلِ اسراف ہے بالخصوص ایسے موقع پر جب کہ اُن کا کوئی کھانے والا اور اُن سے فائدہ اُٹھانے والا نہ ہو۔ سنا جاتا ہے کہ یوم النحر کو منا میں اس قدر قربانیاں ہوتی ہیں کہ گوشت کثرۃ کی وجہ سے کھتوں میں دبا دیا جاتا ہے اور کوئی کھانے والا نہیں ملتا ✤

حج کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب ہندوستان اور مضافاتِ ہندوستان کے مسلمان عدن ہوتے ہوئے یلملم پہاڑ کے سامنے پہنچیں جسے اہلِ جہاز دور سے پہچنوا دیتے ہیں تو احرام باندھنے کے لیئے غسل کریں مرد پاجامہ کرتا ٹوپی

[1] وہ حدیث یہ ہے قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالجعرانۃ اذ جاءہ رجل اعرابی علیہ جبۃ وھو متضمخ بالخلوق فقال یا رسول اللہ انی احرمت بالعمرۃ وھذہ علی فقال اما الطیب الذی بک فاغسلہ ثلث مرات واما الجبۃ فانزعھا ثم اصنع فی عمرتک کما تصنع فی حجک ۱۲

جب خوب اُجالا ہو جائے تو سورج نکلنے سے پہلے پہلے کوچ کریں میدانِ محسر سے نکل کر منا کے بازار سے ہوتے ہوئے اُس آخری منارے کے پاس آئیں جو مکّے سے آتے وقت شروع میں ملتا ہے اور جسے جمرۂ کبرے یا جمرۂ عقبہ بھی کہتے ہیں۔ سات کنکریاں جو رستے میں اُٹھا رکھی ہیں اِس منارے پر پھینکیں اور اب لبّیک کہنا موقوف کریں۔ کنکریاں پھینکتے وقت منا کو داہنی اور کعبے کو بائیں جانب کریں اور ہر کنکری پھینکتے وقت یہ دعا پڑھیں بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا[1]۔ اب ہر نماز کے بعد اور یوں بھی اکثر اوقات تکبیر کہتے رہیں۔ اس کے بعد قربانی شروع کردیں۔ یہ قربانی اُس قربانی کے علاوہ ہے جو ارکانِ حج میں کسی خرابی اور فساد کی وجہ سے حاجی پر لازم ہو جاتی ہے اور جسے دَم اور کفّارہ کہتے ہیں۔ کفّارے کے جانور متعین ہیں اور قربانی کے نہیں۔ قربانی میں آدمی کو اختیار رہتا ہے اونٹ ذبح کرے یا گائے یا بھیڑ بکری ایک یا دو یا زیادہ۔ مگر کفّارے میں وہی جانور ذبح کرنا ہوگا جس کی شارع نے تعیین کردی ہے۔ قربانی کے بعد مرد سر منڈائیں یا بال کترائیں اور عورتیں بھی بالوں کی ایک دو لٹیں کتر دیں۔ اس وقت حاجی کو عورت کے پاس جانا تو نہیں لیکن وہ سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام کی حالت میں حرام تھیں اِسوقت احرام کے کپڑے اُتار دیں اور بیت اللہ میں جا کر طوافِ فرض ادا کریں۔ اِس کو طوافِ زیارت اور طوافِ افاضہ اور طوافِ صدر بھی کہتے ہیں۔ اِس طواف کے بعد حج کے تمام ارکان پورے ہو گئے اور ارکان پورے ہو گئے تو سب چیزیں حلال ہو گئیں۔ یہاں تک کہ عورت کے پاس جانا بھی۔ آبِ چاہِ زمزم میں سے تھوڑا پانی پئیں۔ اور منا میں جا کر ظہر کی نماز پڑھیں۔ گیارھویں تاریخ کو زوال کے بعد جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں پھینکیں اور ذرا ہٹ کر دعا مانگیں پھر جمرۂ وُسطےٰ پر کنکریاں ماریں اور دعا مانگیں۔ اس کے بعد تیسرے منارے کو کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر تکبیر پڑھیں۔ اسی طرح بارھویں اور تیرھویں تاریخ کو اِن مناروں پر سات سات کنکریاں پھینکیں اور مکّہ معظمہ میں آجائیں۔ حاجی قربانی سے پہلے سر منڈوا لے یا مناروں پر کنکریاں پھینکنے سے پہلے قربانی ذبح کرلے یا شام کے بعد کنکریاں پھینکے تو اس میں کچھ ہرج نہیں۔ کسی کو قربانی کا مقدور نہ ہو تو تین روزے ایامِ حج میں یعنی ساتویں آٹھویں نویں تاریخ کو رکھے اور سات مکّے میں آکر یا سفر سے لوٹ کر ان کو رکھ کر دس پورے کرلے۔ جب گھر کو واپس جانے لگے یا مدینہ طیبہ کے قصد سے باہر نکلے تو آخری طواف کرے اور اسے طوافِ وداع کہتے ہیں۔

یہ تمام کیفیت جو یہاں تک بیان ہوئی تمتّع کی تھی۔ افراد کی صورت میقات سے احرام باندھنا اور لبّیک اللّٰھم بالحج پکار کر کہنا۔ مکّے شریف میں داخل ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف کرنا صفا مروہ میں دوڑنا پڑتا ہے۔ مفرد پر صرف ایک طواف اور ایک سعی فرض ہے دوسرا طواف فرض نہیں نہ قربانی لازم۔ قران کی صورت میں احرام باندھنے کی جگہ قربانی ساتھ لانی ہوتی ہے حج وعمرے دونوں کی ایک ساتھ نیّت کرنی پڑتی ہے۔

---

[1] اللہ بہت بڑا ہے۔ خداوندا تو اِس کو مقبول حج کر اور گناہ بخش دے ۱۲

میقاتِ احرام

یعنی وہ مقامات جہاں سے آفاقی (باہر سے آنے والے) لوگ احرام باندھتے ہیں۔ اصل میں کعبے کے چاروں طرف اُن حاجیوں کے احرام باندھنے کے لیئے جو خارج از مکہ دور کے شہروں سے حج کو آتے ہیں چار مقام مقرر ہیں۔ ایک **ذوالحلیفہ**۔ یہ اُن لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہ ہے جو مدینے اور اطرافِ مدینے سے آتے ہیں۔ یہ مقام مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں سے مکے تک دس پڑاؤ کرنے پڑتے ہیں۔ دوسرے **جحفہ**۔ یہ ایک غیر آباد بستی ہے یہاں سے مکہ تین منزل پر رہ جاتا ہے یہ اُن لوگوں کے احرام باندھنے کا مقام ہے جو شام و مصر اور ان کے مضافات سے آتے ہیں تیسرے **یلملم** یہ ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جہاں سے عدن اور یمن کے باشندے احرام باندھتے ہیں اور یہی مقام ہندوستان اور مضافاتِ ہندوستان سے جانے والوں کے لیئے مقرر ہے۔ یہاں سے مکہ دو منزل کے فاصلے پر رہ جاتا ہے چوتھے **قرنِ منازل** یہ طائف کے قریب ایک مختصر سا گاؤں ہے جہاں سے اہلِ نجد احرام باندھتے ہیں یہاں سے مکہ دو منزل رہ جاتا ہے۔ ان کے علاوہ ایک اور مقام ہے جو **ذاتِ عرق** کے نام سے مشہور ہے یہ اُن لوگوں کے احرام باندھنے کے لیئے مقرر ہے جو عراق اور اطرافِ عراق سے آتے ہیں۔ اہلِ مکہ کے احرام باندھنے کے لیئے **حل** متعین ہے جو حدِ حرم سے باہر ہے۔ حرم کی حدیں ہر طرف مختلف ہیں۔ شمال و غرب میں ساڑھے تین کوس کے فاصلے پر تنعیم ہے اور جدہ کی راہ میں **حدیبیہ** جو مکے سے سات کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور جنوب کی طرف **جعرانہ** جو مکے سے ساڑھے دس کوس ہے مشرق کی جانب عرفات کے متصل مسجد **نمرہ**۔ یہ بھی مکے سے ساڑھے دس کوس کے فاصلے پر ہے۔ مکی حج اور عمرے دونوں کا اور آفاقی صرف عمرے کا احرام ان ہی مقامات سے باندھتے ہیں +

عمارات حرم کی تفصیل

سارے حرم میں ایک سو باون ۱۵۲ قبے ہیں جن کی صورت گولائی میں اُلٹی کڑاہی کی سی ہے۔ خاص مسجد الحرام میں چھپن مصلے ہیں۔ اور ایک ہزار تین سو اسی ۱۳۸۰ کنگرے۔ حرم محترم کے بڑے دروازے سترہ ہیں اور انتالیس کھڑکیاں شرقی جانب میں بڑے چار دروازے ہیں ایک **باب السلام** جسے باب بنی شیبہ بھی کہتے ہیں۔ اس میں تین کھڑکیاں یعنی چھوٹے چھوٹے دروازے قائم ہیں۔ دوسرا **باب النبی** جو باب الجنائز اور باب العباس بھی کہلاتا ہے۔ اس میں دو کھڑکیاں ہیں۔ تیسرا **باب علی** اس میں بھی دو کھڑکیاں ہیں چوتھا **باب بنی ہاشم**۔ جنوبی سمت میں بڑے دروازے سات ہیں **باب بازان** ایک۔ اس میں دو کھڑکیاں ہیں **باب البغلہ** دو اس میں بھی دو کھڑکیاں ہیں **باب الصفا** تین۔ اس میں پانچ کھڑکیاں ہیں اسے باب بنی غنام بھی کہتے ہیں۔ **باب الاجیاد صغیر** چار اس میں دو کھڑکیاں ہیں **باب الرحمۃ** پانچ۔ جسے باب المجاہد بھی کہتے ہیں۔ اس

ہیں دو کھڑکیاں ہیں باب المدرسہ چھٹا جسے باب عجلان بھی کہتے ہیں۔ عجلان ایک شریف کا نام تھا اسی کے نام سے یہ دروازہ مشہور ہوا۔ اس میں بھی دو چھوٹے دروازے ہیں اور نہایت خوبصورت ہیں۔ باب ام ہانی ساتواں اس میں بھی دو کھڑکیاں ہیں ❖

حرم کی جانب غرب میں تین بڑے دروازے ہیں اول باب الحزورہ جو باب الوداع بھی کہلایا جاتا ہے اس میں دو کھڑکیاں ہیں۔ دوم باب ابراہیم سوم باب العمرہ۔ اسے باب بنی سہم بھی کہتے ہیں۔

حرم کی شمالی جانب میں پانچ بڑے دروازے ہیں۔ پہلا باب السدہ جسے باب العتیق اور باب عمرو بن العاص بھی کہتے ہیں۔ اس میں ایک کھڑکی ہے دوسرا باب العجلہ جو باب الباسطیہ کے ساتھ شہرت رکھتا ہے کیونکہ عبد الباسط کے مدرسے سے ملا ہوا ہے۔ تیسرا باب القطبیہ۔ اس میں ایک کھڑکی ہے۔ چوتھا دروازہ شام کی طرف واقع ہے۔ اس میں تین کھڑکیاں ہیں۔ پانچواں باب المدینہ جسے باب المدرسہ بھی کہتے ہیں۔ یہ منارۃ السلام کے متصل ہے اور ایک کھڑکی نہایت خوبصورت جڑی ہوئی ہے ❖

حرم کے مناروں کی تعداد

پہلے زمانے میں جو حرم میں بہت سے منارے تھے لیکن اب صرف سات موجود ہیں۔ باب العمرے کا منارہ ایک اس کا ارتفاع تریسٹھ گز کا ہے۔ اس کا پہلا بانی ابو جعفر عباسی اور دوسرا جواد اصفہانی والی موصل ہے۔ باب السلام کا منارہ دو۔ اس کا ارتفاع پینسٹھ گز کا ہے۔ یہاں رمضان کی راتوں میں سحری کا وقت بتانے کے لیے تذکیر ہوا کرتی ہے اس کا اصل بانی مہدی منصور عباسی ہے لیکن زیادہ بوسیدہ ہونے پر سلطان سلیم خان نے ۹۳۱ھ ہجری میں گرا کر از سر نو بنایا۔ باب علی کا منارہ تین۔ اس کا طول چوّن گز کا ہے۔ اسے بھی سلطان سلیم خاں نے بنایا تھا لیکن جب منہدم ہوگیا تو سلیمان خاں نے دوبارہ تعمیر کرایا اور روم کے مناروں کی طرح اس میں بھی اسفل و اعلے درجے مرتب کیے۔ باب الحزورہ کا منارہ چار۔ جو باب الوداع کے ساتھ شہرت رکھتا ہے۔ اس کی بلندی پچاسی گز کی ہے اور اوپر تلے دو درجے ہیں اسے اول مہدی بالعدل نے تعمیر کیا۔ اور جب بوسیدہ ہو کر گر پڑا تو موصل کے ایک حکمران شہیان نے ۵۵۱ھ ہجری میں دوبارہ تعمیر کرایا۔ باب الزیادہ کا منارہ پانچ۔ اس کا ارتفاع تریسٹھ گز کا ہے اور قدیم سے دو درجے ہیں شاید معتضد باللہ عباسی نے تعمیر کرایا تھا۔ سلطان قایتبای کا منارہ چھٹا۔ جو مسعیٰ کی جانب واقع ہے۔ اس میں تین درجے ہیں اور اسّی گز کا اونچا ہے۔ سلطان سلیمان خاں کا منارہ سات۔ یہ باب السلام اور باب الزیادہ کے بیچ میں واقع ہے۔ اس کی بلندی پینسٹھ گز ہے اور چاروں سنگ شمسی کی طلائی جالیاں لگی ہوئی ہے ❖

مسجد حرام کے کنگرے

سب کنگرے مسجد حرام میں ایک ہزار تین سو باون [۱۳۵۲] ہیں۔ بایں تفصیل حرم کی شرقی جانب میں ایک سو پینتیس [۱۳۵] جن میں
ایک بڑا سنگ مرمر کا اور باقی سنگ شمیسی کے۔ شمالی جانب میں تین سو اکتالیس [۳۴۱]۔ سات سنگ مرمر کے تین بڑے
چار چھوٹے اور باقی سنگ شمیسی کے۔ غربی جانب میں دو سو چار۔ ان میں پچھتر سنگ مرمر کے جن میں ایک بڑا ہے۔ اور
باقی سنگ شمیسی کے جنوبی سمت میں تین سو پینتیس [۳۳۵]۔ ستر سنگ مرمر کے جن میں تین بڑے ہیں اور دو سو پینسٹھ سنگ
شمیسی کے۔ باب الندوہ کی زیادتی میں ایک سو اکیانوے [۱۹۱] یہ سب سنگ شمیسی کے ہیں۔ باب ابراہیم کی زیادتی میں ایک
سو چھیالیس [۱۴۶] جو بالکل سنگ شمیسی کے ہیں ٭

مسجد الحرام کی پیمائش

مسجد الحرام کا طول غربی دیوار سے شرقی دیوار تک ہاتھ کے گز سے چار سو سات گز ہے۔ اور عرض شامی دیوار سے یمانی دیوار
تک تین سو چار گز۔ اس صورت میں اگر صرف خانہ کعبہ کی پیمائش اس کے طول و عرض کے بیٹھنے سے کی جائے تو سات [illegible] گز بچتی
ہے **کعبے کا ارتفاع** اب شرعی گز یعنے چوبیس انگشتی گز سے سوا اٹھارہ گز ہے اور طول شرقاً و غرباً حجر اسود سے رکن عراقی
تک پچیس گز چھ انگشت اور رکن یمانی سے رکن شامی تک چوبیس گز ایک بالشت ہے **خانہ کعبہ کا عرض**
جنوباً و شمالاً رکن یمانی سے حجر اسود تک اکیس گز ایک بالشت ہے اور رکن شامی سے رکن عراقی تک بائیس گز۔ دیوار
خانہ کعبے کا عرض یعنی آثار دو گز ہے۔ بیت اللہ شریف کی تلے اوپر دو چھتیں ہیں۔ دونوں متصل ملی ہوئی نہیں بلکہ
بیچ میں وسیع خول ہے۔ دونوں کا طول ایک طرف سے کچھ اوپر اکیس گز اور دوسری طرف سے سترہ گز ہے کعبہ شریف کا
دروازہ شرقی دیوار میں ہے جس کا طول چھ گز دس انگشت اور عرض چار گز ہے۔ کواڑوں کے تختے سال کے ہیں جن
پر چاندی کے پترے مڑھے ہوئے اور نقرئی کیلیں جڑی ہوئی ہیں زمین سے دہلیز کی بلندی کچھ اوپر چار گز ہے کعبے
کی چھتوں کا پرنالہ جسے **میزاب رحمۃ** کہتے ہیں شمالی دیوار میں نصب ہے یہ دیوار رکن عراقی اور رکن شامی کے بیچ
میں ہے۔ اسی میزاب کے نیچے حضرۃ اسمٰعیل علیہ السلام مدفون ہیں۔ دیوار شرقی اور جنوبی کے ملنے سے جو ایک زاویہ کی سی صورۃ
پیدا ہوگئی ہے یہاں حجر اسود منصوب ہے حجر اسود زمین سے کچھ اوپر ڈھائی گز اونچا ہے اس کا عرض و طول ایک بالشت
چار انگشت ہے **مستجار** یہ ایک مقام ہے رکن یمانی اور خانہ کعبہ کے غربی دروازے کے بیچ میں۔ یہاں لوگ کھڑے ہو کر
دیوار کعبہ پر ہاتھ رکھ کر دعا کرتے ہیں **حطیم** جسے حجر بھی کہتے ہیں خانہ کعبہ کے شمالی سمت میں میزاب رحمۃ کے نیچے آدھے
دائرے کی صورۃ میں واقع ہے اس کی حد رکن عراقی سے رکن شامی تک ہے یہاں سنگ مرمر اور سنگ سیاہ و سرخ
و زرد اور سبز بچھا ہوا ہے۔ میزاب رحمۃ سے دیوار حطیم تک پونے گیارہ گز کا فاصلہ ہے۔ اس میں آنے کے دو راستے
ہیں۔ ایک رکن شامی کے پاس سے دوسرا رکن عراقی کے قریب ہے ان دونوں راستوں میں بیس گز کا فاصلہ ہے
حطیم کی اندر کی جانب کا محیط اٹھائیس گز کا اور باہر کی جانب سے سوا چالیس گز کا ہے۔ خانہ کعبہ کی دیوار شرقی
سے ملا ہوا آستانہ کعبہ کے پاس ایک چھوٹا سا حوض ہے جسے **حفرہ** کہتے ہیں قدیم الایام میں یہ مقام جبرئیل

کہتے تھے اور بعضوں کا بیان ہو کہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ کے وقت اِس میں گارا بناتے تھے۔ اِس کا طول سات بالشت سات انگشت اور عرض پانچ بالشت تین انگشت ہو۔ **حدود مطاف**۔ مطاف سے وہ جگہ مراد ہو جو طواف کے لیئے مقرر ہو دائرے کی صورۃ میں۔ یہ دائرہ سلطان سلیم خان والی روم نے ۹۶۱ھ میں بنوایا تھا۔ اور سنگ صوان کے پتھروں کو ترشوا کر بچھوایا تھا جو اب تک موجود ہے۔ دیوارِ حطیم سے یہاں تک پچیس گز ایک بالشت دو انگشت کا فاصلہ ہو اور غربی جانب میں غلافِ کعبہ سے لے کر چھتیس گز کا جنوبی سمت میں غلاف سے یہاں تک اکیس گز آٹھ انگشت اور کعبہ کے دروازے سے حدِ مطاف تک ترپن گز اور قدیم باب السلام تک چوالیس گز کا فاصلہ ہو۔ مطاف کا **طول** حدِ شمالی سے جنوب تک اٹھانوے گز دو بالشت سات انگشت ہو اور **عرض** مشرق کی جانب کعبہ کے دروازے سے مقام ابراہیم تک چھیاسٹھ قدم اور شمال کی طرف کنارہ مطاف سے دیوارِ حطیم تک اڑتیس قدم چھ انگشت سمتِ مغرب میں کنارہ مطاف سے غلافِ کعبہ تک دو انگشت کم اکیاون قدم جنوب کی جانب مطاف کے کنارے سے غلافِ کعبہ تک جہاں حجرِ اسود قائم ہو سینتالیس قدم۔ دائرہ مطاف کے ستون جن میں شب کو قندیلیں لٹکتی ہیں تینتیس ہیں ان میں سے دو تو سنگ مرمر کے ہیں جو دونوں کونوں پر گڑے ہوئے ہیں اور اکتیس ہفت جوش یعنی سات دھاتوں کے۔ ان میں سے ہر دو ستونوں کے بیچ میں شیشے سات سات قندیلیں لٹکتی رہتی ہیں جو شب کو روشن ہوتی ہیں۔ مطاف کے گرد کل قندیلیں دو سو چوبیس ہیں اور سارے حرم میں پوری ایک ہزار۔ مسجد الحرام میں چار مصلے ہیں ایک حنفی مصلے یہ ایک عظیم الشان منزلہ عمارۃ ہو شمالی سمت میں مطاف کے ستونوں سے باہر دوسرا شافعی مصلے جو چاہِ زمزم کے پاس دیوارِ کعبہ سے چالیس گز کے فاصلے پر واقع ہو۔ تیسرا حنبلی مصلے۔ یہ ایک مختصری عمارۃ ہو ایک دری حجر اسود کے مقابل مطاف کے ستونوں سے باہر مشرقی سمت میں یہاں سے حجر اسود کے نیچے کی دیوار تک سینتالیس گز کا فاصلہ ہو۔ چوتھا مالکی مصلے جس پر ایک دَرہ مکان جانب غرب میں مطاف کے ستونوں سے ملا ہوا موجود ہے۔ یہاں سے غلافِ کعبہ تک پینسٹھ گز کا فاصلہ ہو۔ **مقامِ ابراہیم** یہ ایک بڑا پتھر ہو جس پر کھڑے ہو کر حضرۃ ابراہیم ع نے خانۂ کعبہ بنایا تھا۔ یہ تین گز کی ایک تہائی اور آٹھواں حصہ اونچا ہو اس کے اوپر کی سطح مربع ہو یعنی چاروں طرف سے پاؤ گز۔ اس پر حضرۃ ابراہیمؑ کے دونوں قدموں کے نشان پڑے ہوئے ہیں قدموں کی جگہ کے اردگرد چاندی کے پترے لگے ہوئے ہیں یہاں طواف کا دوگانہ پڑھا جاتا ہے۔ مقام ابراہیم سے غلافِ کعبہ تک دو گرہ کم اکیس گز کا فاصلہ ہو۔ رکن عراقی کے مقابل سفید سنگ مرمر کا ایک عظیم الشان **منبر** ہے جس پر کھڑے ہو کر امام خطبہ جمعہ پڑھتا ہو۔ اس کے تیرہ زینے ہیں۔ اس کے اوپر مخروطی شکل کا ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہو جس پر سونے کا کلس ہے **چاہِ زمزم**۔ دیوارِ کعبہ سے سینتیس گز کے فاصلے پر ہو اور مقام ابراہیم اور چاہِ زمزم کے بیچ میں الیس گز کی مسافت ہو۔ اس کنوئیں کی گہرائی ساٹھ گز ہے اور مونہ کی چوڑان چار گز۔ اس کے عقب میں ایک گنبد ہے جسے **قبۃ الفراشین** کہتے ہیں اور یہ اس لیے کہ فراش لوگ یہاں شمعدان اور بتیاں بچھونے جانمازیں غرض کہ مسجد الحرام کی آرایش و زینت کی تمام چیزیں حفاظت سے رکھتے ہیں۔

یہاں تک حقوق اللہ پورے ہو گئے۔ ہم نے ذیل کے چند مضامین بطور ضمیمہ زیادہ کر دیئے ہیں اگرچہ یہ مضامین حقوق اللہ میں داخل نہیں ہیں مگر ان سے قوی تعلق رکھتے ہیں۔ حقوقِ قرآن۔ خدا کی قدرۃ کی نشانیوں میں غور کرنا۔ آیاتِ الٰہی سے استہزا نہ کرنا۔ حقوقِ خانہ کعبہ و حرم

ضمیمہ

متعلقہ

حصۂ اول حقوق اللہ

حقوق قرآن

استماع و انصات

سلہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (اعراف ع ۲۴ پارہ ۹)

اور (لوگو!) جب قرآن پڑھا جایا کرے (یعنی پیغمبر تم کو قرآن سُناتے ہوں) تو (غل نہ مچاؤ بلکہ) اُس کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو عجب نہیں (اس کی برکت سے) تم پر رحم کیا جائے ‡

سلہ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اور یہ قرآن اس قسم کی کتاب نہیں کہ خدا کے سوا کوئی اس کو اپنی طرف سے بنا لائے بلکہ جو (کتابیں اس کے زمانۂ نزول) سے پہلے (موجود) ہیں یہ قرآن پروردگار عالم کی طرف سے اُن کی تصدیق ہے (اُن ہی کتابوں کے احکام) کی تفصیل ہے اور اس کے کتاب آسمانی ہونے میں کچھ بھی شک نہیں کیا (یہ لوگ قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ اس کو خود پیغمبر نے بنا لیا ہے تو (اے پیغمبر تم اُن سے) کہو کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو اور جیسا تم کہتے ہو (کہ) ہم اس کے بنا لینے پر قادر ہیں) تو (تم بھی اہل زبان ہو) ایسی ایک سورۃ تم بھی بنا لاؤ اور خدا کے سوا جس کو تم سے (بلاتے) بن پڑے اپنی مدد کے لیے بلا لو (سو یہ لوگ اس پہلو سے گریز کر کے) لگے اُس چیز کو جھٹلانے جس کے سمجھنے پر اُن کو دسترس نہ ہوا اور ابھی تک اس کی تصدیق کا موقع ہی اُن کو پیش نہیں آیا ف اسی طرح اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو اُن سے پہلے ہو گزرے ہیں تو (اے پیغمبر) دیکھو (اُن) ظالموں

سلہ اس آیۃ کی اور ۱۳ ... کہ آیۃ کی شان نزول خاص ہے مگر اصل مطلب ... کو استماع قرآن کی طرف متوجہ کرنا ہے اور یہ ضرور تمہید دستور ہے غرض مورد خاص

ہے اور حکم عام۔ اس لیے ہم نے اِن آیتوں کو استماع و انصات کے عنوان کے ذیل میں رکھا ۱۲ ف مطلب یہ ہے کہ جو باتیں اِن کی سمجھ سے باہر تھیں۔ مثلاً حالاتِ بعد مرگ یا مثلاً حالاتِ ابتدائے (بقیہ بر صفحہ آیندہ)

آیات	ترجمہ
الظّٰلِمِیْنَ ○ (یونس ع ۴ پارہ ۱۱)	کا کیسا (برا) انجام ہوا ✦
وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ○ فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا وَّلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○	اور جو لوگ منکر ہیں وہ (ایک دوسرے سے) کہا کرتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور (سنانے لگیں تو) اس (کے بیچ بیچ) میں غل مچا دیا کرو شاید (اس تدبیر سے) تم (مسلمانوں سے) بازی لے جاؤ تو جو لوگ (دین اسلام سے) منکر ہیں ہم اُن کو ضرور عذاب سخت (کا مزہ) چکھا کر رہیں گے اور ضرور اُنکے (ان) بدترین اعمال کا بدلہ دیں گے ✦
وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ○ قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِكَ	اور (اے پیغمبر ان لوگوں سے اُس واقعے کا بھی ذکر کرو) جب ہم چند جنوں کو (گھیر کر) تمہاری طرف لے آئے کہ وہ قرآن سنیں پھر جب وہ اس (موقع) پر آحاضر ہوئے تو (ایک دوسرے سے) لگے کہ چپ (بیٹھے سنتے) رہو پھر جب قرآن کا پڑھنا تمام ہوا تو وہ اپنے لوگوں کی طرف لوٹ گئے کہ اُن کو (عذاب خدا سے) ڈرائیں (اور اُن سے جاکر) لگے کہنے کہ بھائیو ہم ایک کتاب سن آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی (تمام) اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے (دین) حق (ربانی) اور سیدھا رستہ دکھاتی ہے۔ بھائیو (پیغمبر محمدؐ) جو خدا کی طرف سے منادی کرتے ہیں اُن کی بات مانو اور خدا پر ایمان لاؤ تاکہ خدا تمھارے گناہ معاف کرے۔ اور (آخرۃ کے) عذاب دردناک سے تم کو (اپنی) پناہ میں رکھے۔ اور (یہ پیغمبر) جو خدا کی طرف سے منادی کرتے ہیں جو کوئی ان کی بات نہ مانے گا وہ روئے زمین پر کہیں کو بھاگ کر خدا کو تو عاجز کر سکتا نہیں اور نہ خدا کے سوا کوئی اُس کے حمایتی ہیں یہ لوگ

(بقیہ فائدہ صفحہ ۲۰۵) آفرینش عالم جب ان کی کیفیت اُن کی سمجھ میں نہ آئی تو بجائے اس کے کہ اپنے قصور فہم کا اعتراف کریں اُن کو لگے جھٹلانے۔ اور تصدیق کا موقع پیش نہ آنے کا مطلب یہ ہو کہ مثلاً وہی حالات بعد مرگ ہیں کہ مرے پیچھے اُن کی حقیقت کھلے گی یا مثلاً بعض بعض وعیدیں کہ دنیا ہی میں اپنے وقت پر واقع ہوں گے اور ابھی کہ واقع نہیں ہوئے لیکن صرف اتنی ہی بات سے اُن کو جھٹلانے کا تو کوئی حق نہیں ۱۲ ✦

فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (احقاف ع ۴ پارہ ۲۶) صریح گمراہی میں پڑے ہیں ف

ترتیل قرات

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ (المزمل ع ۱ پارہ ۲۹)

(اے پیغمبر تم) جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہوئے[۲] رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو (سو بھی ساری رات نہیں بلکہ) ساری رات سے کم یعنی آدھی رات یا اس سے بھی تھوڑا سا کم کر دیا آدھی سے کچھ بڑھا دیا کرو اور قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کرو ۞

تاثیر

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (سورہ حشر ع ۳ پارہ ۲۸)

(اے پیغمبر) اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا ہوتا اور آدمی کی طرح اس کو شعور بھی ہوتا) تو تم اس کو دیکھتے کہ خدا کے ڈر کے مارے جھک گیا (ہوتا اور) پھٹ پڑا ہوتا اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ سوچیں (سمجھیں) ۞

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ (سورہ انشقاق ع ۱ پارہ ۳۰)

اور جب ان کے (یعنی کافروں کے) روبرو قرآن پڑھا جائے تو (خدا کے آگے) سجدہ نہیں کرتے ۞

من المترجم ہم نہیں سمجھتے کہ جو لوگ قرآن نہیں سمجھتے وہ کیوں کر اس سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ مانا کہ عربی ہماری مادری زبان نہیں ہے اور اقسم الالسنہ ہونے کی وجہ سے اس کی صرف و نحو کچھ تو مشکل ہے اور کچھ لوگوں نے مشکل بنا رکھی ہے اور عرب کے لوگوں سے اختلاط بھی نہیں کہ رات دن کی گفت و شنود سے بے مدد صرف و نحو عربی سیکھ لی جائے۔ یہ مشکلات ایک طرف اور

ف[۱] مولوی شاہ عبد القادر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت نکلے تھے حج کے دنوں میں شہر مکہ سے باہر نماز صبح کی پڑھنے لگے اپنے یاروں کے ساتھ اس وقت کئی جن سن گئے سو وہ مسلمان ہوئے۔ پھر اپنی قوم کو جا کر سمجھایا۔ اس بار حضرت سے نہیں ملے پھر بہت لوگ مسلمان ہو کر ایک رات مکہ سے باہر آئے حضرت کے لیے باہر تشریف لے گئے سب نے قرآن سیکھا اور دین قبول کیا سورہ جن میں ان کی باتیں مفصل ہیں اور جب سے حضرت پر وحی آئی تب سے جنوں کو خبر آسمان کی بند ہوئی ان کو سبب معلوم نہ تھا قرآن جب سنا تب جانا کہ اس کا نزول ہوتا ہے اس سبب سے خبر بند کی ہے ۱۲

ف[۲] نزول وحی پیغمبر صاحب پر سخت گزرا کرتا تھا تفصیلی کیفیت تو معلوم نہیں مگر کڑاکے کے جاڑے میں پسینے پسینے ہو ہو جاتے تھے رنگت فق ہو جاتی تھی اور جسم بھاری ہو جاتا تھا یہاں تک کہ کبھی آپ اونٹنی پر سوار ہوتے تھے تو نزول وحی کے وقت اونٹنی مارے بوجھ کے بیٹھ جاتی تھی اور شروع شروع میں تو پیغمبر صاحب کو بہت ڈر لگتا تھا چنانچہ یہ سورۃ اور اس سے اگلی دونوں ہی ابتدائی ہیں پیغمبر صاحب مارے خوف کے کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے تھے۔ اسی سبب سے ایک جگہ مزمل فرمایا اور دوسری جگہ مدثر اور معنی دونوں کے ایک ہی ہیں ۱۲ ۞

اُن کا معاوضہ فلاحِ دنیا اور آخرۃ ایک طرف۔ مگر یوں کہو کہ فلاحِ دنیا اور آخرۃ کی حق قدرہٗ قدر ہی کون کرتا ہے ورنہ انگریزی جو فی نفسہ سخت اور کرخت زبان ہے اور اس کے ساتھ ہم باشندگانِ ہند کو کسی طرح کی مناسبت نہیں۔ لوگ دنیاوی عارضی اور چند روزہ موہوم فائدوں کی طمع سے پڑھتے اور ایسا پڑھنا پڑھتے ہیں کہ اس میں فضیلۃ کی ڈگریاں بی اے اور ایم اے حاصل کرتے ہیں اور اس کے لئے اکثر اس قدر محنت کرنی پڑتی ہے کہ لوگ ساری عمر کے لئے روگی مضمحل اور ضعیف القویٰ ہو جاتے ہیں۔ اگر اس کا عشرِ عشیر بھی عربی کے لئے کریں تو حق بجانب ہے اور یوں مونہہ سے لمبے چوڑے اسلام کے دعوے کرنا اور عملاً اُن کا ثبوت نہ دینا ہم تو ان تھوتھے چنوں کے چھٹنے کے قائل ہی نہیں ✣

تدبّر و تفکّر

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ○ (النساء ع ۶ پارہ ۵)

کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) میں غور نہیں کرتے (کہ کہیں سر مو فرق نہیں) اور اگر (قرآن) خدا کے سوا کسی اور کے پاس سے (آیا) ہوتا تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے ✣

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ○ (محمد ع ۳ پارہ ۲۶)

کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) کو نہیں سوچتے یا دلوں پر تالے (لگے) ہیں ✣

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ○ (ص ع ۳ پارہ ۲۳)

(اے پیغمبر یہ قرآن بڑی) برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ جو لوگ عقل رکھتے ہیں (اس کے مطالب سے) نصیحت پکڑیں ✣

مِن المترجم۔ اس عنوان کے متعلق قرآن مجید میں بہت سی آیتیں آئی ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ منجملہ حقوقِ قرآن کے بڑا حق اس کے مطالب و مضامین میں تدبر و تفکر کرنا ہے۔ قرآن مجید خدا کا ایک فرمان ہے بندوں کی طرف جس میں اس نے اپنی رضامندی اور نارضامندی کے موجبات سے لوگوں کو اطلاع دی ہے۔ اور خدا کی رضامندی و نارضامندی کے موجبات پر آدمی کو اسی وقت اطلاع ہوسکتی ہے کہ اس فرمان کے مضمون کو غور سے پڑھے اور لفظوں کے معنے سمجھے۔ اگر دنیا کا کوئی حاکم اپنے محکوم کو پروانہ لکھے اور محکوم بجز الفاظ کے رٹنے اور ترتر لینے کے اس کے اصلی منشاء اور حکم کو نہ سمجھے اور اس پر عمل درآمد نہ کرے تو اس سے حاکم ضرور ناراض ہوگا بلکہ عجب نہیں کہ حکم عدولی کے جرم میں مواخذہ کرے۔ قرآن مجید کے الفاظ کو طوطے کی طرح پڑھنا اور مطالب و احکام میں غور نہ کرنا بعینہٖ ایسا ہے کہ کسی غلام کے پاس اس کے آقا کا خط آیا اس میں لکھا تھا کہ تو فلاں فلاں کام کیجیو اور فلاں فلاں سے باز رہیو۔ غلام بجائے اس کے آقا کے احکام کی تعمیل میں سرگرمی دکھاتا خط کو نہایت خوش آوازی سے

پڑھنے اور حرفوں کو اُن کے مخارج سے نکالنے بیٹھ گیا۔ اور اُن احکام کو جو اُس میں لکھے ہیں نہ تو سمجھا ہی نہ عمل میں لایا
ایسا غلام بے شک سزا اور عقوبت اور مستحق عذاب ہوگا۔ حضرۃ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگلے لوگ قرآن شریف
کو جانتے تھے کہ یہ کلام خدا ہے اور خدا کے پاس سے آیا ہے وہ شب کو اُس میں غور و فکر کرتے اور دن کو اُس کے حکموں پر
عمل درآمد کرتے تھے۔ اب لوگوں کا یہ حال ہے کہ اُس کا درس دیتے اور حروف کے مخارج اور زیر و زبر کو درست کرتے ہیں اور
اُس کے سمجھنے اور عمل کرنے میں سستی کرتے ہیں +

الغرض قرآن مجید کے نزول سے اصلی مقصود صرف لفظوں کا پڑھنا نہیں بلکہ اُس کو سمجھنا اور عمل کرنا ہے۔
پڑھنا تو یاد رکھنے کے لیے ہے اور یاد رکھنا عمل کرنے کے واسطے۔ جو لوگ صرف الفاظ کے یاد رکھنے اور پڑھنے پر بس کرتے اور
مطالب میں غور و فکر نہیں کرتے۔ ایسے ہی لوگوں کی نسبت مولانائے روم نے فرمایا ہے ؎

من ز قرآن مغز را برداشتم — استخوان پیش سگان انداختم

آداب تلاوۃ

قرآن کا حق ہے کہ تلاوۃ کے وقت چھ باتوں کی رعایۃ کی جائے۔ **ایک** یہ کہ تعظیم سے پڑھے اور تعظیم سے پڑھنے کے یہ معنے
ہیں کہ پہلے وضو کرے۔ پھر قبلہ رُخ بیٹھے اور نہایۃ عجز و انکسار کے ساتھ مصروف تلاوۃ ہو۔ حضرۃ علی کرم اللہ وجہہ کا قول
ہے کہ جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھتا ہے اُسے حرف حرف پر سو سو نیکیاں ملتی ہیں۔ اور بیٹھ کر نماز میں پڑھتا ہے تو ہر ایک حرف
پر پچاس پچاس نیکیوں کا ثواب پاتا ہے۔ اور نماز سے خارج باوضو تلاوۃ کرتا ہے تو ایک ایک حرف کے عوض پچیس پچیس نیکیاں اعمال نامہ
میں لکھی جاتی ہیں۔ بے وضو پڑھتا ہے تو دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ **دوسرے** یہ کہ ٹھیر ٹھیر کر پڑھے اور مطالب میں
خوب غور و تامل کرتا جائے۔ جلد ختم کرنے کا فکر نہ کرے۔ توراۃ میں آیا ہے کہ خداوند فرماتا ہے اے بندے تجھے شرم نہیں آتی کہ
جب تیرے بھائی کا خط رستے میں پہنچتا ہے تو تو ٹھیر جاتا اور رستے سے الگ ہو کر پڑھنے بیٹھتا اور حرف حرف نہایۃ غور و فکر کے
ساتھ پڑھتا ہے۔ یہ کتاب توراۃ میرا ایک فرمان ہے جو میں نے تجھے لکھا اور حکم کیا کہ اس میں تا بامکان غور و تامل کر اور اس کے قوانین کا
پابند ہو مگر تو اُس سے انکار کرتا اور اس پر عمل کرنے سے جی چراتا۔ اور پڑھتا بھی ہے تو غور و تامل نہیں کرتا +

اُم المومنین حضرۃ عائشہ صدیقہ رض نے کسی کو قرآن مجید جلدی جلدی پڑھتے دیکھا تو فرمایا یہ شخص نہ قرآن پڑھتا ہے
نہ خاموش ہے۔ حضرۃ ابن عباس رض کہتے ہیں کہ اگر میں سورۃ زلزال اور قارعہ ٹھیر ٹھیر کر پڑھوں اور ان کے مطالب میں غور و تامل سے
کام لوں تو سورۃ بقرہ اور آل عمران کے جلدی پڑھنے سے مجھے بہت زیادہ پسند ہے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگ رات یا دن بھر
میں ایک ختم کر لیتے ہیں وہ قرآن کا کچھ بھی حق ادا نہیں کرتے۔ بلکہ قرآن کی بے حرمتی کا الزام اپنے اوپر لیتے ہیں۔ جلدی
پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی تین دن سے کم میں قرآن ختم کرتا ہے وہ فہم قرآن سے بے نصیب ہے۔ **تیسرے**
یہ کہ قرآن پڑھتے وقت روئے کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پڑھتے وقت رؤو اور جو خود بخود رونا

۱؎ یہ عبارۃ احیاء العلوم سے اخذ کی گئی ہے ۱۲

نہ آئے تو بتکلف کر کے رو و۔ یہ بھی فرمایا کہ قرآن رنج کے واسطے اُترا ہے جب اس کی تلاوۃ میں مصروف ہو تو اپنے تئیں غمگین بناؤ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو شخص قرآن کے احکام اور اُس کے وعدہ وعید میں غور و تامل کرے گا اور اپنی عاجزی اور مسکنت اور اپنی تقصیر اور کوتاہی زیر نظر رکھے گا وہ خواہ نخواہ اندوہگین ہوگا بشرطیکہ اس پر غفلت نہ سوار ہو۔ چھٹے یہ کہ ہر آیۃ کا حق ادا کرے اور ہر ہر آیۃ کے حق ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آیۃ وعید پر پہنچے تو خدا سے پناہ مانگے۔ آیۃ رحمۃ پر گزر ہو تو طالب رحمۃ ہو تنزیہ کی آیۃ پڑھے تو خدا کی تسبیح و تقدیس کرے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ تلاوۃ قرآن کے وقت آیۃ عذاب پر پہنچتے تو خدا سے پناہ مانگتے۔ رحمۃ کی آیۃ پڑھتے تو طالب رحمۃ ہوتے تنزیۃ کی آیۃ پر پہنچ کر تسبیح کرتے اور قرآن شریف شروع کرتے وقت [1] اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ پڑھتے اور تلاوۃ سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے [2] اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ وَاجْعَلْہُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً اَللّٰھُمَّ ذَکِّرْنِیْ مِنْہُ مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْہُ مَا جَھِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَہٗ اٰنَآءَ اللَّیْلِ وَاَطْرَافَ النَّھَارِ وَاجْعَلْہُ حُجَّۃً لِّیْ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ قاری جب سجدے کی آیۃ پر پہنچے تو اللّٰہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جائے۔ طہارۃ اور استقبال قبلہ کے بارے میں جو حکم سجدہ شکر اور سجدہ تلاوۃ میں بیان کر آئے ہیں وہی یہاں بھی سمجھو۔ پانچویں اگر ریا کا خوف یا اندیشہ ہو یا کسی کی نماز میں خلل پڑتا ہو تو آہستہ پڑھے حدیث شریف میں آیا ہے کہ چپکے چپکے قرآن مجید پڑھنا پکار کر پڑھنے پر ویسی ہی فضیلت رکھتا ہے جیسے چپکے سے صدقہ دینا کھلم کھلا خیرات کرنے پر۔ ہاں اگر یہ خوف دور ہو اور کسی کی نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو پکار کر پڑھنا بہتر ہے تاکہ اور لوگ بھی مزہ لیں قرآن سُن کر مستفید ہوں اور اس کی ہمت جمع ہو شوق بڑھے آنکھ بھی غافل نہ ہو نیند بھاگے سونے والے جاگیں۔

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ دیکھا تو وہ نماز میں قرآن شریف چپکے چپکے پڑھ رہے تھے۔ فرمایا کہ تم آہستہ آواز سے کیوں پڑھتے ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جس سے میں کہتا ہوں وہ سنتا ہے۔ اس کے بعد پیغمبر صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو چلا چلا کر قرآن پڑھتے دیکھا۔ فرمایا تم چلا چلا کر کیوں پڑھتے ہو۔ عرض کیا میں سوتوں کو جگاتا اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔ پیغمبر صاحب نے دونوں صاحبوں کی تصویب کی اور فرمایا تم دونوں آدمی اچھا کرتے ہو۔ معلوم ہوا کہ تمام اعمال نیۃ کے تابع ہیں چونکہ دونوں حضرات کی نیۃ بخیر تھی دونوں طرح پر مستحق تصویب ہوئے۔ قرآن دیکھ کر پڑھنا بہتر ہے تاکہ آنکھیں بھی ثواب سے محروم نہ رہیں کہا گیا ہے کہ قرآن مجید ایک دفعہ دیکھ کر پڑھنا سات دفعہ حفظ پڑھنے کے برابر ہے۔ یاد پڑھنے سے متشابہ لگنے کا خوف ہے اور متشابہ لگنے سے مطلب کچھ سے کچھ ہو جانے کا۔ چھٹے خوش آوازی سے پڑھنے کی کوشش کرے۔ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن کو اچھی آواز سے آراستہ کرو۔ ایک دفعہ پیغمبر صاحب نے ابوحذیفہ کے غلام کو نہایت خوش آوازی سے قرآن پڑھتے سُنا تو فرمایا [3] اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مِثْلَہٗ۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ

---

[1] میں خدا کے نام کے ساتھ شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں ۱۲ [2] خداوندا قرآن کے ذریعے سے مجھ پر رحم کر اور اُسے میرے لیے مقتدا اور نور اور ہدایۃ اور رحمۃ کر الٰہی جو اس میں سے میں بھول گیا اسے مجھے یاد دلا اور جو میں نہیں جانتا مجھے سکھا اور اس کی تلاوۃ رات کی ساعتوں اور دن کی طرفوں میں میرے نصیب کر اور اسے دونوں جہان کے پروردگار میرے لیے حجت کر ۱۲ [3] خدا کا شکر ہے جس نے میری امت میں اس جیسا شخص پیدا کیا ۱۲

آواز جس قدر اچھی ہوگی قرآن کا اثر اتنا ہی زیادہ پڑے گا۔ لیکن کلمات و حروف میں بہت الحان کرنا جیسے قوالوں اور گویوں کی عادۃ ہے مکروہ ہے ۞

یہ تلاوۃ کے آداب ظاہر تھے۔ رہے آداب باطن وہ بھی چھ ہیں **اول** یہ کہ کلام کی عظمۃ ذہن نشین کرے اور اُسے خدا کا کلام یقین کرے۔ **دوسرے** یہ کہ قرآن شروع کرنے سے پہلے حق تعالی کی عظمۃ دل میں حاضر ہو اور سمجھے کہ کس کا کلام پڑھتا ہے۔ کلام کی اور جس کا کلام ہے اُس کی عظمۃ اور کلام کی حقیقہ وہی دل پاتے ہیں جو اخلاقِ بد کی گندگی سے پاک اور ستھرے اور تعظیم و توقیر کے نور سے منور و آراستہ ہوتے ہیں یہی وجہ تھی کہ عکرمہ رضی اللہ عنہ جب مصحف کھولتے تو اُن پر غشی طاری ہو جاتی اور فرماتے کہ ھُوَ کَلَامُ رَبِّیْ۔ کوئی شخص قرآن کی عظمۃ نہیں جان سکتا تاوقتیکہ خدا تعالے کی عظمۃ معلوم نہ کرے اور خدا تعالی کی عظمۃ جب ہی دل میں سماتی ہے کہ آدمی اُس کے صفات و افعال میں انتہا درجے کے غور و فکر سے کام لے **تیسرا ادب** یہ ہے کہ تلاوۃ کرتے وقت دل حاضر رہے۔ غافل نہ ہو وسا وسِ نفس اُسے اِدھر اُدھر نہ لئے پھریں اور جو کچھ غفلۃ کی حالۃ میں پڑھا اُسے نہ پڑھنے کے برابر سمجھے۔ کیونکہ قرآن مجید اصل میں ایماندار وں کا تماشہ گاہ ہے۔ اس میں بہت سے عجائبات اور حکمتیں موجود ہیں۔ اگر کسی نے اس میں تامل و غور نہ کیا اُس کی مثال بعینہ اُس شخص کی سی ہے جو سیر کے لئے باغ میں تو پہنچا مگر اُس کے عجائب غرائب سے غافل رہ کر باہر چلا آیا۔ ایسے شخص کو اہل الرائے محروم و بے وقوف بتائیں گے تو جس نے قرآن مجید کی تلاوۃ کی اور اُس کے معنی نہ سمجھا اُسے بڑا کم نصیب اور محروم الخیر سمجھنا چاہئے **چوتھا ادب** یہ ہے کہ ہر لفظ کے معنی کا خیال رکھے تاکہ مضامین قرآن اچھی طرح سمجھ میں آجائیں۔ اگر ایک مرتبہ کے پڑھنے سے نہ سمجھے تو دوسری اور تیسری دفعہ پڑھے۔ اور کسی مضمون سے لذت حاصل ہو تو اُسے مکرر سہ کرر پڑھے حضرۃ ابوذر نے فرمایا کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک شب نماز میں اس آیۃ کو بار بار پڑھتے تھے اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ حضرت سعید بن جبیر نے آیۃ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ میں ساری رات بسر کر دی۔ جو شخص ایک آیۃ پڑھے اور اُس کی اگلی آیۃ کے معنی میں غور کرے۔ اُس نے پہلی آیۃ کا کچھ حق ادا نہیں کیا حضرۃ عامر بن عبد اللہ ہمیشہ وسواس کی شکایۃ کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ کو دنیوی وساوس ستاتے ہیں جواب دیا کہ اگر میرے سینے میں زہر کی بجھی ہوئی چھریاں ماریں تو نماز میں دنیوی خیالات لانے سے یہ مجھے بہت آسان ہے مجھے اکثر یہ خیال پایا کرتا ہے کہ قیامۃ کے روز خدا کے آگے کیونکر کھڑا ہوں گا۔ اور کس طرح وہاں سے لوٹوں گا۔ دیکھو بزرگان دین اس طرح کے خیالات کو بھی وسواس جانتے تھے پس آدمی کو مناسب ہے کہ جو آیۃ نماز میں پڑھے اُس کے معنی اور مطلب کے سوا اور کچھ خیال نہ کرے جیسا دریا پتہ کا خیال آیا اگرچہ وہ بات دینی ہی کیوں نہ ہو تو بھی وسواس ہے۔ آدمی کو حتے الامکان کوشش کرنی چاہئے کہ ہر آیۃ میں اسی کے معنی کی تصویر ذہن نشین رکھے اور دوسرے خیال کو پاس نہ آنے دے۔ مثلاً خدا کے صفات کی آیتیں پڑھے تو صرف اسرار صفات میں غور و تامل کرے اور سمجھے کہ عزیز اور قدوس اور جبار اور حکیم کے کیا معنی ہیں اور افعال کی آیتیں پڑھے جیسے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تو عجائبات

له اگر تو اُن کو عذاب دے تو تجھ کو اختیار ہے کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو اُن کو معاف کرے تو کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کیونکہ تو ہی زبردست غالب [illegible]

خلق سے خالق کی عظمۃ سمجھے اور اُس کے کمالِ علم و قدرۃ میں تدبر کرے۔ اگر مبدأ انسانی کے متعلق کوئی آیۃ پڑھے مثلاً ﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ﴾[1] ۔ تو نطفے کے عجائبات کا تصور کرے کہ ایک طرح کے پانی کے ایک قطرے سے کیسی کیسی مختلف چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ گوشت پوست۔ ہڈی۔ رگ پٹھے بسر۔ ہاتھ پاؤں۔ آنکھہ ناک کان۔ زبان وغیرہ۔ **پانچواں ادب** یہ ہے کہ قاری کا دل آیات کے اختلافِ معنی کے وقت صفاتِ مختلفہ کی طرف پھرتا رہے۔ مثلاً خوف کی آیۃ پر پہونچے تو دل پر خوف اور ہراس اور رقۃ غالب ہو۔ رحمۃ کی آیۃ پر گزرے تو دل میں فرحت اور انبساط پیدا ہو۔ خدا کی صفتوں کا بیان ہو تو ہمہ تن تواضع اور مجسّم انکسار ہو جائے۔ کفار کے طعن آمیز اقوال سُنے تو آواز نیچی کرے اور شرم و خجالۃ کے لہجے میں پڑھے **چھٹا ادب** یہ ہے کہ قرآن اس طرح سُنے کہ گویا حق تعالٰی سے سنتا ہے اور فرض کرے کہ فی الحال اُسی سے سُنتا ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ مجھے قرآن میں کچھ حلاوۃ اور لذۃ نہیں آتی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے فرض کر لیا کہ میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنتا ہوں اس سے مجھے کچھ حلاوۃ میسر ہوئی۔ پھر میں آگے بڑھا اور فرض کیا کہ حضرۃ جبرئیلؑ سے سنتا ہوں اس سے اور زیادہ حلاوۃ پائی۔ اب اور آگے بڑھا اور عظیم الشان رتبے کو پہونچا چنانچہ اب میں اس طرح پڑھتا ہوں کہ گویا بے واسطے خدا سے سنتا ہوں اس وقت مجھے وہ لذۃ حاصل ہوتی ہے جو اس سے پیشتر کبھی میسر نہیں ہوئی تھی ✣

---

[1] ہم نے آدمی کو مرکّب نطفے سے پیدا کیا [ف] ۱۲

ف نطفے کو مرکّب اس واسطے فرمایا کہ مرد و عورۃ دونوں کے نطفوں کے ملنے سے انسان پیدا ہوتا ہے یا اس اعتبار سے کہ نطفہ تمام اعضاے جسم کا نچوڑ ہوتا ہے تو گو نطفہ ایک چیز ہے مگر وہ حقیقۃً مرکب ہے ہر ہر عضو کے نچوڑ سے ۱۲ ✣

خدا کی قدرۃ کی نشانیوں میں غور کرنا

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ○ (بقرہ ۲۰ پارہ ۲)	بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ادل بدل میں اور جہازوں میں جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں (یعنی مال تجارۃ) سمندر میں لے کر چلتے ہیں اور مینھ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا پھر اُس کے ذریعے سے زمین کو اُس کے مرے (یعنی افتادہ ہوے) پیچھے پھر زندہ (یعنی شاداب) کرتا ہو اور ہر قسم کے جانوروں میں جو خدا نے روئے زمین پر پھیلا رکھے ہیں اور ہواؤں کے (ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر) پھیرنے میں اور بادلوں میں (جو خدا کے حکم سے) آسمان زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں (غرض ان سب چیزوں میں) اُن لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں (قدرۃ خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں ✦
اَوَلَمۡ یَنۡظُرُوۡا فِیۡ مَلَكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَیۡءٍ وَّاَنۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّكُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُهُمۡ فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَهٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ○ (الاعراف ع ۲۳ پارہ ۹)	کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظام اور خدا کی پیدا کی ہوئی کسی چیز پر بھی نظر نہیں کی اور نہ اس بات پر کہ عجب نہیں ان کی موت قریب آ لگی ہو تو اب اتنا سمجھائے پیچھے اور کون سی بات ہی جس کو سُن کر ایمان لے آئیں گے ✦
وَكَاَیِّنۡ مِّنۡ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ یَمُرُّوۡنَ عَلَیۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ ○ (سورۂ یوسف ع ۱۲ پارہ ۱۳)	اور آسمانوں اور زمین میں (خدا کی قدرۃ کی) ایسی کتنی نشانیاں ہیں جن پر سے لوگ ہو کر گزر جاتے ہیں اور وہ اُن کی کچھ پروا نہیں کرتے ✦
اَوَلَمۡ یَتَفَكَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی وَاِنَّ كَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ	کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں کسی مصلحت ہی سے اور ایک وقت مقرر کے لیے پیدا کیا ہو اور بہتیرے آدمی تو (قیامت کے دن) اپنے

بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ ۝ (الروم ع ۱ پارہ ۲۱)

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا
أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ۝ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ
خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا
إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ
فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَمِنْ
آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ
أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
لِلْعَالِمِينَ ۝ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَ
النَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ فِي
ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝ وَمِنْ آيَاتِهِ
يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ
السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَ
مِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ
بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِنَ الْأَرْضِ
إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ۝ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي
يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ

پروردگار سے ملنے کو سرے سے مانتے ہی نہیں ❊

اور اسی (خدا) کی (قدرۃ کی) نشانیوں میں سے (ایک یہ بھی) ہی
کہ اس نے تم (لوگوں) کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب تم انسان ہو
کر (روئے زمین پر ہر طرف) پھیلے ہوئے ہو اور اسی کی قدرۃ کی
نشانیوں میں سے (ایک یہ بھی) ہی کہ اس نے تمھارے لیئے
تمھاری ہی جنس کی بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم کو ان کی طرف
(رغبت کرنے سے) راحۃ ملے اور تم میاں بی بی میں پیار اور اخلاص
پیدا کیا جو لوگ سوچ سمجھ کو کام میں لاتے ہیں ان کے لیئے ان باتوں
میں (قدرۃ خدا کی بہتیری ہی) نشانیاں ہیں اور آسمانوں اور
زمین کا پیدا کرنا اور تمھاری بولیوں اور تمھاری رنگتوں کا مختلف ہونا
(یہ بھی) اس کی (قدرۃ کی) نشانیوں میں سے ہی کچھ شک نہیں کہ
سمجھنے والوں کے لیئے ان باتوں میں خدا کی قدرۃ کی بہتیری
ہی نشانیاں ہیں اور تمھارا رات کا سونا اور دن کا سونا اور
اس کے فضل (یعنی اپنی معاش) کے لیئے تمھارا تگ و دو کرنا
(یہ بھی) اس کی (قدرۃ کی) نشانیوں میں سے ہی جو لوگ (گوش
دل سے) سنتے ہیں ان کے لیئے ان (باتوں) میں (قدرۃ
خدا کی بہتیری ہی) نشانیاں ہیں اور اسی کی قدرۃ کی نشانیوں
میں سے (ایک یہ بھی) ہی کہ وہ تم کو ڈرانے اور امید کرنے کے
لیئے بجلیاں دکھاتا اور آسمان سے پانی برساتا اور اس پانی کے
ذریعے سے زمین کو اس کے مرے (یعنی پڑتی پڑے) پیچھے جلا اٹھاتا
ہی جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لیئے ان (باتوں) میں (قدرۃ
خدا کی بہتیری ہی) نشانیاں ہیں اور اسی کی (قدرۃ کی) نشانیوں
میں سے (ایک یہ بھی) ہی کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں اور تم
ایک وقت خاص تک زندگی کر کے زمین میں گاڑے جاتے ہو) پھر
(قیامت کے دن) جب وہ تم کو ایک آواز دے کر زمین میں سے بلائیگا تو
اس آواز کے سنتے ہی تم (سب کے سب) نکل پڑوگے اور جو (فرشتے)
آسمانوں (میں) ہیں اور جو لوگ زمین میں ہیں (سب) اسی کے ہیں اور

❊ [illegible]

قرآن	ترجمہ
عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (الروم ع۳ پارہ ۲۱)	اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان (سب سے) بالاتر ہے اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے ۞
أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ۝ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝ (ق ع۱ پارہ ۲۶)	کیا ان منکرین حشر نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نظر (کر) نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور (ستاروں سے) اس کو سجایا اور اس میں کہیں درز (تک کا نام) نہیں اور زمین کو ہم نے پھیلایا۔ اور اس کے اندر بھاری بوجھل پہاڑ رکھ دیئے اور سب طرح کی خوشنما چیزیں اس میں اگائیں تاکہ جتنے بندے (ہماری طرف) رجوع لانے والے ہیں (وہ ہماری قدرۃ کا تماشا) دیکھیں اور عبرۃ پکڑیں ۞
وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (الذاریات ع۱ پارہ ۲۶)	اور (لوگو!) یقین لانے والوں کے لیئے زمین میں (قدرۃ خدا کی) بہتیری ہی نشانیاں ہیں اور خود تم میں بھی تو کیا تم کو سوجھ نہیں پڑتا ۞

من المترجم خلاصہ یہ ہے کہ کارخانۂ عالم ایک بسوط کتاب ہے اور موجودات عالم اس کے حروف اور الفاظ و جملے ہیں ان میں سے ایک ایک حرف ایک ایک لفظ ایک ایک جملہ سوچنے سمجھنے والے کے لیئے خدا کی ہستی اور اس کی صفات کاملہ کے ثبوت کا کام دیتا ہے ؎

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار
ہر گیاہے کہ از زمیں روید — وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

اور کوئی خیال ہی نہ کرے تو اس کی نظر میں یہ سب کچھ کھیل تماشا ہے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اے ہمارے پروردگار تو نے (اس کارخانۂ عالم کو بے فائدہ (تو) نہیں بنایا۔ تیری ذات (ایسے فعل عبث کے کرنے سے) پاک ہے (اور یہ کارخانہ خبر دے رہا ہے کہ آخرۃ میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا ہونی ہے) تو اے ہمارے پروردگار ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو" ۞

خدا کی قسم کا ادب

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (بقرہ ع ۲۷ سپارہ ۲)

اور (مسلمانو!) اپنی (بیہودہ) قسموں (کے حیلے) سے خدا کو (یعنی اُس کے نام کو لوگوں کے ساتھ) سلوک کرنے اور پرہیزگاری رکھنے اور لوگوں میں ملاپ کرانے کا مانع و مزاحم نہ ٹھیراؤ اور اللہ سنتا (اور) جانتا ہی **ف** تمہاری قسموں میں جو لغو (یعنی قسمیں) ہیں اُن پر تو خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں لیکن اُن (قسموں) پر تم سے (ضرور) مواخذہ کرے گا جو تمہارے دلی ارادے سے ہوں اور اللہ بخشنے والا بُردبار ہے **ف۲**

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ○ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ○ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ○ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ○ (القلم ع ۱ پارہ ۲۹)

اور (اے پیغمبر کہیں) تم کسی (ایسے نابکار) کے کہے میں (بھی) نہ آجانا جو بہت قسمیں کھاتا ہو (اور) آبرو باختہ ہو (لوگوں پر) آوازے کسا کرتا ہو (ادھر کی اُدھر کی اِدھر کی اُدھر) چغلیاں لگاتا پھرتا ہو اچھے کاموں سے (لوگوں کو) ہم روکتا رہتا ہو **ف۳** حد (بندگی) سے بڑھ گیا ہو بدہو اکھڑ ہو اور اِن (عیوب) کے علاوہ بد اصل بھی ہے ؁

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُوْتِيْتَهَا عَنْ مَّسْئَلَةٍ وُّكِلْتَ

سمرہ کے بیٹے عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سمرہ کے بیٹے عبد الرحمٰن تو حکومت از خود طلب نہ کر کیونکہ اگر تو مانگنے سے حکومت دیا جائے گا تو اُس کے حوالے کر دیا جائے گا ؁

ف کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک کام شرعاً ممدوح اور موجب ثواب ہو اور آدمی غصّہ میں آ کر اُس کے نہ کرنے کی قسم کھا بیٹھتا ہی تو ایسی قسم کا نباہ نہ کرنا چاہیئے۔ اسی کے قریب ہی شیخ سعدی کا مقولہ آزردن دل دوستان جہل ست و کفارہ یمین سہل ۱۲ **ف۲** لا یعنی قسم سے وہ قسم مراد ہی جو بغیر قصد و ارادے کے تکیہ کلام کے طور پر زبان سے نکل جاتی ہے جیسے بعض لوگ باتوں کے سلسلے میں بے ارادہ قسم واللہ باللہ کہہ دیا کرتے ہیں اگرچہ اس طرح کی قسموں کا کفارہ تو نہیں ہی مگر خدا نے اُس کو لغو فرمایا ہی اور مومن کی شان یہ ہی کہ لغو سے محترز رہے قد افلح کے شروع پارے میں مومن کی چند صفتیں مذکور ہیں اُن میں ایک صفت والذین ھم عن اللغو معرضون بھی ہی یعنی "ایمان والے جو اپنی مراد کو پہنچے گئے (وہ) وہ لوگ ہیں جو نکمی باتوں کی طرف رُخ نہیں کرتے" کفارہ ہو مگر خدا کے نام پاک کی بے توقیری تو لغو قسموں میں ضرور پائی جاتی ہے اعاذنا اللہ منہا و سائر المسلمین ۱۲ **ف۳** یہ آیتیں اگرچہ ایک کافر ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں کہ وہ بڑا ہی خبیث اور موذی تھا مگر حسن اداے بیان کے لیے خدا نے اُس پر مذمت کی ہی آدمی کو چاہیئے کہ ان سے بچتا رہے ۱۲ ؁

اِلَيْهَا وَاِنْ اُوْتِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ (صحیحین)	اور اگر بے مانگے حکومت دیا جائے تو اس پر تیری مدد کی جائے گی اور جب تو کسی چیز پر قسم کھائے اور اس کے غیر کو اس سے بہتر دیکھے تو قسم کو توڑ ڈال اور کفارہ دے اور جو چیز بہتر ہو اس کو بجا لا۔
عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ ابْنَ عَمٍّ لِّيْ اٰتِيْهِ اَسْاَلُهٗ فَلَا يُعْطِيْنِيْ وَلَا يَصِلُنِيْ ثُمَّ يَحْتَاجُ اِلَيَّ فَيَاْتِيْنِيْ فَيَسْاَلُنِيْ وَقَدْ حَلَفْتُ اَنْ لَّا اُعْطِيَهٗ وَلَا اَصِلَهٗ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اٰتِيَ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَّاُكَفِّرَ عَنْ يَمِيْنِيْ (نسائی)	ابو الاحوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ میرا ایک چچازاد بھائی ہے جس کے پاس جا کر میں کچھ مال مانگتا تھا مگر وہ مجھے نہ تو کچھ مال ہی دیتا تھا نہ جیسی صلہ رحمی کرنی چاہیئے میرے ساتھ صلہ رحمی کرتا تھا اب وہ محتاج ہو کر میرے پاس آتا اور مجھ سے مانگتا ہے اور میں قسم کھا چکا ہوں کہ اُسے کچھ نہ دونگا نہ صلہ رحمی کرونگا تو پیغمبر صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ میں بہتر بات کو بجا لاؤں اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں۔
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ وَلَا بِاُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْاَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوْا بِاللّٰهِ اِلَّا وَاَنْتُمْ صَادِقُوْنَ (ابوداؤد۔ نسائی)	ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! تم اپنے ماں باپ کی قسمیں نہ کھاؤ اور نہ بتوں کی قسمیں کھاؤ اور نہ خدا کی ہاں خدا کی قسم کھانے کا اس وقت مضائقہ نہیں) جب کہ تم سچے ہو۔

کفارۂ قسم

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ	(رکھنا تو) بیکار کی قسموں پر جو لایعنی ہیں اُن پر خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں ہاں پکی قسم کھا لو اور پھر اس کے خلاف کرو تو ضرور تم سے (اس کا) مواخذہ کریگا تو اس پکی قسم کے توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے جیسا تم اپنے اہل عیال کو کھلایا کرتے ہو یا اُن ہی دس مسکینوں کو کپڑے پہنا دینا۔

اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (المائدہ ع ۱۲ پارہ ۷)	یا ایک بردہ آزاد کرنا - پھر جس کو (بردہ) میسّر نہ ہو تو تین دن کے روزے - یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم (تو) کھالو (اور اُس میں پورے نہ اُترو) اور اپنی قسموں (کے پورا کرنے) کی احتیاط رکھو اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول بیان فرماتا ہے تاکہ تم (اُس کی) شکرگزاری کرو (کہ وہ تم کو ادب سکھاتا ہے)

من المترجم گفتگو میں تاکید اور توثیق کا بڑا ذریعہ قسم ہے۔ واقعۂ گزشتہ یا حال پر قسم کھائی جاتی ہے تو قسم کا مطلب مخاطب کو یقین دلانا ہوتا ہے کہ واقعہ جس کی قسم کھانے والا حکایت کر رہا ہے فی الحقیقۃ زمانۂ ماضی میں واقع ہوا ہے یا زمانۂ حال میں ہو رہا ہے۔ یوں تو قسم واقعۂ گزشتہ یا حال پر بھی کھائی جاتی ہے مگر زیادہ تر قسم کا استعمال آیندہ کی نسبت ہوتا ہے تو اِس صورۃ میں قسم کھانے والا قسم کے ذریعے سے مخاطب کو انجاز وعدہ یا ایفاء عہد کا اطمینان دلاتا ہے۔ پھر قسم یا تو کسی عزیز چیز کی کھائی جاتی ہے یا کسی واجب التعظیم مقتدر کی قسم میں ہمیشہ بددعا کے معنی مضمر ہوتے ہیں کہ قسم جھوٹ ہو تو قسم کھانے والا اُس عزیز چیز سے جس کی قسم کھائی ہے محروم ہو جائے یا وہ واجب التعظیم مقتدر جس کی قسم کھائی ہے قسم کھانے والے کو خلف وعدہ یا نقض عہد کی سزا دے۔ ماضی اور حال کی جھوٹی قسم کھائے تو وہ جھوٹ ہے قسم کھانے والا لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی رو سے لعنۃ کا مستوجب۔ آیندہ کے لیے قسم کھانے والا جھوٹا ثابت ہو تو وہ مختلف الوعد یا ناقض العہد۔ قسم کے متعلق سب سے پہلے دو باتیں ہیں اوّل یہ کہ مسلمان خدا کے سوا کسی اَور کی قسم نہ کھائے کہ ایسی قسم موہم شرک ہے۔ دوسرے کثرۃ حلف کی عادۃ نہ کرے کہ اس سے قسم کی اَور قسم کی ہیبۃ ذہن سے اُٹھ جانے کا احتمال قوی ہے۔ قرآن میں جو خدا تعالیٰ نے قرآن کی ق والقرآن المجید[1] پیغمبر صاحب کی زندگی کی لعمرك انهم لفى سكرتهم يعمهون[2] آسمان اور زمین کی والسماء وما بنها والارض وما طحها[3] سورج اور اُس کی دھوپ کی چاند اور اُس کی روشنی کی والشمس وضحها والقمر اذا تلها[4] دن اور اُس کے اُجالے کی رات اور اُس کی تاریکی کی والنهار اذا جلها والیل اذا یغشها[5] صبح کی اور دس راتوں کی والفجر[6]

[1] ق (اے پیغمبر) قرآن مجید کی قسم کہ تم ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر ہو ۱۲ [2] (اے پیغمبر) تمھاری جان کی قسم کہ یہ (لوط کی قوم کے لوگ) اپنی (بدمستی میں پڑے) جھوم رہے تھے ۱۲ [3] اور آسمان کی اور (اُس ذات کی قسم) جس نے اُس کو بنایا ہے اور زمین کی اور (اُس ذات کی قسم) جس نے اُس کو بچھایا ۱۲ [4] آفتاب اور اُس کی دھوپ کی قسم اور (آفتاب کے غروب ہوئے) پیچھے جب چاند نکلتا ہے اُس کی قسم ۱۲ [5] اور دن کی (قسم) جب کہ وہ آفتاب کو نمایاں کرے اور رات کی (قسم) جب وہ آفتاب کو چھپالے ۱۲ [6] صبح کی قسم اور دس راتوں کی (قسم) ۱۲ ف۱

ف۱ دس راتوں سے بقر عید کی دس راتیں مراد ہیں یا محرّم کی یا عشرۂ اخیر رمضان کی جس میں شب قدر ہوتی ہے ۱۲

ولیال عشر جفت اور طاق کی[۱] والشفع والوتر فرشتوں کی[۲] والنزعت غرقا والنشطت نشطا والسبحت سبحا
ہواؤں کی[۳] والذریت ذروا فالحملت وقرا فالجریت یسرا فالمقسمت امرا انما توعدون لصادق وان الدین لواقع
تاروں کی[۴] والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی کوہ طور کی لوح محفوظ کی بیت المعمور کی سمندر کی[۵] والطور و
کتب مسطور فی رق منشور والبیت المعمور والسقف المرفوع والبحر المسجور ان عذاب ربک لواقع شہر مکہ کی آدم
اور بنی آدم کی[۶] لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد ووالد وما ولد لقد خلقنا الانسان فی کبد روز قیامت کی
نفس لوامہ کی[۷] لا اقسم بیوم القیمۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ جو چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور جو نہیں دکھائی دیتیں ان کی
[۸] فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون انہ لقول رسول کریم نباتات میں سے انجیر اور زیتون کی[۹] والتین والزیتون و
طور سینین وھذا البلد الامین لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم قلم کی[۱۰] ن والقلم وما یسطرون وغیرہ وغیرہ
کی قسمیں کھائی ہیں تو حقیقت میں ان چیزوں کے پردے میں اپنی ذات پاک کی قسم کھائی ہے اس واسطے کہ ہر چیز میں
اُس کی قدرت ظاہر و آشکارا ہے جب خدا کسی چیز کی ہم آدمیوں کے محاورے کے مطابق قسم کھاتا ہے تو وہ اپنی
قدرت کی قسم کھاتا ہے اور قدرت اُس کی ایک صفت لازمی اور عین ذات ہے۔ پھر جھوٹی قسم مکروہ ترین جھوٹ ہوا اور کفارہ
اُس جھوٹ کی سزا تو اس اعتبار سے کفارہ حق اللہ ہوا اور چونکہ لونڈی غلام کا آزاد کرنا کفارہ قرار دیا گیا ہے۔ اس
اعتبار سے وہ حق العباد ہے اور حق العباد میں بھی لونڈی غلام کا حق برقیاس زکوٰۃ +

[۱] اور جفت اور طاق کی قسم، ف[۱] ۱۲ [۲] اُن (فرشتوں) کی قسم (جو کافروں کے بدن میں کونے کونے (گھس) گھس کر (اُن کی جان) کھینچ کر نکالتے ہیں اور اُن (فرشتوں) کی جو (ایمان والوں کی جان ایسی آسانی سے نکالتے ہیں جیسے بند) کھول دیتے ہیں اور اُن (فرشتوں) کی جو (آسمان و زمین کے درمیان) تیرتے پھرتے ہیں ۱۲ [۳] (ہوائیں) جو بادلوں کو اُڑاتے اُڑائے لیئے پھرتی۔ پھر (مینہ کا) بوجھ اُٹھائے پھر آہستہ آہستہ چلتی پھر ایک (بڑی ضروری) چیز (یعنی بارش) کو (روئے زمین پر) تقسیم کرتی ہیں۔ (ہم کو) اِن (ہی ہواؤں) کی قسم ہے کہ تم لوگوں سے جو (قیامت کا) وعدہ کیا جاتا ہے بالکل سچ ہے اور (اعمال کی) جزا (سزا) ضرور ہوتی ہے ۱۲ [۴] (لوگو!) ہم کو (شہاب) ستارے کی قسم جب وہ (آسمان سے) ٹوٹتا ہے کہ تمہارے رفیق (محمد) نہ تو راہ راست سے بھٹکے اور نہ بہکے ۱۲ [۵] (اے پیغمبر ہم کو) طور (پہاڑ) کی قسم اور (نیز) کتاب (لوح محفوظ) کی جو (بڑے) چوڑے چکلے کاغذوں پر لکھی ہوئی ہے اور (نیز فرشتوں کے آسمانی کعبے) بیت المعمور کی اور (نیز آسمان کی) اونچی چھت کی اور (نیز) جوش مارنے والے سمندر کی کہ تمہارے پروردگار کا عذاب (کافروں پر) ضرور نازل ہو کر رہے گا ۱۲ [۶] (اے پیغمبر) ہم اِس شہر (مکہ) کی قسم کھاتے ہیں اور (اِس شہر کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ) تم اس شہر میں ٹھیرے ہوئے ہو ف[۲] اور (نیز) باپ اور اُس کی اولاد (یعنی آدم اور بنی آدم) کی (قسم کھاتے ہیں) کہ ہم نے آدمی کو (ایسا مخلوق) بنایا ہے کہ (ساری عمر) مصیبت میں رہے ۱۲ [۷] ہم روز قیامت کی قسم کھاتے ہیں اور (نیز آدمی کے) دل کی قسم کھاتے ہیں (جو اُس کو بُرے کام پر) ملامت کیا کرتا ہے (کہ قیامت کے دن سب لوگ زندہ کیئے جائیں گے) ۱۲ [۸] تو (لوگو!) جو چیز تم کو دکھائی دیتی ہے اور جو چیز تم کو نہیں دکھائی دیتی (جیسے جنات فرشتے وغیرہ) ہم تو سب ہی کی قسم کھاتے ہیں ف[۳] کہ یہ قرآن بلاشبہ کلام (الٰہی) ہے ایک معزز فرشتے کا (لایا ہوا) ۱۲ [۹] انجیر (میوے) اور زیتون (درخت) اور طور سینین (پہاڑ) اور اِس شہر (مکہ) کی قسم جس میں ہر طرح کا امن ہے کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا ۱۲ -

ف[۱] طاق اور جفت سے شاید اشارہ ہو قیامت کی طرف کہ قیامت کے دن ہر ایک روح کو اُس کے جسم سے پیوند دیا جائے گا اور اس کے سوا طاق اور جفت کی اور بھی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں ۱۲ ف[۲] شہر مکہ یوں بھی خانہ خدا ہونے کی وجہ سے متبرک ہے اور پیغمبر صاحب کے پیدا ہونے اور قیام فرمانے سے اور زیادہ متبرک ہوگیا۔ اس سے خدا نے اُس کی یعنی پیغمبر صاحب کے وطن اور مقام کی قسم کھائی ۱۲ ف[۳] لفظ لا اردو کے محاورے میں تاکید کے لیئے بھی آتا ہے کہتے ہیں آؤ بیٹھو نا آؤ بیٹھو نا میں کچھ زیادہ تاکید ہے اسی طرح لا تاکیدی یہاں بھی ہے ۱۲ -

حقوق خانہ کعبہ و حرم مکہ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۞ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞

(بقرہ ع ۱۵ پارہ ۱)

اور (اے پیغمبر بنی اسرائیل کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا مرجع (و معبد) اور امن کی جگہ ٹھیرایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ (ابراہیم کی کرسی) جگہ کو نماز کی جگہ مقرر رکھو اور ابراہیم اور اسمٰعیل سے فرمایا کہ ہمارے (اس) گھر کو طواف کرنے والوں اور مجاوروں اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لیے پاک (صاف) رکھو اور (اے پیغمبر ان کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ابراہیم نے دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار اس شہر کو امن کا شہر بنا اور اس کے بسنے والوں میں سے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائیں ان کو پھل پھلاری کھانے کو دے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ جو (اللہ اور روز آخرت کا) منکر ہو گا اس کو بھی چند روز کے لیے ہم (ان چیزوں سے) فائدہ اٹھانے دیں گے پھر (آخر کار) اس کو مجبور کر کے عذاب دوزخ میں جا داخل کریں گے اور وہ (بہت ہی) برا ٹھکانا ہے اور (اے پیغمبر بنی اسرائیل کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ابراہیم اور (ان کے ساتھ) اسمٰعیل (دونوں) خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور دعا مانگتے جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ خدمت) قبول کر بے شک تو ہی (دعا کا) سننے والا (اور نیت کا) جاننے والا ہے ❖

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۞ فِيْهِ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ

لوگوں (کی عبادت) کے لیے جو پہلا گھر ٹھیرایا گیا وہ یہی ہے جو شہر مکہ میں (واقع) ہے برکت والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لیے (موجب) ہدایت اس میں (فضیلت کی) بہت سی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں (از انجملہ) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس گھر میں آ داخل ہوا امن میں آ گیا ف اور لوگوں پر فرض ہے کہ خدا کے لیے خانہ کعبہ کا حج کریں جس کو

ف یہود کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ کعبے کو مسلمانوں نے کیوں قبلہ بنایا ہے حالانکہ تمام انبیاء سابقین کا قبلہ بیت المقدس تھا اس کا جواب یہ دیا کہ خانہ کعبہ بھی ابراہیم کا بنایا ہوا ہے اور اس کی بنا بیت المقدس کی بنا سے مقدم ہے لہٰذا اس کی فضیلت اور بنائے ابراہیمی کی بہت سی دلیلیں ہیں از انجملہ

ف وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم نے کعبے کو بنایا اس وقت تک مکہ معظمہ میں موجود ہے ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ خانہ کعبہ میں امن ہو تو یہ بات بھی اس میں پائی جاتی ہے ۱۲

اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۰ پارہ ۴)	اُس تک پہنچنے کا مقدور رہو اور جو مقدور رکھتے ہیچھے نعمت کی ناشکری کرے (اور حج کو نہ جائے) تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے ۝ ف۱
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (التوبۃ ع ۴ پارہ ۱۰)	مسلمانو! مشرک تو (نرے) گندے ہیں تو اس برس کے بعد ادب (حرمت والی مسجد (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں اور اگر (ان کے ساتھ لین دین بند ہو جانے سے) تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو خدا (پر بھروسہ رکھو وہ) چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا بیشک خدا سب کی نیتوں کو جانتا اور حکمت والا ہے ۝
وَ قَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (قصص ع ۶ پارہ ۲۰)	اور (اے پیغمبر بعض اہل مکہ تم سے) کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ دین حق کی پیروی کریں تو ہم اپنی جگہ سے اچک لیے جائیں ف۲ (لیکن) کیا ہم نے اُن کو حرم (مکہ) میں جہاں (ہر طرح کا) امن (و امان) ہے جگہ نہیں دی کہ ہر قسم کے پھل یہاں کھنچے چلے آتے ہیں گویا وہ ان کا رزق (ان کو) ہمارے یہاں سے (پہنچتا ہے) ولیکن ان میں اکثر (اس نعمت کی قدر) نہیں جانتے ف۳

(مندرجہ بالا عنوان میں ذیل کی آیتیں بھی شامل ہیں)

(۱) ولا تقاتلوهم عند المسجد الحرام حتى يقاتلوكم فيه الخ (بقرہ ع ۲۴ پارہ ۲)

(۲) واذ قال ابراهيم رب اجعل هذا البلد امنا الخ (نحل ع ۶ پارہ ۱۳)

(۳) واذ بوانا لابراهيم مكان البيت ان لا تشرك بي شيئا وطهر بيتي للطائفين الخ (حج ع ۴ پارہ ۱۷)

(۴) وامرت ان اعبد رب هذه البلدة الذي حرمها الخ (نمل ع ۷ پارہ ۱۹)

(۵) وهذا البلد الامين۔ (التین ع ۱ پارہ ۳۰)

ف۱ مقدور سے مراد ہے زاد راہ اور سواری اور رستے کا امن ۱۲ ف۲ یعنی جو مسلمانوں کے مخالف ہیں وہ ہم کو پکڑ کر کسی طرف لوٹے جائیں اور وہاں لے جا کر خدا جانے ماریں یا غلام بنا کر رکھیں یا کسی کے ہاتھ فروخت کر دیں ۱۲ ف۳ اہل عرب اسلام سے پہلے بھی خانہ کعبہ کا بڑا ادب رکھتے تھے قبیلہ قریش کے لوگوں کو خانہ کعبہ کا مجاور سمجھ کر کبھی کوئی اُن پر چڑھ کر نہ آتا اور یہ لوگ ملک میں چلیں پھریں تو کوئی ان کا مزاحم نہ ہوتا اور کوئی مجرم مکے میں پناہ پکڑتا تو کوئی اُس کے حال سے متعرض نہ ہوتا۔ یہ تو امن کے معنی ہیں اور خود مکہ اور مکے کے آس پاس کی زمین پہاڑ اور ریگستان ہے اس میں غلہ وغیرہ پیدا ہونے کی صلاحیت نہیں بایں ہمہ ضرورۃ کی جتنی چیزیں ہیں دوسرے ملکوں سے آ کر بہ فراغت مل سکتی ہیں اسی کو فرمایا ہے کہ ہر قسم کے پھل یہاں کھنچے چلے

مسجد کے حقوق و آداب

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (بقرہ ع ۱۴ پارہ ۱)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں خدا کا نام لیئے جانے کو منع کرے اور اُن کی بے رونقی کے درپے رہے یہ لوگ خود اس لائق نہیں کہ مسجدوں میں آنے پائیں مگر ڈرتے ڈرتے ان کے لیئے دنیا میں (بھی) رسوائی ہے اور ان کے لیئے آخرۃ میں (بھی) بڑا بھاری عذاب ہے ف ۔

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (بقرہ ع ۱۵ پارہ ۱)

اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے فرمایا کہ ہمارے (اس گھر یعنی) خانۂ کعبہ کو طواف کرنے والوں اور مجاوروں اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لیئے پاک (و صاف) رکھیو ۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِىْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (الحج ع ۴ پارہ ۱۷)

اور (اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم کی عبادت کے لیئے خانہ کعبہ کی جگہ مقرر کردی اور حکم دیا کہ ہمارے ساتھ کسی چیز کو شریک (خدائی) نہ کرنا اور ہمارے (اس) گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لیئے صاف ستھرا رکھنا ۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا

اللہ ہی کے نور سے آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اور طاق میں ایک چراغ (رکھا ہے اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے (اور قندیل اس قدر شفاف ہے کہ) گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے (وہ چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے کہ جو نہ ۔

ف کفار قریش ابتدائے اسلام میں پیغمبر صاحب اور اُن کے چند اتباع کو جو اُس وقت تھے خانہ کعبہ میں قرآن پڑھنے اور نماز پڑھنے سے مانع ہوتے تھے پیغمبر صاحب کے رستے میں کانٹے اُنھوں نے بچھائے پیغمبر صاحب کا [illegible] ۔ [illegible] لپٹ پڑے اور گلا گھونٹا ایک بار جب آپ سجدے میں تھے اونٹ کی اوجھڑی گردن پر رکھ دی اور معمولی تکالیف تو آئے دن ہوتی ہی رہتی تھیں باوجودیکہ پیغمبر صاحب مسلمانوں کو لے کر مکہ چھوڑ مدینے جا بسے تھے اور ہجرت کے چھٹے برس عمرہ کرنے کے لیئے جاتا چاہا کہ وہ بھی ایک قسم کا حج ہے تو مکے والوں نے نہ آنے دیا۔ رسول اللہ میں کفار کے ان ہی ظلموں کی طرف اشارہ ہے اور وہ جو پیشینگوئی کی تھی سو پوری ہو کر رہی۔ آخر کار مکہ فتح ہوا اور خانۂ خدا مسلمانوں کے قبضے میں آگیا [illegible] ۱۲ مطبوعہ آیۃ آغاز باب الصلوٰۃ عنوان الطہارۃ"

اور مسجدوں کا [illegible] کعبہ [illegible] کے ظاہر
[illegible] اور مسجدیں بھی چونکہ خانہ

شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ○ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ○ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (نور ۶ ۵ پارہ ۱۸)

پورب کے رُخ واقع ہے اور نہ پچھم کے رُخ اُس کا تیل (اس قدر صاف ہے کہ) اگر اُس کو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ (آپ سے آپ) جل اُٹھے گا (غرض کہ ایک نور نہیں بلکہ) نور علی نور (یعنی نور پر نور) اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اور اللہ لوگوں کے (سمجھنے کے) لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز (کے حال) سے واقف ہے (اور ہاں وہ چراغ خدا کے) ایسے گھروں (یعنی عبادۃ گاہوں) میں (روشن کیا جاتا ہے) جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ اُن کی عظمۃ کی جائے اور اُن میں خدا کا نام لیا جائے۔ اُن (عبادۃ گاہوں) میں صبح و شام ایسے لوگ خدا (کے نام) کی تسبیح (و تقدیس) کرتے رہتے ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے ذکر اور نماز کے پڑھنے اور زکوٰۃ کے دینے سے غافل نہیں کرنے پاتی ول (کیونکہ وہ لوگ) اُس دن سے ڈرتے ہیں جب (مارے خوف کے) دل اُلٹ جائینگے اور آنکھیں پھری کی پھری رہ جائینگی اور اسی خیال سے یہ لوگ عبادۃ میں لگے رہتے ہیں) اللہ اُن کو اُن کے عملوں کا بہتر سے بہتر بدلہ دے اور اُن کو اپنے فضل سے کچھ اور بھی دے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔

من المترجم مسجدوں کا بنانا مسلمانوں کی مذہبی ضرورۃ کا بہم پہنچانا ہے اور اسی لیئے کار ثواب ہے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا۔ یعنی ہمارے لیئے تمام روئے زمین مسجد ہے جہاں چاہیں پاک جگہ نماز پڑھ لیں۔ اور آدمی اکیلا گھر میں بھی نماز پڑھ سکتا ہے مگر نماز جماعۃ سے اسلام کی شان و شوکۃ ظاہر ہوتی ہے اور اس کے لیے عبادت گاہ خاص کا ہونا ضرور ہے۔ اِس رو سے مسجدوں کا بنانا مسلمانوں کی مذہبی ضرورۃ کا بہم پہنچانا ہوا ہندوستان میں مسلمانوں نے اپنی حکمرانی اور خوش حالی کے وقتوں میں جا بجا اِس کثرۃ سے مسجدیں بنوا ڈالیں کہ

ول دنیا کا کوئی نور اللہ کے نور کو نہیں پا سکتا تاہم لوگوں کے سمجھانے کے لیئے دنیا ہی کا کوئی نور لینا ہوگا سو جس نور سے خدا کے نور کی تشبیہ دی گئی ہے اس میں عمدہ صفتیں جمع ہیں کہ چراغ ہے جو مطلق نور ہوا۔ پھر طاق میں رکھا ہے تاکہ روشنی منتشر نہ ہو۔ پھر صرف چراغ نہیں بلکہ شیشے کی قندیل میں ہے اور شیشہ بھی نہایت شفاف ہے اور تیل جو اِس چراغ میں جلتا ہے زیتون کا ہے کہ دنیا کے تمام تیلوں سے اُس کی روشنی صاف ہوتی ہے اور زیتون بھی زیتون کا درخت بڑا مبارک درخت ہے کہ لوگوں کے اِس میں چند در چند فائدے ہیں اور زیتون بھی سایہ پرورد کہ باغ کے نہ پورب کی طرف واقع ہو نہ پچھم کی طرف بلکہ بیچ باغ میں ہے اور ہمہ وقت سایہ میں رہتا ہے کہ ایسے درخت کا تیل خواہی نخواہی عمدہ سے عمدہ ہوگا پھر وہ چراغ بُت خانہ یا شراب خانے یا تماشے کا نہیں ہے بلکہ خانہ خدا میں جل رہا ہے اور وہاں خدا پرست لوگ خلوص دل سے خدا کی عبادۃ میں مصروف ہیں اتنی صفتوں کا چراغ ہو تو کسی قدر اس کو نور سے

[illegible]

اب شاذ و نادر کہیں مسجد کے بنوانے کی ضرورۃ ہوتی ہے۔ اب مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ع کریماں را بدست اندر درم نیست
خداوندان نعمت را کرم نیست ۔ جن کو مقدور ہے وہ قلیل ہیں تاہم اُن کو پرانی مسجدوں کی مرمت تک کی توفیق نہیں ضرورۃ
آپڑتی ہے تو چندہ کرنا پڑتا ہے۔ کتنی مسجدیں ہیں کہ خالی پڑی بھائیں بھائیں کر رہی ہیں۔ اُن میں اذان و اقامۃ کا کیا مذکور ہے
جھاڑو اور پانی اور روشنی تک کا بندوبست نہیں دری اور بوریا تو بڑی چیز ہے آبابیلوں کی بیٹ کا فرش ہے۔ اول تو
مسلمانوں میں نمازی ہی کتنے رہ گئے ہیں اور جو ہیں وہ ایسی مسجدوں میں جانے سے نماز قضا کرنے کو ترجیح دیتے ہیں
غرض کہ تعمیر مساجد کے مصرف خیر کو تو بند ہوا سمجھو۔ اور جتنا کچھ جاری ہے مسلمانوں کی حالۃ کے لحاظ سے اُس کو بھی مصرف
خیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اول تو گداگری پیشہ لوگوں نے تعمیر مسجد کو بھی کمائی کا ذریعہ قرار دے رکھا ہے۔ تعمیر مسجد کے نام سے لوگوں
کو ٹھگتے پھرتے ہیں۔ دوسری بڑی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی یہی ایک تعمیر مساجد کی ضرورۃ تو نہیں اس سے کہیں
بڑھ کر ضرورۃ اس کی ہے کہ سرکاری خدمۃ حکومۃ تجارۃ۔ زراعۃ صنعۃ حرفۃ کہ یہی معاش کے ذریعے ہیں جیسے ہو سکے پکڑیے
مسلمان اقوام معاصر کے مقابلے میں گرتے گھٹتے مٹتے اور مفلس اور ذلیل و خوار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور دین و دنیا
دونوں کو کھو بیٹھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک سلطنۃ کے نکل جانے سے ساری خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں تو ہم ہندوؤں
کی مثال دے کر پوچھیں گے کہ اگر خوش حالی لازمۂ سلطنۃ ہے تو ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ خستہ
حال ہونا چاہیے حالانکہ معاملہ بالکل برعکس ہے اور مشاہدہ اس کا شاہد ہے پس مسلمانوں کے تنزل کا اصلی اور حقیقی اور واقعی
سبب اگر ہے تو یہ ہے کہ انھوں نے زمانے کا ساتھ دینے سے پہلو تہی کیا۔ او زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز کی نصیحۃ
پر کاربند نہ ہوئے۔ ہم میں سے جو صائب الرائے اور مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اس بات پر اجماع کر چکے ہیں اور حدیث
لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ کی رو سے ان کا اجماع حق پر ہے کہ اگرچہ بہت وقت ضائع ہو چکا ہے اور حریف میدان
ترقی میں بہت آگے نکل گئے ہیں تاہم اگر اب بھی مسلمان احمقانہ ضد اور بے جا تعصب کو چھوڑ کر وہی ہنر سیکھیں
جس کی وجہ سے یورپ معراج کمال ترقی پر پہنچا ہے تو گو اہل یورپ کی ہمسری نہ کر سکیں مگر بہت کچھ پنپ سکتے
ہیں۔ پوچھو کہ وہ ہنر کیا ہے؟ وہ ہنر وہی ہنر ہے جس کی تعلیم سرکاری مدارس میں دی جاتی ہے اور جس سے مسلمان ابھی تک
نفور ہیں علاج تو حکمی ہے مگر ترتب اثر دیر طلب۔ پس ہماری ان وقتوں میں اشاعۃ تعلیم جدید ہی تمام مصارف خیر
پر مقدم ہے اور از انجملہ مصارف تعمیر مساجد پر بھی اور ہم اس کی سند حدیث سے رکھتے ہیں کہ جناب رسالۃ مآب کی زندگی
میں خود مسجد نبوی کا یہ حال تھا کہ کھجور کے تنوں کے ستون بنا کر پتوں سے چھت پاٹ رکھی تھی۔ پانی برستا تو اندر تمام
کیچڑ ہو جاتی۔ بے شک خلفاء عباسیہ کے عہد کی سی دولۃ تو اس وقت پاسنگ بھی نہ تھا مگر آخر جہاد ہوتے تھے۔ ہزارہا مسلمان
مدینے میں آ بھرے تھے۔ اُن کی ہر طرح کی خبر لی جاتی تھی ایک مسجد کا بنانا ایسا کونسا بڑا کام تھا۔ مگر نہیں جناب
رسول خدا نے دوسری وقتی ضرورتوں کو مقدم سمجھا اور مسجد کو ویسا ہی پڑا رہنے دیا۔ کیا رسول اللہ کا طرز عمل ہم کو
نہیں سکھاتا کہ ہم بھی وقتی ضرورتوں کو مقدم سمجھیں۔ تعمیر مسجد کے جھگڑے اب بھی کبھی کبھی پیش آ جاتے ہیں۔ ایک
جھگڑا جناب رسالۃ مآب کے عہد میں بھی پیش آیا تھا اور اس کا قصہ مولوی شاہ عبد القادر صاحب کی زبانی اس طرح پر ہے۔

"حضرۃ مکّے سے ہجرۃ کر آئے تو مدینے سے باہر اُترے ایک محلہ تھا بنی عمرو بن عوف کا بعد چند روز کے شہر میں جگہ پکڑی اور مسجد نبوی تعمیر کی۔ اُس محلّے میں جہاں نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے مسجد بنا رکھی اور جماعۃ قائم رہی مسجد قُبا کر مشہور ہی۔ حضرۃ اکثر ہفتے کے روز وہاں جاتے اور نماز پڑھتے۔ اُس محلّے میں بعضے منافقوں نے چاہا کہ اور مسجد بناویں پہلوں کی ضد پر اور اپنی جماعۃ جُدا ٹھہراویں اور ایک راہب ابو عامر کہ اسلام کی ضد سے نکل گیا تھا اُس کو نفاق سے بُلا کر وہاں سردار اور امام کریں۔ حضرۃ سے چاہا کہ اوّل ایک بار آپ وہاں نماز پڑھیں تو ہم جماعۃ قائم کریں حضرۃ کو اُن کی دغا معلوم نہ تھی وعدہ کیا کہ جنگ تبوک سے پھریں گے تو اوّل وہاں نماز پڑھ کر شہر میں داخل ہوں گے حق تعالیٰ نے پہلے خبردار کر دیا اور مسجد قُبا کے لوگوں کی تعریف کی۔ آدمی خبردار رہے کہ ظاہر بعض عبادۃ ہی اور نیتہ اس میں نفسانیہ ہی۔ اُس کا یہ حال ہے"۔

اسی کے قریب قریب ایک حکایتہ مولوی شاہ اسحاق صاحبؒ کی سُنی گئی ہی کہ ہندوؤں کے کسی محلّے میں مسلمانوں نے ہندوؤں کی ضد سے مسجد بنانی چاہی۔ ہندوؤں نے مزاحمتہ کی اور کرنی ہی تھی قریب تھا کہ دونوں فریق لڑ مریں مگر ہندوؤں میں ایک شخص مولوی شاہ اسحاق صاحبؒ کے ساتھ ایک طرح کی ارادۃ رکھتا تھا اُس نے شورش کو یہ کہہ کر فرد کیا کہ معاملہ شاہ صاحبؒ کے روبرو پیش کیا جائے جیسا وہ حکم دیں اُس کی تعمیل کی جائے مُسلمان مسجد کا معاملہ اور شاہ صاحب کی پنچایت سُن کر بہت خوش ہوئے۔ مگر شاہ صاحبؒ نے خود موقع واردات پر تشریف لے جا کر تحقیقات کی تو مُسلمانوں کی ضد ثابت ہوئی اور اُنھوں نے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند جاہل متعصب مسلمان شاہ صاحبؒ سے بدعقیدہ ہو گئے مگر ہندوؤں میں سے دو ہندوؤں نے کُھلم کُھلا اسلام قبول کیا۔

الغرض

مسجد چونکہ خانۂ خدا ہی اس لیئے اُس کے صاف سُتھرا رکھنے میں ہمیشہ کوشش کرنی چاہیئے اور ایسا کرنے والے کو خدا کے ہاں بڑا اجر ملے گا۔ صاف سُتھرا رکھنے کے علاوہ خوشبودار بھی کرنا چاہیئے۔ کبھی کبھی اگر۔ لوبان اور اَور خوشبودار چیزیں سُلگاتے رہیں۔ مسجد میں خرید فروخت اور جھگڑے کی باتیں نہ کریں۔ اونچی آواز سے نہ بولیں گنہگاروں پر حد نہ لگائیں۔ تلوار برچھا ساتھ لے کر نہ جائیں۔ چھوٹے لڑکوں اور دیوانوں کو نہ آنے دیں۔ پانی بوریا بدھنا اور ضرورۃ کی چیزیں مہیا رکھیں۔ چراغ تیل بتی ڈول رسّی کی اگر ضرورۃ پڑے تو ان سب کو فراہم کریں۔ مسجد کے قریب غُل شور نہ کریں۔ سیٹی نہ بجائیں تالیاں نہ پٹخاریں۔ خدا نے قرآن مجید میں اُن لوگوں کے حق میں عذاب دوزخ کی خبر دی ہی جو مسجد حرام کے متصل کھڑے ہو کر سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پٹخارا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہی وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۔ یعنی اور خانۂ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا ان (مشرکون) کی نماز ہی کیا تھی تو (اے کافرو!) جیسا تم کفر کرتے رہے ہو اب اُس کے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو۔

مسجد میں داخل ہوں تو پہلے دایاں پاؤں اندر رکھیں اور یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ باہر نکلیں تو کہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ ۔ مسجد میں داخل ہو کر سب سے اول دو رکعت نفل پڑھیں اگر باوضو ہوں ورنہ وضو کر کے۔ اور اسی کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں جس کا گھر بار نہ ہو اُسے مسجد میں سونا جائز ہے ورنہ نہیں مسجد میں قبلے کی طرف تھوکنا منع اور سخت گناہ کی بات ہے۔ اور اگر کوئی بغیر تھوکے نہ رہ سکے تو بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک لے لیکن بہتر یہ ہے کہ کپڑے پر تھوک کر مل ڈالے اگر مسجد کا فرش پختہ ہو تو مطلق نہ تھوکے کچا اور خام ہو تو تھوک لے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ کھرچ ڈالے یا اُوپر سے مٹی ڈال دے۔ سب سے بُرا کام مسجد میں تھوکنا اور پھر اُسے دفن نہ کرنا ہے۔ اہل محلہ اپنے محلے ہی کی مسجد میں نماز پڑھیں محلے کی مسجد میں ایک وقت کی نماز پچیس نمازوں کے برابر ہے مسجد میں بیٹھ کر دنیاوی باتیں نہ کریں بلکہ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہیں جو شخص مسجد میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ - کہتا ہے وہ بہشتی باغات کا میوہ کھاتا ہے۔ جو شخص گھر سے وضو کر کے مسجد میں جاتا ہے حج اور احرام کا ثواب پاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسجد میں چراغ جلانے والے جھاڑو بہارو دینے والے۔ بڑھتے ہوئے کا انتظام رکھنے والے قیامت کے روز بڑے بڑے درجے پائیں گے۔ کچا لہسن یا پیاز کھا کر مسجد میں جانا منع ہے۔ مسجد میں خلافِ شرع اشعار پڑھنے درست نہیں۔ گم ہوئی چیز مسجد میں ڈھونڈھنی گناہ ہے۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو دوسرے کو یہ کہنا مسنون ہے کہ خدا کرے وہ تجھے نہ ملے۔ قبرستان میں یا کسی قبر کے پاس قبر والے کی تعظیم کی غرض سے مسجد بنانا حرام ہے۔ مسافروں کو مسجد میں رہنا اور سونا درست ہے۔ اذان سُن کر مسجد سے نکل جانا سخت گناہ ہے ایسے شخص کو پیغمبر صاحبؐ نے اپنا نافرمان فرمایا ہے مسجد کا حق ہے کہ عورتیں خاص کر جوان عورتیں بالخصوص اس فتنہ و فساد کے زمانے میں وہاں نماز نہ پڑھیں بلکہ اپنے گھروں میں پڑھیں کیونکہ آمد و رفت میں اُن کی بے ستری ہوتی ہے۔ شریر اور بدمعاش اور اوباش لوگ بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں ÷

ا؎ اے اللہ میرے لیے تیری رحمت کے دروازے کھول دے ۲؎ اے اللہ میں تیرا فضل مانگتا ہوں ۔۱۲

دیباچہ

دنیا کا یہی دستور چلا آیا ہے کہ مصنف کے ساتھ ہی اُس کی کتابیں بھی مر جاتی ہیں۔ مقبولیت عامہ کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مولوی نذیر احمد صاحب قبلہ مرحوم و مغفور کی تصانیف کی اُن کی زندگی میں ایسی قدر نہیں ہوئی جیسی کہ اُن کی رحلت کے بعد ہو رہی ہے۔ الحقوق و الفرائض کی اب بہت مانگ ہے اور یہی وجہ ہے کہ مجھے پھر چھپوانی پڑی اور واقعی بات بھی یہی ہے کہ یہ کتاب ایک ایسا جامع مجموعہ احکام الٰہی اور احادیث کا ہے کہ دنیا میں آنے سے قبر میں گئے بلکہ قبر کے بعد تک کے کل حالات۔ امورات ضروری اور مسائل شرعیہ اس شرح و بسط اور خوبی سے بیان کیے گئے ہیں کہ خداوند تعالیٰ اس کا اجر مصنف کو دے اور ہم کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے تو دین و دنیا دونوں میں بیڑا پار ہے۔ ہر مسلمان جو دین دار بننا چاہتا ہے اُس کا فرض ہے کہ اس کتاب کو بار بار غور سے پڑھے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ فقط۔ خاکسار بشیر الدین احمد غفر لہ - مارچ ۱۹۲۲ء

جناب شمس العلما مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی کا

ترجمۃ القرآن

قرآن دو صفحہ

یہ قرآن ۲۲×۲۹ کی تقطیع پر دو صفحہ چھاپا گیا ہی کاغذ نہایت عمدہ سفید اور دبیز لگایا گیا ہی خط بہت پاکیزہ ہی۔ اول میں ایک دیباچہ ایک مجمل فہرست کہ وہ انڈکس ہے مفصل فہرست کا اور ایک ۸۰ بڑے صفحوں کی مفصل فہرست لگائی گئی ہے۔ محشی۔ غیر مجلد (للعہ ۹) مجلد لعہ ۷۔ محصول ڈاک۔ عہ (صفحہ ۸۰۶)

جامع المصاحف محشی
ترجمہ بین السطور

سفید چکنا کاغذ۔ تقطیع ۲۲×۲۹ بڑے قرآن سے چھوٹا اور حمائل سے بڑا کثرت سے اس کی مانگ ہی دیباچہ صفحہ ۱۸۔ فہرست مضامین صفحہ ۲۴۔ فہرست رکوعات و آیات قرآنی (صفحہ ۵۰) پیغمبر صاحب صلعم کے متعلق چند مفید باتیں تا صفحہ ۵۷۔ اصل کلام مجید صفحہ ۱۳۴۶۔ رموز و اوقاف قرآن مجید تا صفحہ ۱۴۴۶۔ غیر مجلد (معہ ر) محصول ڈاک ۱۴ر

قرآن چو صفحہ
ترجمہ بالمقابل غرائب القرآن

یہ ۲۲×۲۹ کی تقطیع پر چو صفحہ چھاپا گیا ہی نسخ و نستعلیق کے دونوں خط نہایت صاف ستھرے پاکیزہ جلی ہیں ایک صفحہ پر متن قرآن اور دوسرے پر ترجمہ ہی ترجمے والے صفحہ کے حاشیے پر فوائد ہیں متن والے صفحہ کے حاشیے پر غرائب القرآن ہی یہ کسی کتاب یا رسالے کا ترجمہ نہیں بلکہ خود مترجم کا تتبع اور استنباط ہی کہ قرآن کے مشکل لفظوں کو جمع کر کے ان کے متعلق صرفی۔ نحوی۔ لغوی۔ معانی۔ ادبی غرض کہ ہر طرح کی اور ہر شخص کی حالت کے مناسب تحقیق کی ہی اور اس خوبی سے کی ہی کہ ہر شخص خواہ وہ کسی مذاق کا ہو اپنے مذاق کے مطابق متمتع ہو سکتا ہی ابتدا میں دیباچہ اور نہایت مفید و سہل فہرست ہی ہمارے خیال میں قرآن کا یہ ایڈیشن اگلے سب ایڈیشنوں سے بہتر اور مفید ثابت ہوگا کیونکہ ان میں زیادہ حصہ عام ترجمہ خوانوں کا تھا اور اس میں زیادہ حصہ طلبا اور متوسط تعلیم یافتوں کا۔ قیمت کاغذ سفید بے جلد صہ مجلد بے محصول عہ کاغذ خاکی عہ کم۔

حمائل محشی
ترجمہ بین السطور

یہ حمائل ۱۰×۲۲ کی تقطیع پر آٹھ صفحی چھاپی گئی ہی کاغذ نہایت سفید چکنا اور ولایتی ہی بین السطور میں ترجمہ ہوا ور متن پر نہایت خوشنما حاشیہ کرائی گئی ہی ابتدا میں ایک مختصر تمہید یا دیباچہ اور چونسٹھ صفحہ کی مفصل فہرست ہی جس کے دیکھتے ہی تمام مضامین قرآن ذہن نشین ہو جاتے ہیں اور دیکھنے والا فوراً معلوم کر سکتا ہی کہ قرآن میں اس قسم کے مطالب موجود ہیں پھر وہ جونسا مطلب قرآن میں دیکھنا چاہے بے تامل نکال کر دیکھ سکتا ہی کیونکہ فہرست میں ہر مضمون کیلئے ایک ایک عنوان قائم کیا ہی موٹے حرفوں میں لکھا ہوا جس عنوان میں اس کے مطالب کی صراحت ہے وہیں قرآن کی آیت مع ولد الی خط کر کے لکھ دی گئی ہی اور ساتھ ہی پارے اور سورت اور رکوع کے نشانات بھی لگا دیئے گئے ہیں جس کے پتے سے ٹھیک ٹھیک وہی آیت نکل سکتی ہی جس میں اس کا مطلب بیان ہے۔ غیر مجلد مجلد محصول

دہ سورہ
مترجم صفحہ ۱۴۴

حمائل کی تقطیع۔ وظیفے کے لیے سفر و حضر کے لیے بہت بکار آمد ہی۔ ہر سورت کی شان نزول تفسیر حروف مقطعات کی بحث۔ اور مختصر نزول وحی اور ترتیب قرآن شریف اور اس کتاب آسمانی کے معنا معجز ہونے کی مدلل بحث ۱۰ر

ادعیۃ القرآن مترجم
۱۶×۲۲۔ صفحہ ۱۰۰

اللہ تعالیٰ کی سکھلائی ہوئی ساری دعائیں۔ ہر حاجت کے وقت بکار آمد تیر بہدف۔ ہر دعا کے ساتھ مفید مضمون ورد اور وظیفے کے لیے نہایت بہتر۔ رنگین ٹائیٹل ۱۲ر۔ سادہ ٹائیٹل ۱۰ر۔ محصول ۳ر

مطالب القرآن ۲۲×۲۹ صفحہ ۱۳۶

مولانا مرحوم کی تفسیر کلام مجید کا پہلا حصہ جو بوجہ وفات مصنف کے ناتمام رہ گیا اور بحالت موجودہ چھاپ دیا گیا قیمت محصول

اجتہاد ۲۲×۲۹ صفحہ ۱۶۶

اس میں دلائل عقلیہ و شواہد مسلمہ سے اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا ہی۔ خلاصہ یہ ہی کہ کافر حربی نسخہ قرآن قیمت عہ محصول

تصانیف جناب مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم مغفور

[illegible]	نام کتاب	[illegible]	[illegible]
۱	۲	۳	۴
۱	مراۃ العروس۔ } بوجہ شہرت محتاج تشریح نہیں	عمہ ر	۵ر
۲	بنات النعش۔ } عمدہ اور خوش خط ہماری	عہ	۵ر
۳	توبۃ النصوح۔ } چھپوائی ہوئی فٹ نوٹ میں الفاظ کے معانی۔	عہ	۵ر
۴	محصنات۔ دو بیویاں کرنے کا بُرا نتیجہ۔	۱۲ر	۵ر
۵	ایامیٰ۔ بیواؤں کی دردناک حالت۔	۱۲ر	۵ر
۶	رویائے صادقہ۔ مذہب کیا چیز ہے۔	۱۲ر	۵ر
۷	ابن الوقت۔ انگریزی طرز کی تقلید کر کے نتائج	۱۲ر	۵ر
۸	موعظۂ حسنہ۔ پند و نصائح سے بھرے ہوئے وہ اصلی خطوط جو تعلیم کے زمانے میں مولانا نے اپنے بیٹے کو لکھے تھے۔	۱۲ر	۵ر
۹	منتخب الحکایات۔ بچوں کے لیے مفید اور نتیجہ خیز کہانیاں مثل حکایات لقمان۔	۸ر	۳ر
۱۰	چند پند۔ مختلف نصیحت آمیز مضامین بچوں کیلئے	۸ر	۳ر
۱۱	صرفِ صغیر۔ قواعد فارسی اردو میں۔	۶ر	۳ر
۱۲	نصاب خسرو۔ امیر خسرو رح کی پرانی خالق باری بطرز جدید و باضافۂ مزید۔ بچوں کے لیے۔	۴ر	۳ر
۱۳	رسم الخط۔ املا نویسی کے قواعد۔	۶ر	۳ر
۱۴	مبادی الحکمت۔ علم منطق کا رسالہ عام فہم سلیس اردو میں۔	عہ	۴ر
۱۵	مایغنیک فی الصرف۔ عربی صرف کی سلیس گرامر اردو میں	۱۳ر	۴ر
۱۶	مجموعۂ لکچر دو جلد (۱۴ لکچر) صـ ۱۱۹۱	۱۲ر	۱ر
۱۷	نظمِ بے نظیر۔ مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم کی کل نظمیں (۵۳)	۱۲ر	۵ر
۱۸	حیات النذیر [illegible]	[illegible]	۱۴ر
۱۹	[illegible]	۸ر	۵ر

تصانیف خاکسار بشیر الدین احمد کان اللہ لہ و لوالدیہ

[illegible]	نام کتاب	[illegible]	[illegible]
۱	۲	۳	۴
۱	اقبال دلہن مجلد نقرئی } لڑکیوں کے لیے اور ہر	۱۲ر	۵ر
۲	حسن معاشرت ۸ } عمر کی عورتوں کے لیے	۱۲ر	۵ر
۳	اصلاح معیشت ۸ } عموماً۔ مراۃ العروس	۱۲ر	۵ر
۴	لختِ جگر دو حصے (قلمی) } کی طرز کی پڑھنے پڑھانے	۱۲ر	۱۱ر
۵	غنانِ اشرف } کے قابل کتابیں۔	۱۲ر	۵ر
۶	حرزِ اطفال (بچوں کے لیے) } یہ پانچوں کتابیں	عہ	۴ر
۷	نشاطِ عمر (جوانوں کیلئے) } حسنِ اخلاق	۱۲ر	۴ر
۸	عصائے پیری (عمر رسیدہ لوگوں کیلئے) } اور انسانی تخلیق	عہ	۴ر
۹	بچیوں سے دو دو باتیں (لڑکیوں کیلئے) } کے عجیب و غریب	عہ	۴ر
۱۰	شمعِ ہدایت (سب کے لیے) } حالات پر ہیں۔	۱۲ر	۵ر
۱۱	عزم بالجزم۔ استقامت اراکوہر ایک مختصر گرچھوٹا قصہ	۴ر	۳ر
۱۲	مثنوی دردِ دل۔ سچا اور دردناک واقعہ	۸ر	۴ر
۱۳	واقعاتِ مملکت بیجاپور (دکن کی مکمل تاریخ) تین جلد صـ ۱۲۸۰۔ فوٹو (۶۰) قابل دید۔ مجلد نقرئی یکجا۔	ع/	۱ر
۱۴	واقعاتِ دار الحکومت دہلی۔ دہلی کی نہایت مکمل اور مبسوط تاریخ (۵۰۰) برس قبل مسیح سے آج تک کی (صـ ۲۵۶۶) تین جلد عمارات کے لیتھو نقشے۔ فوٹو (۲۰۹) (۹)		
	جسپر سرکار سے ایک ہزار روپیہ انعام ملا ہے قیمت تینوں حصص	ع/	۳ر
	ہر حصہ علیحدہ علیحدہ نہایت خوبصورتی سے مجلد	۱۸ر	ع

بشیر الدین احمد۔ تعلقہ دار۔ کھاری باولی دہلی